100 قرآنی آیات - 288 احادیث کی تشریحات

انبیاء و اولیاء کے اختیارات
اسلامی تصوّر

پروفیسر احمد رضا خان

تحریکِ مطالعہ قرآن

100 قرآنی آیات اور 288 احادیث کی روشنی میں

انبیاء و اولیاء کے اختیارات کا اسلامی تصور

از

پروفیسر احمد رضا خان

گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی لاہور

زیر اہتمام

تحریکِ مطالعہ قرآن

المرکز الاسلامی وانٹن روڈ لاہور

0322-4280455

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : انبیاء واولیاء کے اختیارات کا اسلامی تصور

کاوش : پروفیسر احمد رضا خاں

مطبع : جے ایم آرٹ پریس، اُردو بازار لاہور

اشاعت : دوم تعداد: 1000

قیمت : 240 روپے جولائی 2012ء

ملنے کے پتے

☆ جامعہ المرکز الاسلامی مین والٹن روڈ لاہور کینٹ، 0322-4677266

☆ نعیمی کتب خانہ، الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ 40 اُردو بازار لاہور

042-37248927

☆ گنج بخش کتب مارکیٹ نزد دربار داتا صاحب لاہور

حسنِ ترتیب

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	انتساب	15
2	پیش لفظ	16
	اللہ تعالیٰ محبوب بندوں کی مرضی پوری فرماتا ہے	19
پہلا باب	قرآنِ مجید کیا کہتا ہے؟	21
5	مکہ اور مدینہ میں دنیا بھر کی نعمتوں کی وجہ کیا ہے؟	21
6	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو چاہا، اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا	22
7	فوراً سامری کی زبان پر سزا کا جملہ جاری ہو گیا	23
8	حضرت زکریا علیہ السلام کی مرضی ہمیشہ پوری ہوئی	23
9	خدا چاہتا ہے رضاءِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم	24
10	اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کتنی پسند ہے	24
11	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار فرشتوں کی مدد طلب کی	26
12	اور اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتے بھیج دیئے	26
دوسرا باب	محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاء و مرضی	27
14	ہمارے نبی کی زبان سے رب تعالیٰ کا فیصلہ جاری ہوتا ہے	27
15	اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پوری فرماتا ہے	28

16	جلتے بجھا دیتے ہیں، روتے ہنسا دیتے ہیں	29
17	آپ سردی میں باریک اور گرمی میں موٹا لباس کیوں پہنتے تھے؟	31
18	ایسی شدید سردی کے موسم میں پنکھا جھلنا	32
19	اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کبھی بھوک نہیں لگی	32
20	چورانوے سال کی عمر میں تندرستی کا راز	33
21	ایک سو بیس سال کی عمر میں سیاہ بالوں کا راز	33
22	اللہ تعالیٰ اپنے فرماں برداروں کی بات مان لیتا ہے	34
23	دستِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز	34
24	اس کنوئیں کا پانی کیسے خشک ہو سکتا ہے	35
25	وہ زمین کریدتے اور پانی نکل آتا تھا	36
26	وسعتِ رزق اور دعاءِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	36
27	کثرتِ اولاد اور دعاءِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	37
28	''اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا''	37
29	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اتنا قرضہ کیسے ادا ہوا؟	38
30	حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پختہ یقین کی وجہ؟	39
31	ہر مسلمان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیوں محبت کرتا ہے؟	40
32	''کاش وہ مرنے والا میں ہوتا''	42
33	میدانِ محشر اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و مرضی	42

34	گستاخانِ مصطفےٰ کا انجام پڑھیے اور عبرت حاصل کیجیے	46
تیسرا باب	اولیاءِ کرام ؓ کی رضاء و مرضی	51
36	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی رضاء و مرضی	53
37	حضرت عمر ؓ کا مقام، وجاہت و قبولیت	54
38	بخار کی نعمت اور نیکی کا جذبہ	58
39	شراب سے شہد کیسے بنا؟	58
40	دُعا کرتے ہی وصال ہو گیا	58
41	یا خدا! ہمیں بھی ایسی موت نصیب فرما، آمین۔	59
42	کاش ہم پر بھی ہو جائے ایسا کرم یا خدا!	59
43	یومِ محشر اور اولیاءِ کرام کی رضاء و مرضی	60
44	اللہ تعالیٰ خوش نصیبوں کو کیسے راضی فرمائے گا	61
45	گستاخانِ اولیاء کا انجام پڑھیے اور عبرت حاصل کیجیے	63
	اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا کام اللہ تعالیٰ کا کام ہے	71
47	فرشتوں کا لکھنا...... اللہ تعالیٰ کا لکھنا ہے	73
48	حضرت جبرائیل ؑ کا نازل کرنا...... اللہ تعالیٰ کا نازل کرنا ہے	74
49	حضرت جبرئیل ؑ کا پڑھنا...... اللہ تعالیٰ کا پڑھنا ہے	74
50	فرشتوں کا کنکر برسانا...... اللہ تعالیٰ کا کنکر برسانا ہے	75
51	فرشتوں کا خوش خبری دینا...... اللہ تعالیٰ کا خوش خبری دینا ہے	75

52	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اختیار اللہ تعالیٰ کے اِذن و اجازت سے تھا	76
53	حضور ﷺ کا کلام...... اللہ تعالیٰ کا کلام ہے	76
54	آپ ﷺ کا کفار پر مٹی پھینکنا...... اللہ تعالیٰ کا پھینکنا ہے	76
55	آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت...... اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت ہے	77
56	آپ ﷺ کا سرگوشی کرنا...... اللہ تعالیٰ کا سرگوشی کرنا ہے	77
57	حضور ﷺ کا کام...... اللہ تعالیٰ کا کام ہے	77
حصہ دوم	اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا تصرّف و اختیار	79
پہلا باب	قرآن حکیم کیا کہتا ہے؟	81
60	فرشتے امورِ کائنات کا انتظام کرتے ہیں	81
61	حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا	84
62	حضرت سلیمان علیہ السلام کے اختیارات	84
63	حضرت ذوالقرنین کے تصرف و اختیار کا بیان	85
64	کس کی طاقت زیادہ تھی...... جن کی یا ولی کی؟	86
65	یہ واقعہ اولیاء کرام کے تصرف و اختیار کی واضح دلیل ہے	86
66	اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تصرف کرنے کا حکم	89
67	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو فرمایا، پورا ہوا	89
68	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیسا مشکل کشا اور حاجت روا بنایا گیا	89
69	نبی رب تعالیٰ کا با اختیار نمائندہ ہوتا ہے	91

70	سردارِ انبیاء ﷺ کا تشریعی اختیار ملاحظہ ہو	92
71	مومنوں کے مالک ہیں رسولِ عربی ﷺ	92
72	تاجدارِ کائنات ﷺ کے اختیار کا واضح اعلان	93
73	جو آپ ﷺ کو دل و جان سے حاکم نہ مانے......	93
74	سرکار ﷺ بلائیں تو سب کام چھوڑ کر حاضر ہونا ضروری ہے	94
دوسرا باب	افراد و اشیاءِ کائنات پر حضور ﷺ کا تصرف و اختیار	97
76	اے سورج ٹھہر جا	97
77	کیا اشارے پہ چلتا تھا کھلونا نور کا	97
78	اور مہ کا کلیجہ چر گیا	98
79	آپ ﷺ ہاتھ ہلاتے گئے بادل چھٹتے چلے گئے	98
80	پہاڑوں پر بھی سرکار ﷺ کا حکم چلتا ہے	99
81	درختوں پر بھی حضور ﷺ کا حکم چلتا ہے	101
82	نورانی ہاتھ لگتے ہی شاخ جگمگانے لگی	106
83	یہ بھی حضور ﷺ کے نورانی ہاتھ کا اعجاز ہے	106
84	ٹہنی تلوار کیسے بن گئی؟	107
85	جانور بھی آپ ﷺ کا حکم مانتے ہیں	108
86	دستِ مصطفےٰ ﷺ کا یہ تصرف بھی ملاحظہ ہو	110
87	فرشتے بھی سرکار ﷺ کا حکم مانتے ہیں	118

88	آپ ﷺ کو شیطان پر بھی غلبہ و اختیار حاصل ہے	120
تیسرا باب	حضور ﷺ تمام نعمتوں کے مالک و مختار ہیں	123
90	ساری زمین کے خزانے آپ ﷺ کے قبضہ و اختیار میں ہیں	123
91	جنت اور اس کی نعمتیں بھی آپ ﷺ کے اختیار میں ہیں	125
92	حوض کوثر آپ ﷺ کی ملکیت ہے	125
93	نہر کوثر بھی آپ ﷺ کی ملکیت ہے	126
94	تمام نعمتیں حضور ﷺ کے ہاتھ سے تقسیم ہوتی ہیں	126
95	نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا	128
96	آخرت کی عزت بھی آپ ﷺ کے اختیار میں ہے	130
97	آپ ﷺ جنت کا چشمہ بھی عطا فرماتے ہیں	130
98	حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دو بار جنت عطا فرمائی	131
99	اپنے خدمت گار کو جنت کی رفاقت بھی عطا فرمائی	131
100	جنت کی ضمانت دینا اختیار کی واضح دلیل ہے	133
101	جنت میں بغیر حساب داخلہ بھی حضور ﷺ کے اختیار میں ہے	133
102	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی بڑھیا کو جنت عطا فرمائی تھی	134
چوتھا باب	موت و حیات کے انتخاب کا اختیار	137
104	ہر نبی کو موت کے بارے میں اختیار دیا جاتا ہے	137
105	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہزاروں سال جینے کا اختیار	138

106	اور حضور ﷺ کو بھی یہ اختیار دیا گیا	139
پانچواں باب	**اولیاءِ کرام رضی اللہ عنہم کا تصرّف و اختیار**	143
108	حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ لگایا اور دیوار سیدھی کر دی	143
109	فرشتوں کا تصرّف و اختیار	143
110	صحابہ کرام اور اولیاء عظام کا تصرّف و اختیار	144
111	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طاقتور جن کو پچھاڑ دیا	144
112	حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے شیطان کو زیر کر لیا	145
113	اللہ والے بزدل نہیں ہوتے	146
114	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تصرّف ملاحظہ ہو	146
115	حکم ملتے ہی زمین ساکن ہو گئی	146
116	آپ رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا، پورا ہو کر رہا	147
117	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تصرف کے مزید واقعات	148
118	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا اور سیلاب سے نجات دے دی	150
119	اللہ والوں کے نعرے کی بات ہی کچھ اور ہے	150
200	درندے بھی غلامانِ مصطفےٰ کا حکم مانتے ہیں	150
201	اللہ والوں کے تصرّف کی نرالی جھلک	151
202	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قولِ فیصل	154
203	حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان	155

	انبیاء واولیاء ہمارے مددگار ہیں	157
پہلا باب	قرآن پاک کیا کہتا ہے؟	159
206	تمام جہانوں پر حضور ﷺ کی رحمت کا سایہ ہے	159
207	حضور ﷺ اپنے غلاموں پر بہت رحم فرمانے والے ہیں	159
208	آپ ﷺ مسلمانوں کی مشکلیں آسان فرمانے والے ہیں	159
209	مسلمانوں پر آپ ﷺ کی خاص رحمت وشفقت	160
210	اللہ تعالیٰ بھی غنی کرتا ہے اور رسول ﷺ بھی	160
211	اللہ تعالیٰ بھی عطا فرماتا ہے اور اس کا رسول ﷺ بھی	160
212	اللہ تعالیٰ بھی انعام فرماتا ہے اور حضور ﷺ بھی	161
213	حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی لوگوں کے لیے رحمت ہیں	161
214	آپ علیہ السلام کیسے مشکل کشا، حاجت روا اور شفا بخش ہیں	161
215	فرشتے ہماری حفاظت کرتے ہیں	162
216	فرشتے اہلِ زمین کی بخشش مانگتے ہیں	162
217	فرشتے مومنوں کی فلاح و بخشش کے لیے کیسے کوشاں ہیں	162
218	قیامت کے دن متقین باہم دوست ہوں گے	163
219	قیامت کے دن صالح مومنین کام آئیں گے	163
220	سلامت دل والے کو مال بھی نفع دے گا اور اولاد بھی	164
221	والدین اور اولاد کو ایک دوسرے سے فائدہ حاصل ہوگا	165

دوسرا باب	محبوبانِ خدا دنیا میں بھی مدد فرماتے ہیں	167
223	مشکل جو آن پڑی...... تیرے در سے ہے ٹلی	167
224	یہ تیر کا کمال نہیں، ہاتھ کا اعجاز ہے	168
225	دستِ مصطفےٰ کی مسیحائی دیکھیے	170
226	جس کو چاہا مسیحا کر دیا	173
227	چہرے کو چراغ بنا دیا	174
228	چہرے کو آئینہ بنا دیا	175
229	شاہزادوں پر کرم کی بارش	175
230	اور حضور ﷺ نے حافظہ عطا فرما دیا	176
231	بے سہاروں کا سہارا، ہمارا نبی ﷺ	177
232	حضور ﷺ کو دور سے بھی مدد کے لیے پکارنا جائز ہے	178
233	پیارے صحابی رضی اللہ عنہ کا پیارا عقیدہ	178
234	بارگاہِ مصطفےٰ ﷺ میں جانور بھی فریاد کرتے ہیں	179
تیسرا باب	محبوبانِ خدا وصال کے بعد بھی مدد فرماتے ہیں	181
236	سماعِ موتیٰ کے حوالے سے ایک مغالطہ اور اس کی وضاحت	181
237	بوقتِ مشکل صحابہ نے پکارا...... یا محمداہ (ﷺ)!	198
238	امام بخاری اور دیگر بزرگوں کا عقیدہ	198
239	حافظ ابن کثیر کی شہادت	200

240	نداء یا محمد کے بارے میں اشرف علی تھانوی کا بیان	200
241	حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استغاثہ	201
242	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فریاد	202
243	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی فریاد	202
244	نداء کے بارے میں حاجی صاحب کی تلقین	203
245	السلام علیک یا رسول اللہ اور حاجی صاحب کا عقیدہ	203
246	حسین احمد ٹانڈوی کا بیان	203
247	تھانوی صاحب پکار اُٹھے..... امداد کن یا رسول اللہ	204
248	غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کی فریاد	204
249	حافظ ابن قیم اور اسماعیل دہلوی کا بیان	205
250	قبولیت کی کنجی..... آپ ﷺ کا وسیلہ	207
251	ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع اور سرفراز صفدر کے بیانات	208
252	مزید واقعات	210
چوتھا باب	کیا آخرت میں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا؟	215
254	ہمارے آخرت کے سہارے یہ بھی ہیں	215
255	فرشتوں کا مدد کرنا	216
256	انبیاء و اولیاء آخرت میں ہمارے کام آئیں گے	218
257	ہمارے سرکار ﷺ قبر میں بھی کام آتے ہیں	221

258	شفاعت بھی مددہی تو ہے	223
259	سفارش کا دروازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں کھولے گا	223
260	خوش نصیب مومن...... بدنصیب کافر	224
261	گناہ گاروں کا سہارا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)	224
262	کاش موت مدینہ میں عطا ہو	225
263	مدینے کے کانٹے بھی پھول ہیں	225
264	اے گنبد خضرا کے زائر! عجب تیرا مقدر	225
265	تاج شفاعت کس کس کے سر سجے گا؟	226
266	حافظ قرآن بھی کام آئے گا	226
267	اللہ والے اپنے خدمت گاروں کو بھی بخشوالیں گے	227
268	مومنوں کی سفارش سے مرنے والا بخشا جاتا ہے	227
269	حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ	227
270	حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا عقیدہ	228
271	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت عطا فرمادی	228
272	جنت تو ایک طرف اپنی رفاقت بھی عطا فرمادی	229
273	بنی اسرائیل کی بڑھیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اختیار	230
274	مزید احادیث مبارکہ	233
275	اللہ تعالیٰ بھی انعام فرماتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی	233
276	اللہ تعالیٰ بھی احسان فرماتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی	234

277	اللہ تعالیٰ بھی مددگار ہے اور حضور ﷺ بھی	235
278	اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اس کا رسول ﷺ	235
279	حضرت جبریل اور دیگر فرشتے بھی مدد کرتے ہیں	236
280	حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے مددگار ہیں	236
281	اللہ والے کیا کیا نعمتیں عطا فرماتے ہیں؟	237
282	محبوبانِ خدا مخلوقِ خدا کے حاجت روا ہوتے ہیں	238
283	امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ و عمل	238
284	اولیاءِ کرام کو مدد کے لیے پکارنا شرک نہیں	239
285	مسئلہ استعانت	241
286	تحت الاسباب اور فوق الاسباب کا مغالطہ اور اس کی وضاحت	243
287	چند اہم سوالات	248
288	حاصلِ کلام	249
289	خبردار...... ہوشیار	251
290	تعارف تحریکِ مطالعۂ قرآن	253

اطلاع

اس ایڈیشن کی جملہ آمدن مستقلاً تحریکِ مطالعۂ قرآن کے لیے وقف ہے۔

قرآنی تعلیمات عام کرنے کا ذوق و احساس رکھنے والے احباب

اپنے پیاروں کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے مفت تقسیم

کرنا چاہیں تو خاص رعایت کے لیے رابطہ کریں۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا

وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ﷺ

انتساب

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام کہ انہوں نے حضور قاسم نعمت ﷺ سے جنت میں بغیر حساب داخل ہونے والوں کی تعداد میں اضافے کا سوال کرکے......اور......

حضرت سیّدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کے نام کہ انہوں نے آپ ﷺ سے جنت کی رفاقت مانگ کر......

اپنا عقیدہ واضح کردیا کہ

دنیا تو کیا آخرت کی نعمتیں بھی آپ ﷺ کے قبضہ واختیار میں ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب یعنی اسباب کا پیدا کرنے والا ہے مگر اسباب کا محتاج نہیں۔ وہ کوئی بھی کام بغیر اسباب کے سرانجام دینے پر قادر ہے مگر یہ اس کی مشیت و حکمت ہے کہ اس نے کائنات کا نظام اسباب کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اس نے اسباب میں تاثیر رکھ کر ہمیں شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اسباب کو اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔ کائنات کے کارخانے میں اسباب کا یہ نظام اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ کوئی بھی انسان اسباب اختیار کیے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔ کوئی انسان کیسے ہی خوددار اور بے نیاز مزاج کا حامل ہو، اسے اسباب کا سہارا ضرور لینا پڑتا ہے۔ قدم قدم پر اسے جسم و جاں کا رشتہ برقرار رکھنے اور اپنی مادی اور روحانی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے دوسروں کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسرے انسان اس کی ضرورتیں پوری کرنے سے ہاتھ کھینچ لیں تو اس کا جینا دوبھر ہو جائے۔

الغرض اسباب اختیار کرنا، وسائل کا سہارا لینا اور ذرائع کی مدد حاصل کرنا انسانی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کا انکار کرنا حماقت و جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

اسباب و وسائل کا معاملہ عام افراد و اشیاء تک محدود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و مقرب بندوں کو بھی سبب اور وسیلہ و ذریعہ بنایا ہے۔ ان محبوب بندوں کے ذریعے دنیا و آخرت کے امور میں مخلوقِ خدا کی ضرورتیں پوری، مشکلیں آسان اور حاجتیں روا ہوتی ہیں۔

وہ بلا شبہ جسے چاہے دنیا و آخرت کی نعمتیں عطا فرمائے۔ کوئی اس کا مقابل نہیں جو اسے روکے مگر وہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ حاجت مند اور مشکلات میں گھرے لوگ اس کے محبوب بندوں کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کریں اور ان کے ذریعہ و وسیلہ سے ان کی مشکلیں آسان اور حاجتیں پوری ہوں اور یوں اس کی بارگاہِ اقدس میں ان محبوبانِ الٰہی کا مقام، قُرب و قبولیت بھی واضح ہو اور مخلوق ان کی احسان مند بھی رہے۔

بات بہت سادہ اور بہت آسان ہے۔ صدیوں سے اہلِ اسلام اللہ تعالیٰ کا قرب و قبولیت حاصل کرنے اور اپنی، دُنیوی اور اُخروی حاجات و مشکلات کے حل اور آسانی کے لیے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے توسّل کرتے رہے ہیں مگر پھر ایک ایسا دور بھی آیا کہ توحید کے نام پر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے مقام و مرتبہ، علم و مشاہدہ اور اُن کے تصرّف و اختیار پر طعن و تنقید کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس مہم نے بہت بھیانک اور منظم تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ کتابیں لکھی جانے لگیں اور مدرسے قائم ہونے لگے۔ محبوبانِ الٰہی کی تنقیص کی گئی اور ستم ظریفی کی انتہا کہ اسے توحید اور اس کا تقاضا قرار دیا گیا۔

تحریر ہو یا تقریر، محبوبانِ الٰہی کو عاجز و مجبور اور لاچار و بے بس ثابت کرنے کے لیے ان قرآنی آیات کا سہارا لیا گیا جن میں بتوں کا بے کار و بے بس ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح بتوں کے بارے میں مشرکوں کے عقائد و نظریات کی اصلیت کو نظر انداز کر کے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنے، اُن کا ادب و احترام کرنے، اُن کے تصرّف و اختیار کا عقیدہ رکھنے، انہیں اپنا شفیع و مددگار سمجھنے اور اُن سے توسّل کرنے والے کثیر التعداد مسلمانوں کو مشرک قرار دے دیا گیا حالانکہ کون نہیں جانتا کہ مشرکین تو بتوں کو اپنا الٰہ (خدا) سمجھتے تھے اور الٰہ سمجھتے ہوئے ان سے محبت و عقیدت کے یہ رویے

اختیار کرتے تھے جب کہ کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی محبوبانِ الٰہی کو الٰہ نہیں مانتا۔

بلادِ عرب کے دیکھا دیکھی برِصغیر پاک و ہند میں جس غیر محتاط فتویٰ بازی کا آغاز ہوا تھا وہ نہ صرف تا حال جاری ہے بلکہ اس میں بہت تیزی آ گئی ہے اور اس کے رُکنے، تھمنے کا دور دور تک کوئی نشان و امکان نظر نہیں آتا۔ کاش صدیوں کی اسلامی تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سوچ لیا جاتا کہ اس روش کے کیا بھیانک نتائج ہوں گے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اب تک کون کون اس سنگ باری کا نشانہ بنے گا (العیاذ باللہ)۔

حقیقت کی وضاحت کیلئے متعدد کتب دستیاب ہیں تاہم ایسی کتب کی تعداد بہت کم ہے جن میں نہایت آسان انداز میں قرآن و حدیث کا ایسا کثیر ذخیرہ ایک جگہ جمع کیا گیا ہو۔

زیرِ نظر کتاب میں 100 قرآنی آیاتِ بیّنات، 288 احادیثِ مبارکہ اور متعدد واقعات و عبارات کے ذریعے نفسِ مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے۔

عربی عبارات درست پڑھنے اور یاد کرنے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے تمام عربی عبارات پر مکمل اعراب لگائے گئے ہیں۔

طویل تبصروں کی ضرورت دلچسپ اور جامع عنوانات کے ذریعے پوری کی گئی ہے۔

میں آخر میں اُن کرم فرماؤں کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں جنہوں نے نہایت قیمتی علمی مشوروں سے نوازا۔ تحریکِ مطالعۂ قرآن کے اُن تمام ساتھیوں کی کوششیں بھی قابلِ تحسین ہیں جنہوں نے اس سمیت دیگر کتب کی طباعت و اشاعت کے لیے مالی وسائل کی فراہمی میں بھرپور حصہ لیا۔

راقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس کوشش کو اپنی بارگاہِ اقدس میں قبول فرمائے، ہماری غلطیوں سے درگزر فرمائے اور اسے افادۂ عام کا ذریعہ بنائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

احمد رضا خاں عفی عنہ

پہلا حصہ

اللہ تعالیٰ

اپنے محبوب بندوں کی

مرضی پوری فرماتا ہے

پہلا باب

قرآن کیا کہتا ہے؟

مکہ اور مدینہ میں دنیا بھر کی نعمتوں کا پس منظر کیا ہے؟

1- وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ...... ○ ﴿سورۃ البقرہ:126﴾

"اور جب عرض کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہ اے میرے رب! اس شہر کو امن والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں"

مسلم شریف کی حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆1- ...... اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ بَيْتَ اللّٰهِ وَاٰمَنَهٗ وَاِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا لَا يُقْطَعُ عِضَاهُهَا وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا......

"بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو حرم بنا دیا اور امن والا کر دیا اور میں نے مدینہ طیبہ کو حرم بنا دیا کہ اس کے خار دار درخت بھی نہ کاٹے جائیں اور اس کے جانور بھی شکار نہ کیے جائیں"

مزید وضاحت: بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆2- اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لِاَهْلِهَا وَاِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ وَاِنِّيْ دَعَوْتُ فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا بِمِثْلَيْ مَا دَعَا بِهٖ اِبْرَاهِيْمُ لِاَهْلِ مَكَّةَ

"بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ (مکرمہ) کو حرم بنا دیا اور اہل مکہ کے لیے دعا کی اور بے شک میں نے مدینہ طیبہ کو حرم کر دیا جس طرح انہوں نے مکہ مکرمہ کو حرم کیا اور میں نے اس کے پیمانوں (صاع اور مد) میں اس سے دوگنی برکت کی دعا کی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے لیے کی تھی۔"

﴿بخاری کتاب فضائل مدینہ ج 01 ص 253، مسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ ج 01 ص 440، مجمع الزوائد ج 03 ص 305﴾

جہاں ان احادیث مبارکہ سے یہ واضح ہوا کہ مکہ مکرمہ میں امن اور رزق کی فراوانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء و مرضی کی وجہ سے ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کی ساری بہاریں، اس کی حرمت اور اس میں رزق کی وسعت و فراوانی بلکہ مکہ مکرمہ سے دوگنی وسعت ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء و مرضی کا نتیجہ ہے۔

جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چاہا، اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا:

2- قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی ﴿سورۃ طٰہٰ: 36﴾

"(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: اے موسیٰ! تجھے عطا ہوا جو کچھ تو نے مانگا"

3- وَ اِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ...... ﴿سورۃ البقرۃ: 60﴾

"اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا: اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے......"

4- وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآىِٕهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ...... ﴿سورۃ البقرۃ: 61﴾

''اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ (علیہ السلام) ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ زمین کی اُگائی ہوئی چیزیں ہمارے لیے نکالے کچھ ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔ فرمایا: کیا ادنیٰ چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو؟ اچھا مصر یا کسی شہر میں اُترو۔ وہاں تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا''

فوراً سامری کی زبان پر سزا کا جملہ جاری ہوگیا:

5- قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۖ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ ...... ○ ﴿سورۃ طٰہٰ:97﴾

''(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: تو چلتا بن کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے، چھو نہ جا اور بے شک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا''

حضرت زکریا علیہ السلام کی مرضی ہمیشہ پوری ہوئی:

6- هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ○ ﴿سورۃ آل عمران:38﴾

''یہاں (حضرت مریم کی عبادت گاہ میں) پکارا زکریا نے اپنے رب کو۔ کہا: اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد دے بے شک تو ہی دُعا سننے والا ہے''

7- قَالَ رَبِّ إِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَّلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ○ ﴿سورۃ مریم:04﴾

''(حضرت زکریا علیہ السلام نے) عرض کی اے میرے رب! میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر سے بڑھاپے کا بھبوکا پھوٹا اور میرے رب! میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہیں رہا''

8- يٰزَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ○ ﴿سورۃ مریم:07﴾

"اے زکریا ہم تجھے خوش خبری دیتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحیٰی ہے۔ اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہیں کیا"

خدا چاہتا ہے رضاءِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم :

9- قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴿سورۃ البقرہ:144﴾

"ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو، اپنا منہ اسی کی طرف کرو اور اللہ ان کے کاموں سے بے خبر نہیں"

10- وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ ﴿سورۃ الضحیٰ:05﴾

"اور بے شک عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے"

اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کتنی پسند ہے:

11-......فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ...... ۝ ﴿سورۃ آل عمران:159﴾

"تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی سفارش کرو......"

12- خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴿سورۃ التوبہ:103﴾

"(اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعاء خیر کرو۔ بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے"

-13 فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ
وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ
تَرْضٰى ○ ﴿سورۃ طٰہٰ: 130﴾

''تو اُن کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اُس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس اُمید پر کہ تم راضی ہو''

-14 .... فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ
وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴿سورۃ النور: 62﴾

''پھر جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لیے تو ان میں سے جسے چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے''

-15 فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ﴿سورۃ الممتحنۃ: 12﴾

''تو ان عورتوں سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی بخشش چاہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے''

-16 وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ
اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ
لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ ﴿سورۃ النسآء: 64﴾

''اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب (ﷺ) تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی سفارش کرے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں''

حضور ﷺ نے تین ہزار فرشتوں کی مدد طلب کی:

17- اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ○ ﴿سورۃ ال عمران:124﴾

''جب (اے محبوب!) تم مسلمانوں سے فرماتے تھے، کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر؟''

اور اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتے بھیج دیئے:

18- بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○ ﴿سورۃ ال عمران:125﴾

''(رب تعالیٰ نے فرمایا) ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کے لیے نشان والے پانچ ہزار فرشتے بھیجے گا''

19- وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ ﴿سورۃ ال عمران:126﴾

''اور یہ فتح اللہ نے تمہاری خوشی ہی کے لیے کی اور اسی لیے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت والے کے پاس سے''

حاصلِ کلام:

قرآن مجید کی ان انیس (19) آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ......

1- محبوبانِ خدا کو بارگاہِ الٰہی میں خاص قربت و مقبولیت حاصل ہے۔

2- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی مرضی پوری فرماتا ہے۔

3- اللہ تعالیٰ اپنے محبوبِ خاص ﷺ کو ان کی طلب سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے۔

دوسرا باب

محبوبِ خدا ﷺ کی رضاء و مرضی

ہمارے نبی ﷺ کی زبان سے رب کا فیصلہ جاری ہوتا ہے:

3- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ پُرنور ﷺ نے فرمایا:

اِشْفَعُوْا وَلْتُؤْجَرُوْا وَلْيَقْضِيَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَاشَآءَ……

"سفارش کرو اور ثواب حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی زبان سے جو چاہتا ہے فیصلہ کراتا ہے"

﴿ترمذی ابواب العلم۔ بخاری کتاب الادب باب قال اللّٰہ من یشفع شفاعة حسنة ج 2 ص 891، کتاب التوحید باب فی المشیت والارادہ ج 2 ص 1114۔ مسند احمد ج 4 ص 409۔ ابوداؤد باب فی الشفاعة ج 2 ص 352۔ نسائی باب فی الشفاعة فی الصدقة۔ صحیح ابن حبان ج 2 ص 245﴾

4- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ۔

اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو یقیناً میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

﴿شرح السنۃ للبغوی کتاب الفضائل ج 13 ص 248 مجمع الزوائد ج 09 ص 19۔ مشکوٰۃ ص 521﴾

معلوم ہوا کہ حضور نبی حق ﷺ کا فقر و فاقہ مجبوراً نہیں، اختیاری تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی مرضی پوری فرماتا ہے:

5- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جن عورتوں نے اپنی ذات کو رسول کریم ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا تھا، مجھے ان پر رشک آتا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا کہ عورت کس طرح اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا:

ترجمہ: ''پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جس کو چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں''

﴿سورۃ الاحزاب: 51﴾

اس پر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

مَا اَرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ ھَوَاکَ

﴿بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر آیت نمبر 51 سورۃ الاحزاب ج 02 ص 707۔ کتاب النکاح ج 02 ص 266، مسلم ج 01 ص 473، سنن ابن ماجہ ص 145، سنن نسائی ج 05 ص 294﴾

''میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب تعالیٰ آپ کی مرضی پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے''

6- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وکیع نے بالاسناد روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی کے لیے دعا فرماتے تھے تو وہ اس کے اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں قبول ہو جاتی تھی۔

پھر ابو نعیم سے بالاسناد مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی دعا کسی آدمی اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں ضرور قبول ہو جاتی تھی۔

﴿مسند احمد ج 05 ص 385۔ الشفاء ج 01 ص 455۔ تفسیر ابن کثیر زیر آیت نمبر 103 سورۃ التوبہ۔ کنز العمال، مجمع الزوائد کتاب علامات النبوۃ باب فیمن دعا لہ ج 08 ص 343 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت﴾

جلتے بجھا دیتے ہیں، روتے ہنسا دیتے ہیں:

7- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیمار ہوا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی جگہ بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر نماز شروع فرما دی اور اپنے کپڑے کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا۔ پھر نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن ابی طالب اب تم ٹھیک ہو گئے ہو کوئی فکر نہ کرو۔

مزید فرمایا: میں نے جو چیز بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے مانگی اس جیسی تمہارے لیے بھی مانگی اور میں نے جو چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مانگی، وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ضرور دی۔ بس اتنی بات ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں وہاں سے اٹھا تو بالکل ٹھیک ہو چکا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے بیمار ہی نہیں ہوا تھا۔ ﴿طبرانی اوسط۔ منتخب ج 05 ص 43﴾

8- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل (غداً) میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُسے دوست رکھتے ہیں۔

رات لوگوں نے اسی انتظار میں گزار دی کہ دیکھیے جھنڈا کس کو عطا فرمایا جاتا ہے۔ اگلے دن ہر ایک اس کا تمنائی تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی کہاں ہیں؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ فَبَصَقَ فِیْ عَیْنَیْهِ وَدَعَالَهٗ فَبَرَأَ کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِهٖ وَجَعٌ .... تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور ان کے لیے دعا فرمائی تو وہ ایسے شفایاب ہو گئے جیسے انہیں کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔

﴿بخاری کتاب الجہاد ج 01 ص 422۔ کتاب المناقب ج 01 ص 525﴾

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو "کل کیا ہوگا اور کون کیا کرے گا" کا علم بھی عطا فرمایا ہے اور یہ بھی کہ قرآن مجید میں جہاں اس علم کی غیر اللہ سے نفی بیان کی گئی ہے جیسے سورۃ لقمان کی آیت نمبر 34، وہاں یہ مراد ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی خود بخود نہیں جانتا۔ یہ مراد نہ لیا جائے تو آیات مبارکہ اور احادیث صحیحہ میں ٹکراؤ پیدا ہو جائے گا اور ایک کو ماننے سے دوسرے کا انکار لازم ٹھہرے گا۔

اگلے دن ہر ایک اس کا تمنائی تھا...... اس سے حضور ﷺ کے علم غیب کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا عقیدہ بھی معلوم ہوا۔

9- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں بیمار ہوا، حضور نبی کریم ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا۔ اس وقت میں یہ دعا مانگ رہا تھا، اے میرے اللہ! اگر میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے تو مجھے موت دے کر راحت عطا فرما اور اگر موت میں دیر ہے تو پھر مجھے شفا عطا فرما اور اگر آزمائش مقصود ہے تو پھر مجھے صبر کی توفیق عطا فرما۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کیا کہا؟ میں نے اپنی دعا دہرا دی۔ آپ ﷺ نے اپنا پاؤں مجھے مار کر فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! اسے شفا عطا فرما۔ اس دعا کے بعد کبھی مجھے یہ بیماری نہیں ہوئی۔

﴿ترمذی۔ صحیح ابن حبان ج 10 ص 47۔ مستدرک حاکم۔ خصائص کبریٰ 03 ص 67۔ مشکوٰۃ باب مناقب العشرہ ص 565۔ دلائل النبوۃ ابو نعیم ج 02 ص 451﴾

10- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیبر کے دن جب میری آنکھیں دکھ رہی تھیں اور مجھے

کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا تو حضور ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر اپنا لعاب دہن لگایا۔ پھر دونوں ہتھیلیاں میری آنکھوں پر مل دیں اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ! اس سے گرمی اور سردی دور فرما دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کے بعد سے آج تک گرمی اور سردی نے مجھے تکلیف نہیں پہنچائی۔

﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 113 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت بحوالہ طبرانی اوسط باسناد حسن۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص 53﴾

آپ سردی میں باریک اور گرمی میں موٹا لباس پہنتے تھے:

11- حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ سردی لگی۔ آپ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سردی لگنے کی شکایت کی۔

حضور اکرم ﷺ نے دعا کی...... اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ......

اے اللہ تعالیٰ! ان (رضی اللہ عنہ) سے گرمی اور سردی دور فرما دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد نہ مجھے گرمی لگتی اور نہ سردی۔

بلکہ جب سرد موسم آتا تو آپ رضی اللہ عنہ باریک کپڑے پہنتے اور جب گرم موسم آتا تو آپ موٹے کپڑے پہنتے۔

﴿خصائص کبریٰ ج 02 ص 53۔ سیرت حلبیہ ج۔ 03 ص 36 مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ بیروت۔ دلائل النبوۃ ابو نعیم ج 02 ص 463۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 115 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ بحوالہ طبرانی اوسط۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 12 ص 62-63﴾

ایسی شدید سردی کے موسم میں پنکھا جھلنا؟

12- حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سردی کی ایک رات میں صبح کی اذان دی لیکن کوئی آدمی نہ آیا۔ میں نے پھر اذان دی لیکن پھر بھی کوئی نہ آیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ) لوگوں کو کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، سردی بہت زیادہ ہے اس وجہ سے لوگ ہمت نہیں کر رہے ہیں۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! لوگوں سے سردی دور کر دے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ لوگ صبح کی نماز میں اور اشراق کی نماز میں بڑے آرام سے آ رہے ہیں انہیں سردی محسوس نہیں ہو رہی تھی بلکہ کچھ لوگ تو پنکھا جھلتے ہوئے آ رہے تھے۔

﴿دلائل النبوۃ ابو نعیم ج 02 ص 464۔ البدایہ و النہایہ ج 06 ص 166۔ خصائص کبریٰ ج 06 ص 298۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص 436﴾

اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کبھی بھوک نہیں لگی:

13- حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قریب سے قریب تر بلایا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے چہرے پر بھوک اور کمزوری کی وجہ سے زردی چھائی ہوئی تھی اور خون کا نام و نشان نہیں تھا (یہ واقعہ عورتوں کے لیے پردے کے حکم سے پہلے کا ہے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں پھیلا کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھا اور سر اٹھا کر دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اے بھوکوں کا پیٹ بھرنے والے! اے حاجتیں پوری کرنے والے! اور

اے گرے پڑے لوگوں کو اونچا کرنے والے احمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھوکا مت رکھ۔ میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چہرے سے وہ زردی چلی گئی اور خون کی سرخی آگئی۔ پھر میں نے اس کے بعد اُن سے پوچھا تو اُنہوں نے بتایا: اے عمران! اس کے بعد مجھے کبھی بھوک نہیں لگی۔

﴿خصائص کبریٰ ج 02 ص 294۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 203 بحوالہ طبرانی اوسط۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص 435﴾

چورانوے (94) سال کی عمر میں تندرستی کا راز:

14- حضرت سعید بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو چورانوے (94) سال کی عمر میں تندرست و توانا دیکھا تو (اُنہوں نے) فرمایا: میں تو یہی جانتا ہوں کہ میری سماعت اور بصارت (دونوں) رسول کریم (ﷺ) کی دعا سے فیض یاب ہیں۔ میری خالہ مجھے ساتھ لیے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ میرا بھانجا بیمار رہتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

﴿بخاری کتاب المناقب ج 1 ص 501﴾

دم قدم کی خیر اے جانِ مسیحا
در پہ لائے ہیں دلِ بیمار ہم

ایک سو بیس (120) سال کی عمر میں سیاہ بالوں کا راز:

15- حضرت ابو زید اخطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے دعا فرمائی۔

حضرت عزرہ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوزید ؓ ایک سو بیس سال زندہ رہے اوران کے سر میں صرف چند بال سفید تھے۔

﴿ترمذی ابواب المناقب ج 02 ص 203۔صحیح ابن حبان ج 10 ص 151۔مجمع الزوائد ج 09 ص 378 بحوالہ احمد وطبرانی﴾

اللہ تعالیٰ اپنے فرماں برداروں کی بات مان لیتا ہے:

16- حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے چچا ابو طالب بیمار ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ چچا نے دیکھ کر کہا: اے میرے بھتیجے! تو جس رب کی عبادت کرتا ہے اس سے دعا کر کہ وہ مجھے شفا دے دے۔

حضور ﷺ نے ابھی یہ دعا کی ہی تھی...... اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَمِّيْ...... یا اللہ تعالیٰ! میرے چچا کو شفا عطا فرما۔ تو وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے جیسے اونٹ کی گوڈی کھول دی جاتی ہے تو وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور پھر عرض کیا: اے میرے بھتیجے! میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا رب تیری بات مان لیتا ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: اے چچا! اگر تو بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو وہ تیری بھی بات مان لے۔

﴿خصائص کبریٰ ج 01 ص 124۔مدارج النبوۃ ج 01 ص 438﴾

دستِ مصطفےٰ ﷺ کا اعجاز:

17- حضرت زیاد بن حارث صدائی ؓ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا: پانی تو ہے مگر تھوڑا ہے یہ آپ کو کافی نہیں ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کسی برتن میں ڈال کر میرے پاس لے آؤ۔ میں پانی آپ ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس میں رکھا تو میں نے

دیکھا کہ حضور ﷺ کے ہر دو انگلیوں کے درمیان میں سے پانی کا چشمہ پھوٹ رہا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنے رب تعالیٰ سے حیا نہ آتی تو ہم یوں ہی پانی پیتے پلاتے رہتے۔ جاؤ اور میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں اعلان کر دو کہ جو بھی پانی لینا چاہتا ہے وہ آئے اور چلو بھر بھر کر پانی لے لے۔

﴿البدایہ والنہایہ اردو ج05 ص163﴾

اس کنویں کا پانی کیسے خشک ہو سکتا ہے:

18- حضرت زیاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری قوم کا ایک وفد مسلمان ہو کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ وفد کے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارا ایک کنواں ہے سردیوں میں تو اس کنویں کا پانی کافی ہو جاتا ہے اور گرمیوں میں کم ہو جاتا ہے۔ اب ہم پہلے کی طرح اردگرد کے چشموں پر بھی نہیں بکھر سکتے کیونکہ اب اردگرد کے لوگ ہمارے اسلام لانے کے سبب دشمن ہو گئے ہیں، آپ (ﷺ) اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ کنویں کا پانی ہمیں گرمیوں میں بھی کافی ہو جایا کرے۔

حضور ﷺ نے سات کنکریاں منگوائیں اور ان کو اپنے ہاتھ پر الگ الگ رکھ کر دعا کی۔ پھر فرمایا: جب تم لوگ کنویں کے پاس پہنچو تو ایک ایک کر کے کنکریاں اس میں ڈال دو اور ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لیتے رہو۔

چنانچہ واپس جا کر انہوں نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کنویں کا پانی اتنا زیادہ کر دیا کہ پھر انہیں کبھی کنویں کی گہرائی نظر نہ آئی۔

﴿ترمذی، سنن ابوداود۔ دلائل النبوۃ ابو نعیم۔ مسند احمد۔ البدایۃ والنہایۃ اردو ج05 ص164، ج06 ص782 بحوالہ ابن ماجہ﴾

وہ زمین میں کریدتے تو پانی نکل آتا تھا:

19- حضرت سیدنا عامر بن کریز رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی شان میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اپنے منہ کا پانی عطا فرمایا اور دعا دی۔ انہوں نے وہ پانی چوس لیا۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ لَمُسْقِیٌّ.......... یہ پانی پلانے والا ہے۔

(بعد ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی برکت ان کے شامل حال ہوئی کہ) وہ جہاں سے بھی زمین کریدتے، وہاں سے پانی نکل آتا تھا۔ ﴿حجۃ اللہ علی العالمین ص 438، بحوالہ حاکم﴾

وسعتِ رزق اور دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

20- حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اور میرے والد محترم ہم دونوں اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر تشریف لائے۔

میرے والد نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے اور کھانا کھا کر ہمارے لیے برکت کی دعا نہیں کر دیتے؟

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لے گئے اور کھانا کھا کر دعا فرمائی: اے اللہ تعالیٰ! ان پر رحم فرما، ان کی مغفرت فرما اور ان کے رزق میں برکت نصیب فرما۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق میں وسعت ہی دیکھتے رہے۔

﴿مصنف ابن ابی شیبہ ج 10 ص 444۔ منتخب ج 05 ص 152 مسند احمد ج 04 ص 180۔ ابن عساکر۔ مسند احمد ج 04 ص 180﴾

21- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے۔ میری والدہ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک سنی۔ انہوں نے کہا...... بِاَبِیْ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اُنَیْسٌ قَدْ عَالَیٰ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ثَلَاثَ دَعْوَاتٍ قَدْ رَاَیْتُ مِنْهَا اِثْنَتَیْنِ فِی

الــدُّنیــا...... آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یہ چھوٹا انس ہے (اس کے لیے دعا فرمایئے)۔ پھر رسول ﷺ نے میرے لیے تین دعائیں کیں جن میں سے دو کی قبولیت کو میں نے دنیا میں دیکھ لیا اور تیسری کی قبولیت کے متعلق میں آخرت میں اُمید رکھتا ہوں۔

﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل انس بن مالک ج 02 ص 299﴾

کثرتِ اولاد اور دعاءِ مصطفےٰ ﷺ:

22- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ مجھے حضور ﷺ کے پاس لے کر گئیں۔ انہوں نے اپنا دوپٹہ پھاڑ کر آدھے دوپٹے کی میری چادر بنا دی۔ میری والدہ نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! میں اسے آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی ہوں آپ اس کے حق میں اللہ سے دعا کیجیے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:...... اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ...... اے اللہ تعالیٰ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا:...... فَوَاللّٰہِ اِنَّ مَالِیْ لَکَثِیْرٌ وَاِنَّ وَلَدِیْ وَوَلَدِ وَلَدِیْ لَیَتَعَادُّوْنَ عَلٰی نَحْوِ الْمِائَةِ الْیَوْمَ...... اللہ تعالیٰ کی قسم میرا مال بہت زیادہ ہے اور آج میری اولاد اور اولاد کی اولاد سو کے قریب ہیں۔

﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل انس بن مالک ج 02 ص 298۔ صحیح ابن حبان ج 10 ص 155﴾

"اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا"

23- حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا، نیچے گر جایا کرتا تھا۔ میں نے حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پر مارا

اور آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کا اثر میں اپنے سینے میں محسوس کیا اور حضور ﷺ نے دعا فرمائی
...... اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا...... اے اللہ تعالیٰ! اسے (گھوڑے پر) جمادے
اور اور دوسروں کو ہدایت پر لانے والا اور خود ہدایت یافتہ بنادے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔

﴿بخاری ج 2 ص 624۔ طبرانی۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 12 ص 153۔ منتخب ج 5 ص 152۔ دلائل النبوۃ ج 2 ص 454۔ البدایہ اردو ج 5 ص 156۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص 467۔ صحیح ابن حبان ج 10 ص 165﴾

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اتنا قرض کیسے ادا ہوا؟

24- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ غلام تھے۔ ان کے مالک نے ان سے کہا کہ اتنا مال مجھے لا دو گے تو تم میری طرف سے آزاد ہو جاؤ گے۔ وہ اتنا مال ادا نہ کر سکے اور اسی دوران وہ مسلمان ہو گئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک کان سے ایک مرغی کے انڈے جتنا سونا آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس فارسی مکاتب کا کیا بنا؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ حضور ﷺ یاد فرماتے ہیں۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے سلمان (رضی اللہ عنہ) یہ لے لو اور جتنا مال تمہارے ذمہ ہے وہ اس سے ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول (ﷺ) یہ تو تھوڑا سا ہے میرے ذمہ جتنا مال ہے وہ اس سے کیسے ادا ہو سکتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لے لو، اللہ تعالیٰ اس سے سارا ادا کر دے گا۔ میں نے وہ سونا لیا اور اپنے مالک کو تول تول کر دینے لگا۔ اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، چالیس اوقیہ میرے ذمہ تھے وہ سب ادا ہو گئے اور میں آزاد ہو گیا۔

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت سلمان ﷛ نے فرمایا: جب میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) ! یہ تو تھوڑا ہے اس سے ادائیگی کیسے ہوگی؟ حضور ﷺ نے وہ سونا لے کر اپنی مبارک زبان پر اُلٹا پلٹا۔ پھر فرمایا: یہ لے لو اور اس سے ان کا حق ادا کردو۔

﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 336 بحوالہ طبرانی کبیر و مسند احمد۔ طبقات ابن سعد ج 04 ص 75۔ البدایہ اردو ج 06 ص 811﴾

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ﷠ کے پختہ یقین کی وجہ کیا تھی؟

25- حضرت وہب بن کیسان ﷫ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ ﷛ نے فرمایا: میرے والد ماجد نے وفات پائی اور ان پر قرض تھا تو میں نے قرض خواہوں سے پیشکش کی کہ لگا ہوا پھل لے لیں تو انہوں نے انکار کیا کیونکہ پھل انہیں قرض کے برابر نظر نہ آیا۔ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم پھل توڑ کر کھیت میں رکھنا۔

میں نے حضور ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور عمر ﷠ تھے۔ آپ ﷺ اس پر بیٹھ گئے اور برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا: اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ۔ پس میں نے انہیں پورا حق دیا کہ ان کا میرے والد پر کوئی قرض نہ رہا بلکہ میں نے سب ادا کردیا اور تیرہ وسق کھجوریں بچ رہیں جن میں سات عجوہ اور چھ لون یا چھ عجوہ اور سات لون تھیں۔ فَوَافَيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْمَغْرِبَ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لَهٗ فَضَحِكَ فَقَالَ اِئْتِ اَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ فَاَخْبِرْ هُمَا فَقَالَا لَقَدْ عَلِمْنَا اِذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَاصَنَعَ اَنْ سَيَكُوْنُ ذَالِكَ..... پس میں رسول اللہ ﷺ سے ملا اور یہ بات آپ کو بتائی تو آپ ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا: جاؤ اور ابوبکر و عمر ﷠ کو بھی بتادو۔ دونوں نے کہا کہ ہم تو اسی وقت جان گئے تھے جب رسول کریم ﷺ نے دعا کی تھی کہ بہت جلد ایسا ہو ہی ہوگا۔ ﴿بخاری کتاب الصلح باب الصلح بین الغرماء واصحاب المیراث ج 1 ص 374﴾

مٹی کا منافع بخش کاروبار:

26- حضرت عروہ بارقی ﷺ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کو ایک قافلہ ملا جو باہر سے تجارت کا سامان لے کر آیا تھا حضور ﷺ نے مجھے ایک دینار دے کر فرمایا: اس کی ہمارے لیے ایک بکری خرید لاؤ، میں نے جا کر ایک دینار کی دو بکریاں خریدیں۔ پھر مجھے ایک آدمی ملا۔ میں نے اس کے ہاتھ ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی، پھر ایک دینار اور ایک بکری لا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضور ﷺ نے خوش ہو کر مجھے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ کے سودے میں برکت عطا فرمائے۔

حضرت عروہ ﷺ فرماتے ہیں: بازار کناسہ سے میں کاروبار کے لیے اٹھتا ہوں اور گھر جانے سے پہلے چالیس ہزار نفع کما لیتا ہوں۔ ﴿دلائل النبوۃ ابو نعیم ج 2 ص 461﴾

27- بخاری میں ہے کہ اگر وہ مٹی بھی خریدتے تو اس سے منافع حاصل کر لیتے۔

﴿بخاری کتاب المناقب ج 1 ص 514۔ فتح الباری ج 7 ص 445۔ ابوداؤد حدیث نمبر 3384۔ ترمذی حدیث نمبر 1258﴾

ہر مسلمان حضرت ابوہریرہ ﷺ سے کیوں محبت کرتا ہے؟

28- حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کے میری والدہ مشرکہ تھیں۔ میں ان کو اسلام کی دعوت دیتا تھا۔ ایک دن میں نے دعوت دی تو انہوں نے رسول کریم ﷺ کے متعلق ایسی بات کہی جو مجھ کو بری لگی۔ میں روتا ہوا آپ ﷺ کے پاس گیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا اور وہ انکار کرتی تھی۔ آج میں نے اسے دعوت دی تو اس نے آپ (ﷺ) کے متعلق ایسا کلمہ کہا جو مجھے ناگوار گزرا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ابوہریرہ (ﷺ) کی ماں کو ہدایت عطا فرما دے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِی ھُرَیْرَۃَ......... تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ! ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔

فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَۃِ نَبِیِّ اللّٰہِ ﷺ...... (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) نبی کریم ﷺ کی دعا کے سبب خوشی خوشی (وہاں سے) نکلا...... جب میں گھر کے دروازہ پر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر کہا: اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! اپنی جگہ ٹھہرو...... پھر میں نے پانی گرنے کی آواز سنی میری ماں نے غسل کیا قمیص پہنی اور جلدی میں بغیر دوپٹہ کے باہر آ گئیں۔ پھر دروازہ کھولا اور کہا:

یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

پھر میں خوشی سے روتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ کو بشارت ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول کر لی اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دی۔ آپ ﷺ نے حمد و ثناء کی اور کلمۂ خیر فرمایا۔

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّحَبِّبَنِیْ اَنَا وَاُمِّیْ اِلٰی عِبَادِہِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَیُحَبِّبَھُمْ اِلَیْنَا...... میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری اور میری ماں کی محبت اپنے مومن بندوں (کے دلوں) میں ڈال دے اور ہمارے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے۔ رسول کریم ﷺ نے دعا کر دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں...... فَمَا خُلِقَ مُؤْمِنٌ یَسْمَعُ بِیْ وَلَا یَرَانِیْ اِلَّا اَحَبَّنِیْ...... پھر ایسا کوئی مسلمان پیدا نہیں ہوا جو میرا ذکر سنے یا مجھے دیکھے تو مجھ سے محبت نہ کرے۔

﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ من فضائل ابی ہریرہ ج 02 ص 301۔ مشکوٰۃ ص 535﴾

''کاش وہ مرنے والا میں ہوتا''

29- حضرت عوف بن مالک ﷜ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک جنازے کی نماز پڑھی۔ میں نے اس جنازے میں آپ ﷺ کی دعا کے الفاظ یاد رکھے جو یہ ہیں:

''اے اللہ تعالیٰ! اس کی مغفرت فرما، اس پر رحم فرما، اس کو عافیت میں رکھ اور اس کو معاف فرما، اس کی عزت کے ساتھ مہمانی کر، اس کے مدخل کو وسیع فرما، اس کو پانی، برف اور بادلوں سے دھو ڈال، اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل سے صاف کر دیا جاتا ہے، اس کے دنیاوی گھر کے بدلے میں اس سے بہتر گھر عطا فرما: اس کی دنیاوی بیوی کے بدلے میں بہتر بیوی عطا فرما، اسے جنت میں داخل فرما، اسے عذاب قبر اور عذاب نار سے محفوظ رکھ''

حضرت عوف ﷜ کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش وہ مرنے والا میں ہوتا (اور حضور ﷺ کی یہ دعائیں مجھے ملتیں)۔

﴿مسلم کتاب الجنائز فصل فی الدعا للمیت ج 01 ص 311﴾

میدانِ محشر اور محبوبِ خدا کی رضاء و مرضی:

30- حضرت حذیفہ بن یمان ﷜ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک دن دیر سے تشریف لائے اور پھر سجدے میں سر رکھ دیا اور آپ ﷺ نے اتنی زیادہ دیر کی جیسے روح مبارک پرواز کر گئی ہو۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک سجدے سے اُٹھایا تو فرمایا کہ میرے رب تعالیٰ نے میری اُمت کے بارے میں مجھ سے مشورہ فرمایا تھا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے؟ (سبحان اللہ! ہمارے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسا اعزاز حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے مشورہ فرماتا ہے) تو میں نے عرض کیا: اے میرے رب! یہ تو تیرے

ہی بندے اور تیری مخلوق ہیں۔ دوسری بار پوچھا تو میں نے یہی جواب عرض کیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! امت کے بارے میں تمہیں رسوانہ کروں گا اور مجھ سے فرمایا کہ میرے ساتھ ستر ہزار اُمتی جنت جائیں گے اور ہر ایک ایسے اُمتی کے ساتھ مزید ستر ہزار اُمتی ہوں گے جو سب کے سب بغیر حساب جنت میں داخل کیے جائیں گے...... پھر فرمایا: مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔ تو میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے کہا: کیا اللہ تعالیٰ میرا سوال پورا کرنا چاہتا ہے؟ تو جبریل علیہ السلام نے کہا: ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی غرض سے آپ (ﷺ) کی خدمت میں بھیجا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ عطا کر دیا اور میں اس پر غرور نہیں کرتا (سبحان اللہ! آپ ﷺ کے خزانے میں دنیا و آخرت کی کسی شے کی کوئی کمی نہ رہی)...... الخ

﴿تفسیر ابن کثیر زیر آیت نمبر 118 سورۃ مائدہ پ ساتواں﴾

31- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز دیکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رکھے گا۔ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا: اِرْفَعْ رَأْسَكَ فَسَلْ تُعْطَهْ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ۔ اپنا سر اٹھاؤ، مانگو ملے گا: کہو سنی جائے گی، سفارش کرو قبول ہوگی۔ پھر میں اپنے رب تعالیٰ کی وہ حمد کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش کروں گا۔ پھر میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ ثُمَّ اَخْرُجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ...... پھر میں ان کو (گناہگاروں کو) جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دوں گا۔ ...... پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا اور پھر سفارش کروں گا...... تین یا چار بار ایسا ہوگا...... حتّٰی کہ جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کو قرآن نے روک لیا ہے۔ قتادہ کہتے تھے، وہ وہ لوگ جن پر جہنم میں ہمیشہ رہنا واجب ہو چکا ہے (یعنی کافر)۔

﴿بخاری ج 02 ص 971۔ مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ ج 01 ص 109﴾

32- ایک مرتبہ حضور ﷺ نے (دعا کے لیے) اپنے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا: اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ ...... اے اللہ تعالیٰ! میری اُمت...... اور آپ ﷺ رو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر رونے کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے جو جواب دینا تھا وہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل (علیہ السلام)! محمد (ﷺ) سے جا کر کہو کہ ہم تمہاری اُمت کے بارے میں تمہیں راضی کریں گے اور دل نہ دکھائیں گے۔

﴿مسلم ج 01 ص 113۔ مسند ابوعوانہ ج 10 ص 157۔ شرح السنۃ امام بغوی ج 02 ص 284۔ انوار فی شمائل النبی المختار امام بغوی ج 01 ص 66۔ تفسیر ابن کثیر زیر آیت نمبر 118 سورۃ مائدہ پ نمبر 07﴾

33- امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہم) نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: روزِ حشر انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر ہوں گے جن پر وہ تشریف فرما ہوں گے اور میں اپنے منبر پر نہیں بیٹھوں گا (بلکہ) اپنے رب تعالیٰ کے سامنے اس خوف سے کھڑا ہوں گا کہ ایسا نہ ہو کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میری اُمت رہ جائے۔

میں اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کروں گا: اُمتی، میری اُمتی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد! وَمَا تُرِیْدُ اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِكَ ...... کیا چاہتے ہو جو میں تمہاری اُمت کے ساتھ کروں؟...... میں عرض کروں گا: رب تعالیٰ! ان کو جلد حساب سے فارغ فرما دے حتّٰی کہ جن لوگوں کو جہنم کی طرف بھیجا جا رہا ہے، میں ان کو جنت کا پروانہ دے دوں۔

پھر جہنم کا داروغہ "مالک" کہے گا: اے محمد ﷺ! مَا تَرَكْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِیْ اُمَّتِكَ مِنْ بَقِیَّةٍ۔ تم نے اپنی اُمت پر اپنے رب تعالیٰ کے غضب کیلئے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔

﴿مجمع الزوائد باب فی الشفاعۃ ج 10 ص 380۔ خصائص کبریٰ للسیوطی ج 2 ص 221﴾

34- حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب سورۃ ضحٰی شریف کی آیت نمبر 05۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۔ (اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے) نازل ہوئی تو حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک میرا ایک اُمتی بھی دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا"

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ......

1- اللہ تعالیٰ ہمارے حضور ﷺ سے مشورہ فرماتا ہے جب کہ وہ کسی سے مشورہ کرنے کا محتاج و پابند نہیں۔ اس سے آپ ﷺ کی عظمت وشان اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کی قدر ومنزلت اور وجاہت معلوم ہوئی۔

2- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک ﷺ کی مرضی پوری فرماتا ہے بلکہ مرضی پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔

3- محبوب خدا کی زبان مبارک سے خدا تعالیٰ کا فیصلہ جاری وصادر ہوتا ہے۔

4- اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو ہر شے عطا فرمادی اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اشیاء کے مالک ومختار ہوئے ورنہ ملکیت اور تصرف واختیار کے بغیر عطا کے کیا معنی۔ اس لیے یہ کہنا کسی طور درست نہیں کہ آپ ﷺ کسی چیز کے مالک ومختار نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے لکھا ہے۔

5- قیامت کے دن جنت کا پروانہ حضور قاسم نعمت ﷺ کے دستِ کرم سے ہی عطا ہوگا اور سب جان لیں گے کہ دنیا کی نعمتیں تو ایک طرف آخرت کی نعمتیں بلکہ جنت بھی آپ ﷺ کی رضاء ومرضی سے عطا ہوگی۔

6- حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر رونے کی وجہ پوچھی حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ سوال کرنا اور پوچھنا لاعلمی کی دلیل نہیں ہوتا۔

7- اللہ تعالیٰ اُمت محمدیہ کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنے محبوب پاک ﷺ کی رضاء و مرضی کا لحاظ فرمائے گا اور نہ تو آپ ﷺ کو شرمندہ کرے گا اور نہ آپ ﷺ کا دل رنجیدہ فرمائے گا۔

8- حضور ﷺ نے فرمایا: جب تک میرا ایک بھی اُمتی دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا: اس سے آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام وجاہت واضح ہوا نیز یہ کہ آپ ﷺ اپنے ایک ایک اُمتی کے لیے جتنے حریص اور فکر مند ہیں، کیا پوری کائنات میں کوئی عزیز سے عزیز اور قریبی رشتہ دار بھی اتنا مہربان اور فکر مند ہوتا ہے؟ کوئی رشتہ دار اپنی توقعات اور اپنے معیارات پر پورا نہ اُترے تو تمام قربتیں اور تمام جذبے ماند پڑ جاتے ہیں مگر یہاں صورت حال بالکل مختلف ہے۔ یہاں نیک اور اطاعت گزار ہی عزیز نہیں، گناہوں سے لتھڑے ہوئے اُمتی بھی بہت پیارے ہیں۔ ہمارے آقا ﷺ ہم جیسوں کے لیے ایسے فکر مند ہیں کہ راتوں کو رو رو کر ہماری بخشش کی دعائیں کرتے ہیں اور ہم ہیں کہ آپ ﷺ کی شفقت و مہربانی کا کوئی پاس و لحاظ ہی نہیں رکھتے۔

کاش! ہمیں احساس ہو جائے اور ہم غفلت و بے توجہی کا رویہ چھوڑ کر آپ ﷺ کے ساتھ محبت و عقیدت، ادب و احترام اور اطاعت و فرماں برداری کا تعلق مضبوط کر کے شکر گزاری کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ذمہ داری کا احساس عطا فرمائے، آمین۔

گستاخانِ مصطفےٰ کا انجام پڑھیے اور عبرت حاصل کیجیے:

35- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن ابوجہل کے اُکسانے پر بدبخت عقبہ ابن ابی معیط نے نماز میں سجدے کے دوران حضور ﷺ کی پشت پر اُونٹ کی بھاری اوجھڑی رکھ دی تو کفار آپس میں مذاق کرتے اور ہنستے ہوئے ایک دوسرے کے اوپر گرنے لگے۔ اس کی اطلاع ملنے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ ﷺ کی پشت مبارک سے اوجھڑی ہٹائی اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر انہیں بُرا بھلا کہا۔

جب حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی نماز مکمل کرلی تو آپ ﷺ نے بلند آواز کے ساتھ ان کے خلاف دعا کی۔ آپ ﷺ جب بھی دعا کرتے تھے تو تین مرتبہ دعا کرتے تھے۔

ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا سَمِعُوْا صَوْتَهُ ذَهَبَ عَنْهُمُ الضِّحْكُ وَخَافُوْا دَعْوَتَهُ ...... پھر حضور ﷺ نے تین مرتبہ کہا: اے اللہ تعالیٰ! قریش پر گرفت فرما۔ جب قریش نے آپ ﷺ کی آواز سنی تو ان کی ہنسی جاتی رہی اور وہ آپ ﷺ کی دعا سے خوفزدہ ہو گئے۔

پھر آپ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ، ! ابوجہل بن ہشام، عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ (صحیح ولید بن عتبہ ہے)، اُمیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کی گرفت فرما۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سو اُس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے جنگ بدر کے دن دیکھا کہ جن کے نام لے کر آپ ﷺ نے گرفت کی دعا کی تھی، وہ سب بدر کے کنویں میں اوندھے پڑے تھے۔

﴿مسلم کتاب الجہاد باب ما لقی النبی ﷺ من اذی المشرکین والمنافقین ج 2 ص 108﴾

36- دشمن اسلام اُبی بن خلف حضور ﷺ کی ہجرت مدینہ سے پہلے حضور ﷺ سے کہتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے اور اس کو بہت کچھ کھلاتا پلاتا ہوں، اس پر سوار ہو کر (نعوذ باللہ تعالیٰ) تمہیں قتل کروں گا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں ہی تجھے قتل کروں گا۔

اُحد کی لڑائی میں وہ حضور ﷺ کو تلاش کرتا پھرتا اور کہتا تھا کہ اگر آج وہ بچ گئے تو میری خیر نہیں۔ اس لیے حملہ کے ارادہ سے وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارادہ کیا کہ دور سے اس کا معاملہ صاف کر دیں مگر سرکار ﷺ نے فرمایا: اسے آنے دو۔

جب اُبی بن خلف حضور ﷺ کے قریب آیا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی سے برچھا لیا اور اس کو مارا۔ برچھا ابن خلف کی گردن پر لگا اور اس کی گردن پر ہلکی سی خراش آئی (خراش معمولی ہونے کے باوجود) کئی دفعہ گھوڑے سے گرا۔ وہ اسی طرح گرتا پڑتا اپنے لشکر میں پہنچا۔ وہ چلاتے ہوئے کہتا جاتا تھا کہ خدا کی قسم، مجھے محمد نے قتل کر دیا۔ دوسرے کافروں نے اسے تسلی دی کہ خراش بہت معمولی سی ہے، فکر کی کوئی بات نہیں ہے مگر وہ کہتا تھا کہ محمد نے مکہ میں کہا تھا، میں تجھے قتل کروں گا خدا کی قسم، اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔ منقول ہے کہ اس کے چلانے کی آواز ایسی ہو گئی تھی جیسے بیل کی ہوتی ہے۔

ابوسفیان نے اسے شرم دلائی کہ ذرا سی خراش سے اتنا چلاتا ہے۔ اس نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس کی مار ہے، مجھے اس سے جتنی تکلیف ہو رہی ہے لات اور عزیٰ دونوں بتوں کی قسم، اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں میں تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ محمد (ﷺ) نے مجھے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ میں ان کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا۔ یہ کہنے کے بعد اگر وہ مجھ پر فقط تھوک ہی دیتے تو بھی مر جاتا۔ چنانچہ واپس مکہ پہنچنے سے ایک دن پہلے وہ راستے میں ہی مر گیا۔

﴿دلائل النبوۃ بیہقی ج 02 ص 47۔ طبقات ابن سعد ج 02 ص 44۔ خصائص کبریٰ ج 01 ص 530۔ مستدرک حاکم ج 02 ص 327۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 937۔ خمیس﴾

37- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث پاک میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ ابوصفوان امیہ بن خلف آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا کہ ابوجہل ادھر گیا اور طواف کے معاملہ پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اس سے تکرار ہو گئی۔ امیہ بن خلف نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: اے سعد! ابوالحکم (ابوجہل) کے سامنے آواز بلند نہ کرو، یہ ہمارے سردار ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اُمیہ! زیادہ حمایت نہ کرو، خدا کی قسم میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے قتل کریں گے۔ اس نے پوچھا کہ مکہ مکرمہ میں قتل کریں گے؟ میں نے جواب دیا، میں اور کچھ نہیں جانتا۔

اُمیہ بن خلف اس خبر سے بڑا خوف زدہ ہوا اور جا کر اپنی بیوی سے کہنے لگا: اے اُم صفوان! کیا تجھے معلوم ہے کہ سعد نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا تو ابوصفوان اُمیہ نے اسے وہ بات بتا دی جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بتائی تھی۔

اس کے بعد اُمیہ کہنے لگا: خدا کی قسم میں مکہ معظمہ سے باہر ہی نہیں نکلوں گا۔

جب جنگ بدر کا موقع آیا تو ابو جہل نے لوگوں سے کہا کہ لڑائی کے لیے نکلو اور اپنا قافلہ بچاؤ لیکن امیہ نے نکلنا پسند نہ کیا تو ابو جہل کہنے لگا: اے ابوصفوان! جب تک لوگ تمہیں رُکا ہوا دیکھیں گے تو وہ بھی رُکے رہیں گے کیونکہ تم وادی کے سردار ہو۔ ابو جہل اصرار کرتا رہا تو اس نے کہا، جب تم نے مجھے مجبور کر دیا تو خدا کی قسم! میں ایسا تیز رفتار اُونٹ خریدوں گا جس کا مکہ مکرمہ میں جواب نہ ہوگا۔

پھر اُمیہ نے اپنی بیوی سے کہا: اے اُم صفوان! میرے لیے سفر کا سامان تیار کرو۔ وہ کہنے لگی اے ابوصفوان! معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے یثربی بھائی (حضرت سعد رضی اللہ عنہ) کی بات بھول گئے ہو۔ اس نے جواب دیا: میں وہ بات نہیں بھولا بلکہ میں تھوڑی دور تک لوگوں کا ساتھ دینے لگا ہوں۔ جب اُمیہ نکل گیا تو ہر منزل پر اونٹ کو پیچھے باندھتا اور برابر اسی طرح کرتا رہا یہاں تک کہ میدان بدر میں پہنچ گیا جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کروا دیا۔

﴿بخاری کتاب المغازی باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر ج02 ص563﴾

بخاری مسلم اور دیگر کتب کی احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

1- حضور ﷺ نے گستاخوں کے خلاف دعاء ضرر کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور گستاخانِ مصطفیٰ اپنے انجام کو پہنچے۔

2- حضور ﷺ کے الفاظ سن کر قریش کی اُمنگ جاتی رہی اور وہ خوف زدہ ہو گئے۔

3- اُحد میں معمولی خراش کے باوجود اُبی بن خلف موت کے خوف سے چلاتے ہوئے کہتا تھا کہ محمد (ﷺ) اگر مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔

4- اُمیہ بن خلف حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زبانی حضور ﷺ کی طرف سے اپنے قتل کی خبر سن کر ایسا خوف زدہ ہوا کہ قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں کبھی مکہ سے باہر ہی نہیں نکلوں گا۔ جب ابو جہل وغیرہ نے اسے عار دلا کر جنگ بدر میں شرکت کے لیے تیار کر لیا تو اس کی بیوی نے اسے حضور ﷺ کا فرمان یاد دلایا۔

5- ان سے خوب واضح ہوتا ہے کہ کفار اپنی تمام تر ضد اور ہٹ دھرمی کے باوجود یقین رکھتے تھے کہ محمد کی زبان سے نکلی ہوئی بات کبھی نہیں ٹلتی اور یہ کہ آپ ﷺ کا رب تعالیٰ آپ ﷺ کی رضاء و مرضی پوری فرماتا ہے۔

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ کفار مکہ تو انکار و مخالفت کے باوجود ایسا یقین رکھتے تھے مگر آپ ﷺ کے اُمتی کہلانے والے بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ”رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا“۔

آؤ مل کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں..... اے اللہ العالمین! تجھے تیرے محبوب بندوں کے مقامِ محبوبیت کا واسطہ، ہمیں سمجھ عطا فرما اور گستاخ اور بے ادب لوگوں کی صحبت و قربت سے بچا کر ادب و احترام والوں کی صحبت و قربت نصیب فرما، آمین۔

تیسرا باب

اولیاءِ کرام ﷭ کی رضاء و مرضی

38- حضرت حارث بن وہب خزاعی ﷛ فرماتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ صحابہ کرام ﷡ نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ..... ہر وہ شخص جو ضعیف ہو اور ضعیف سمجھا جاتا ہو، اللہ تعالیٰ کے اعتماد پر کوئی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دے گا..... پھر حضور ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو اہل نار کی خبر نہ دوں؟ حضرات صحابہ کرام ﷡ نے عرض کی: کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ شخص جو بدخو، سرکش اور متکبر ہو۔

﴿بخاری کتاب الادب باب الکبر ج 02 ص 897۔ کتاب التفسیر تفسیر سورہ ن والقلم باب قوله عتل بعد ذالك زنيم ج 02 ص 731۔ مسلم کتاب الجنۃ باب جهنم اعاذنا الله عنها ج 02 ص 382﴾

39- حضرت ابوہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ..... بسا اوقات بکھرے بالوں والا جسے در در سے ٹھکرا دیا جاتا ہو، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو قسم میں سچا کر دے گا۔ ﴿مسلم کتاب البر والصلۃ والادب باب فضل الضعفاء ج 2 ص 329﴾

40- حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت ربیع بنت نضر ﷝ نے ایک لڑکی کے سامنے والے دانت توڑ دیے تو انہوں نے دیت کا مطالبہ کیا۔ یہ معافی کے لیے درخواست گزار

ہوئے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پس وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے قصاص کا حکم فرمایا۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ربیع کے دانت توڑے جائیں گے؟ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے انس (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ کی کتاب قصاص کا حکم دیتی ہے۔ پس وہ لوگ راضی ہوگئے اور معاف کر دیا...... فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَ بَرَّہٗ...... پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اسے سچا کر دیتا ہے...... مزید یہ بھی ہے کہ وہ لوگ دیت لینے پر رضامند ہوگئے۔

﴿بخاری کتاب الصلح باب الصلح فی الدّیۃ ج 01 ص 372، کتاب التفسیر آیت نمبر 178 سورۃ البقرہ ج 02 ص 646۔ کتاب التفسیر باب الجروح و القصاص ج 02 ص 664﴾

41- حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کَمْ مِنْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ شَمْرَیْنِ لَا یُوْبَہُ لَہٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَ بَرَّہٗ مِنْ ھُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِکٍ ...... کتنے بکھرے بالوں والے غبار آلودہ پھٹے پرانے کپڑوں والے جنہیں (دنیا دار) لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اس میں سچا کر دے۔ حضرت براء بن مالک (رضی اللہ عنہ) بھی انہی میں سے ہیں۔

﴿ترمذی ابواب المناقب باب مناقب البراء بن مالک۔ کنز العمال ج 13 ص 295﴾

42- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی منقول ہے کہ وہ جس بات کی قسم اٹھالیتے تھے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کی قسم پوری فرما دیتا تھا کیونکہ حضور ﷺ نے ان کے بارے میں بھی ایسا ہی ارشاد فرمایا تھا۔ ﴿کنز العمال ج 11 ص 721۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 294﴾

بخاری و مسلم اور دیگر کتب کی احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ

1- ان احادیث مبارکہ میں جن ضعیف اور بکھرے بالوں والے افراد کا ذکر ہے، ان سے اہل اللہ یعنی اولیاء کرام ؒ کا گروہ مراد ہے جیسا کہ پہلی حدیث پاک میں انہیں اہل جنت کہا گیا ہے۔ علاوہ ازیں احادیث مبارکہ کا مضمون اور حضرت انس بن نضر، حضرت براء بن مالک اور حضرت عمار بن یاسر جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر بھی یہ ثابت کرتا ہے۔

2- دنیا دار لوگ عام طور پر اہل اللہ کی قدر شناسی کی بجائے ان کی ظاہری حالت کے پیش نظر انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

3- اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور اعتماد و بھروسہ کرتے ہیں۔

4- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کا اعتماد اور بھروسہ سچا رکھتا ہے اور ان کے اعتماد و امید اور رضاء و مرضی کو پورا فرماتا ہے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی رضاء و مرضی:

43- حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو بھی کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہے: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت میں اجر عطا فرماتا ہے اور اس کے لیے اس سے بہتر آنے والا مقرر فرما دیتا ہے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب حضرت ابو سلمہ ؓ فوت ہو گئے تو میں نے رسول کریم ﷺ کے حکم کے مطابق دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد ان سے بہتر یعنی رسول کریم ﷺ کو میرے لیے مقرر فرما دیا۔

﴿مسلم کتاب الجنائز فصل فی الاسترجاع عند المصائب کلہا ج 1 ص 300﴾

حضرت عمر ؓ کا مقام وجاہت وقبولیت:

44- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی اُمتوں میں محدّث ہوا کرتے تھے۔ اگر میری اُمت میں کوئی محدّث ہے تو وہ عمر (ؓ) ہے۔ ابن وہب نے فرمایا کہ محدّث اس شخص کو کہتے ہیں جس پر الہام کیا جاتا ہو۔

﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل عمر ؓ ج 02 ص 276﴾

45- حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں یعنی بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی ہوا کرتے تھے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام فرمایا جاتا تھا حالانکہ وہ نبی نہ تھے۔ اگر ان میں سے میری اُمت کے اندر بھی کوئی ہے تو وہ عمر ؓ ہے۔

﴿بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر بن الخطاب ج 01 ص 521۔ مسلم کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل عمر بن الخطاب۔ ترمذی ابواب المناقب باب مناقب عمر بن الخطاب﴾

46- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر ؓ کی زبان اور دل پر حق جاری فرمادیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں: جب لوگوں کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو لوگ بھی اپنی رائے پیش کرتے اور حضرت عمر ؓ بھی۔ پھر حضرت عمر ؓ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوتا۔ ﴿ترمذی ابواب المناقب باب مناقب عمر بن الخطاب﴾

47- حضرت عمر بن خطاب ؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح حکم نازل فرما۔ اس پر سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 219 نازل ہوئی...... يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ...... حضرت عمر ؓ کو بلا کر ان کے سامنے

یہ آیت پڑھی گئی۔ آپ نے پھر دعا مانگی: اے اللہ تعالیٰ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح حکم نازل فرما تو سورۃ نساء کی آیت نمبر 43 نازل ہوئی: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی ...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پھر دعا مانگی: اے اللہ تعالیٰ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے واضح حکم نازل فرما تو سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 90 نازل ہوئی...... یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ ﴿جامع احکام القرآن للقرطبی ج 06 ص 286-285﴾

48- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر اُن کے سامنے آیت پڑھی گئی تو آپ نے عرض کیا: ہم باز آئے ہم باز آئے۔ ﴿ترمذی ابواب تفسیر القرآن باب تفسیر سورۃ مائدہ﴾

49- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی خدمت میں بھلے بُرے ہر قسم کے آدمی حاضر ہوتے ہیں اس لیے آپ ازواجِ مطہرات کو پردے کا حکم فرما دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے پردے کا حکم نازل فرما دیا۔

﴿بخاری کتاب التفسیر باب قولہ لاتدخلوا بیوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج 02 ص 706﴾

50- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب (رئیس المنافقین) عبداللہ بن اُبَی فوت ہو گیا، اس کے بیٹے حضرت عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس کے کفن کیلئے آپ رضی اللہ عنہ سے قمیض مبارک عطا فرمانے کا سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتا مبارک عطا فرما دیا۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ یعنی منافقوں کے سردار ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی تو (چونکہ تا حال منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہ کیا گیا تھا اس لیے) اس کے منافقانہ رویے سے بخوبی آگاہ ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز پڑھانے کیلئے کھڑے ہو گئے ﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ ج 2 ص 276﴾

اب مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت جسے اُنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے۔

51- حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کا دامن تھام کر عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) ! کیا آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھائیں گے حالانکہ اس نے فلاں دن یہ اور فلاں دن وہ بات کہی تھی۔ حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی خرافات بیان کرنا شروع کر دیں تو رسول کریم ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا: اے عمر (ؓ)! مجھے نہ روکو۔ جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا: مجھے اس کے بارے میں (احسان کرنے یا نہ کرنے کا) اختیار دیا گیا ہے تو میں نے یہ (احسان کا) پہلو اختیار کیا ہے اس لیے اگر مجھے معلوم ہو کہ ستر دفعہ سے زیادہ بخشش مانگنے پر اسے بخشش دیا جائے گا تو میں زیادہ دفعہ اس کے لیے بخشش کی دعا کروں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر رسول کریم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جب واپس لوٹے تو تھوڑی دور ہی آئے تھے کہ سورہ براۃ کی یہ دونوں آیات نازل ہوئیں جن میں فرمایا گیا کہ ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمانی کی حالت میں ہی مرے۔ ﴿ترجمہ آیت نمبر 84 سورہ توبہ﴾

﴿مسلم کتاب صفات المنافقین ج 02 ص 368﴾

حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے تعجب ہوتا تھا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو روکنے کی جرأت کی تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

﴿بخاری کتاب التفسیر باب استغفر لهم اولا تستغفر لهم ج 02 ص 674۔ کتاب اللباس باب لبس القمیص ج 02 ص 862۔ کتاب الجنائز باب مایکره من الصلوة علی المنافقین ج 01 ص 183۔ ترمذی ابواب تفسیر القرآن باب تفسیر سورۃ توبہ۔ مسلم کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل عمر بن خطاب ج 02 ص 276﴾

حضور ﷺ نے منافق کی نماز جنازہ کیوں پڑھی؟

1- اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے منافق کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا تھا۔

2- اس کے بیٹے صحابی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دل جوئی کے لیے۔

3- ایک مرتبہ منافقوں کے سردار ابن ابی نے آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا کرتہ دیا تھا تو آپ اس کا بدلہ اتارنے کے لیے۔

4- اس امید پر کہ اس اقدام سے اس کے قبیلہ کے ایک ہزار افراد اسلام قبول کرلیں گے اور واقعی آپ ﷺ کی اُمید پوری ہوئی اور اس قبیلہ کے ایک ہزار افراد نے اسلام قبول کرلیا جیسا کہ مرقاۃ ج 04 ص 40 سے واضح ہے۔

5- اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو (احسان کرنے نہ کرنے کا) اختیار دیا تھا تو آپ ﷺ نے احسان کا پہلو اختیار کیا۔

52- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ نبی کریم ﷺ کی بعض ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہا) سے کچھ ناراضگی ہوگئی ہے تو میں نے اُن سے کہا کہ اگر آپ نے حضور ﷺ کو ناراض کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لیے آپ سے بہتر خدمت کرنے والی عورتیں تبدیل فرما دے گا۔ یہاں تک کہ میں ایک زوجۂ مطہرہ (رضی اللہ عنہا) کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا: اے عمر (رضی اللہ عنہ)! کیا رسول کریم ﷺ اپنی بیویوں کو نصیحت نہیں فرماتے جو آپ سمجھانے لگے ہیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ تحریم کی یہ آیت نمبر 05 نازل فرمائی:

''تو اُن کا رب قریب ہے کہ اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں انہیں تم سے بہتر بدل دے''

﴿بخاری کتاب التفسیر باب قولہ و اتخذ وامن مقام ابراھیم مصلّٰی (سورۃ بقرہ:125) ج 02 ص 644﴾

بخار کی نعمت اور نیکی کا جذبہ:

53- ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بخار کے مریض کو بہت زیادہ نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سنا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: یا اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے ایسے بخار کی دعا مانگتا ہوں جو مجھے جہاد، بیت اللہ شریف کے سفر اور مسجد کی حاضری سے نہ روکے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا بیان ہے کہ میرے باپ کو ہر وقت بخار رہتا تھا اور بدن جلتا رہتا تھا مگر اس حالت میں بھی وہ حج اور جہاد کے لیے سفر کرتے اور مسجدوں میں بھی حاضری دیتے اور اتنے جوش و جذبے کے ساتھ کام کرتے تھے کہ کوئی محسوس بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ بخار کے مریض ہیں۔ ﴿کنز العمال ج 13 ص 263﴾

شراب سے شہد کیسے بنا؟

54- حضرت خثیمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس شراب سے بھری ہوئی مشک لے کر آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ تعالیٰ! اس کو شہد بنا دے..... تھوڑی دیر بعد جب لوگوں نے دیکھا تو وہ مشک شہد سے بھری ہوئی تھی۔

﴿طبری ج 04 ص 04۔ حجۃ اللہ علی العالمین ج 06 ص 867﴾

دعا کرتے ہی وصال ہو گیا:

55- حضرت مقبری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مروان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مرض وفات میں ان کے پاس گیا اور کہنے لگا: اے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّ لِقَائَکَ فَاَحِبَّ لِقَائِیْ۔ اے اللہ تعالیٰ! میں تیری ملاقات کو محبوب رکھتا ہوں تو تو مجھ سے ملاقات کو محبوب بنا لے۔

چنانچہ وہاں سے چل کر مروان ابھی اصحاب القطا مقام تک نہیں پہنچا تھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ ﴿طبقات ابن سعد ج 04 ص 339﴾

یا اللہ! ہمیں بھی ایسی موت نصیب فرما، آمین:

56- حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ آپ اکثر دعا کرتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے عام لوگوں کی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اور دم گھٹ گھٹ کر مرنا پسند نہیں ہے۔ مجھے ایسی موت ملے کہ اس میں ایڑیاں رگڑنے اور دم گھٹنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ایک دفعہ یہ آدھی رات گزرنے کے بعد نماز میں مشغول تھے کہ ان کی بیٹی نے خواب میں دیکھا کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ وہ اسی وقت خواب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھیں اور اپنے والد کو آواز دی تو دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد دوسری دفعہ آواز دی تو کوئی جواب نہ ملا۔ پاس جا کر دیکھا تو ان کا سر سجدہ میں تھا اور روح پرواز کر چکی تھی۔ ﴿اسد الغابہ۔ اصابہ﴾

کاش! ہم پر بھی ہو جائے ایسا کرم یا اللہ!

57- حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی قسم! میں نے اور حمید طویل نے حضرت ثابت بنانی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کو لحد میں اتارا تھا۔ جب ہم کچی اینٹیں برابر کر چکے تو ایک اینٹ گر گئی۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

﴿حلیۃ الاولیاء امام ابونعیم﴾

وہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ اگر تو نے کسی مخلوق کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے بھی دینا۔ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید تھا کہ ان کی دعا رد فرمادے۔

﴿کشف النور عربی از علامہ عبدالغنی نابلسی ص 09﴾

یومِ محشر اور اولیاءِ کرام کی رضاء ومرضی:

58- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (بروز قیامت) بعض مسلمان اس پل (پل صراط) سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے اور بعض مسلمان اپنے گناہوں کی وجہ سے کانٹوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر جائیں گے .... حَتّٰی اِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَامِنْ اَحَدٍ مِّنْکُمْ بِاَشَدَّ مُنَاشَدَةً لِّلّٰہِ فِی الْاِسْتِقْصَاءِ الْحَقِّ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لِلّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِاِخْوَانِہِمُ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ .... یہاں تک کہ جب یہ مومن آگ سے نجات پالیں گے تو مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ جہنم میں جانے والے اپنے (مسلمان) بھائیوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے (اس کی شفقت ونعمت پر اعتماد کرتے ہوئے لاڈ پیار سے) ایسا جھگڑا کریں گے جیسا جھگڑا تم میں سے کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لیے بھی نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ (ان کی سفارش قبول فرماتے ہوئے) انہیں حکم دے گا کہ وہ اپنے ان بھائیوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیں تو وہ مسلمان بار بار بڑی تعداد میں مخلوق خدا کو جہنم سے نکال لائیں گے۔ یہاں تک کہ عرض کریں گے، اے اللہ (عزوجل)! اب جہنم میں نیکی کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔

﴿بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرة ج 02 ص 1107۔ مسلم کتاب الایمان باب اثبات رویه المومنین فی الاخرة لربهم۔ ج 01 ص 102۔103﴾۔

59- امام بغوی حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مومن جنت میں داخل ہوگا تو پوچھے گا: میرا باپ کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے؟ میرے بچے کہاں

ہیں؟ میری بیوی کہاں ہے؟ اسے بتایا جائے گا کہ انہوں نے تیری طرح نیک اعمال نہیں کیے اس لیے وہ یہاں موجود نہیں تو وہ جنتی جواب میں کہے گا کہ میں تو اپنے لیے اور ان کیلئے نیک اعمال کرتا تھا پھر کہا جائے گا کہ ان لوگوں کو بھی جنت میں داخل کر دو ﴿تفسیر مظہری﴾

60- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ لَیَرْفَعُ ذُرِّیَّۃَ الْمُؤْمِنِ مَعَہٗ فِی الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ لَمْ یَبْلُغْھَا لِتَقَرَّبِھِمْ عَیْنَہٗ ثُمَّ قَرَءَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا...... اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بھی جنت میں اس کا درجہ عطا فرمائے گا اگرچہ وہ اپنے اعمال کے ذریعے وہاں رہنے کا حق دار نہ ہو۔ یہ اس لیے تاکہ اس مقام پر فائز دیکھ کر اس نیک بندے کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے سورہ طور کی آیت نمبر 21 کی تلاوت فرمائی۔ ﴿تفسیر قرطبی﴾

نوٹ: جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آخرت میں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور تائید میں کافروں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات پیش کرتے ہیں ان کو ان احادیث مبارکہ پر غور کر کے اپنا عقیدہ درست کر لینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ خوش نصیبوں کو کیسا راضی فرمائے گا:

61- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ (جب) اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلے سے فارغ ہو جائے گا اور صرف ایک آدمی باقی رہ جائے گا، وہ جہنم سے نکلنے اور جنت میں جانے کے اعتبار سے آخری ہوگا، وہ عرض کرے گا: اے رب! میرا منہ جہنم کی طرف سے پھیر دے کیونکہ اس کی بدبو نے مجھے تڑپا رکھا ہے اور اس کی تپش نے مجھے جھلسا دیا ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ سے جس طرح دعا کرنا چاہے گا: کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اگر تجھے یہ چیز عطا فرما دی جائے تو کیا تو اس کے سوا کچھ اور چیز تو نہیں مانگے گا؟

وہ عرض کرے گا: تیری عزت کی قسم، میں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ پس وہ جس طرح

چاہے گا: اللہ تعالیٰ سے پکے عہد و پیمان کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے منہ کو جہنم کی طرف سے پھیر دے گا۔

جب وہ شخص جنت کی طرف منہ کرے گا اور اسے دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ خاموش رہے گا پھر عرض کرے گا: اے رب! مجھے جنت کے دروازے تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے پکا وعدہ نہیں کیا تھا کہ اب اس کے سوا کچھ اور نہیں مانگوں گا؟ وہ عرض کرے گا: تیری عزت کی قسم، میں اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا اور جو چاہے گا عہد و پیمان کرے گا.......... پس اسے جنت کے دروازے تک پہنچا دیا جائے گا۔

پس وہ شخص جب جنت کے دروازے پر کھڑا ہوگا، اس کی طرف توجہ کرے گا اور جو اس کے اندر آسائش و سرور ہے اسے دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ خاموش رہے گا اور پھر عرض کرے گا: اے رب! مجھے جنت میں داخل فرما دے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے پکے عہد و پیمان نہیں کیے تھے کہ جو کچھ تجھے دیا تو اس کے سوا کچھ نہیں مانگے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! تجھ پر افسوس ہے تو کتنا وعدہ شکن ہے۔ وہ شخص عرض کرے گا: اے رب! میں تیری مخلوق میں سے زیادہ بدنصیب نہیں رہنا چاہتا۔ جب وہ برابر دعا کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ مسکرانے لگے گا: فرمائے گا: جنت میں داخل ہو جا۔

فَإِذَا دَخَلَهَا قَالَ اللّٰهُ لَهُ تَمَنَّهْ فَسَأَلَ رَبَّهُ وَتَمَنّٰى حَتّٰى إِنَّ اللّٰهَ لَيُذَكِّرُهُ وَيَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ ذٰلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ

...... جب وہ داخل ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کچھ اور تمنا کر۔ پس وہ رب تعالیٰ سے تمنا کرتا جائے گا یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلاتا جائے گا کہ فلاں چیز اور فلاں چیز۔ آخر کار اس کی تمام تمنائیں پوری ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھے یہ دیا اور اتنا ہی اور دیا۔ (حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہاں پر فرمایا: اس کے ساتھ دس گنا اور)

﴿بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرۃ ج 2 ص 1106﴾

62- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے پوچھا: اے میرے رب! سب سے کم درجے کا جنتی کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک آدمی ہوگا جو تمام جنتیوں کے جنت میں داخلے کے بعد آئے گا۔ اس سے کہا جائے گا: داخل ہو جا۔ وہ کہے گا: کیسے داخل ہو جاؤں جب کہ تمام لوگ اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ چکے اور انھوں نے جو کچھ لینا تھا وہ لے لیا۔

فَيُقَالُ لَهُ أَتَرْضَى أَنْ يَكُونَ لَكَ مَا كَانَ لِمَلِكٍ مِنْ مُلُوكِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ قَدْ رَضِيتُ۔ اس سے کہا جائے گا: تو کیا تو اس پر راضی ہے کہ تیرے لیے اتنا ہو جتنا کسی دنیاوی بادشاہ کے لیے تھا۔ وہ عرض کرے گا: ہاں اے رب! میں راضی ہوں۔

...... پھر اسے کہا جائے گا: تیرے لیے اتنا ہے اور اس کے برابر (تین مرتبہ فرمایا یعنی تین گنا اور)۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوں۔

فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ هَذَا وَعَشْرَةَ أَمْثَالِهِ فَيَقُولُ رَضِيتُ أَيْ رَبِّ ...... پھر اس سے کہا جائے گا: یہ سب کچھ تیرے لیے اور اس جیسا دس گنا مزید تو وہ کہے گا: اے رب! میں راضی ہوا۔

فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَعَ هَذَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ ...... پھر اس سے کہا جائے گا: اس کے علاوہ تیرے لیے وہ سب کچھ جو تیرا جی چاہے اور جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ ﴿ترمذی ابواب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ السجدۃ﴾

گستاخانِ اولیا کا انجام پڑھیے اور عبرت حاصل کیجیے:

63- ایک عورت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جھانکا کرتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کو منع فرماتے مگر وہ باز نہ آتی۔ ایک دن اس نے جھانکا تو آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے دعا نکلی...... شَاهَ وَجْهُكَ ...... تیرا چہرا بگڑ جائے ...... آپ رضی اللہ عنہ کا دعا کرنا ہی تھا کہ اس وقت اس کا

چہرہ گدی کی طرف پھر گیا۔ ﴿جامع کرامات اولیاء ج 01 ص 138﴾

64- ایک شخص نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سنا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: یا اللہ! یہ شخص تیرے اولیاء میں سے ایک ولی کو بُرا کہہ رہا ہے اس لیے یہ مجمع منتشر ہونے سے پہلے اسے اپنی قدرت دکھا۔

راوی فرماتے ہیں کہ ابھی ہم الگ الگ نہ ہوئے تھے کہ اس کی سواری کو دی اور اس بد بخت کو پتھروں میں پھینک دیا اور اس کا دماغ پھٹ گیا اور وہیں مر گیا۔

﴿جامع کرامات اولیاء ج 01 ص 138﴾

65- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جو حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شان میں نامناسب الفاظ کہہ رہا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا کہ اے شخص! تو ایسے لوگوں کو بُرا کہہ رہا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر کا وعدہ آچکا ہے اس لیے یا تو اس بد زبانی سے باز آجا یا میں تیرے خلاف دعا کرتا ہوں۔ وہ شخص کہنے لگا کہ آپ تو مجھے ایسے ڈراتے ہیں جیسے آپ نبی ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی: یا اللہ! یہ شخص تیرے دوستوں کی شان میں بدگوئی کر رہا ہے۔ آج کے دن اس کو سزا دے۔

اسی وقت ایک بختی اونٹ آیا اور لوگوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور اس بدنصیب شخص کو روند کر مار ڈالا اور بھاگ گیا۔

﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 154 بحوالہ طبرانی وقال رجالہ رجال الصحیح۔ جامع کرامات اولیاء ج 01 ص 130﴾

66- مروان کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ایک دن ڈینگیں مار رہا تھا کہ یہ مال ہمارا ہے ہم جہاں چاہیں گے خرچ کریں گے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے فرمایا: اے مروان دعا کروں! یہ سنتے ہی

مروان اُچھلا اور جلدی سے قدموں میں گر گیا اور منت سماجت کرنے لگا کہ آپ دعا نہ فرمائیں، یہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ﴿جامع کرامات اولیاء ج 01 ص 138﴾

67- حضرت ابو رجاء عطاردی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں سے کسی کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ ہمارا ایک پڑوسی بنو بلہجیم کا تھا، اس نے گستاخی کی اور یوں کہا: کیا تم لوگوں نے اس فاسق حسین بن علی کو دیکھا ہے؟ اللہ انہیں قتل کرے۔ (معاذ اللہ)

یہ گستاخی کرنا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دونوں آنکھوں میں دو سفید نقطے پیدا کر دیئے اور بینائی ختم کر دی۔

﴿مجمع الزوائد ج 9 ص 229 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت بحوالہ طبرانی اور کہا رجالہ رجال الصحیح..... کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں﴾

68- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (کوفہ کے یزیدی گورنر) ابن زیاد کے پاس موجود تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تو وہ ایک چھڑی آپ کی ناک پر مارنے لگا اور کہا: میں نے ان کا سا حسن نہیں دیکھا تو پھر ان کا (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ) ذکر کیوں ہوتا ہے۔ ﴿ترمذی ابواب المناقب﴾

69- حضرت عمارہ بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبید اللہ ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر مسجد کے صحن میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھے گئے تو میں ان کے پاس گیا۔ لوگ کہہ رہے تھے: آ گیا، آ گیا۔ اچانک دیکھا کہ ایک سانپ آیا، وہ ان سروں کے درمیان سے نکلتا ہوا ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چلا گیا یہاں تک کے غائب ہو گیا۔ لوگوں نے پھر کہا: آ گیا، آ گیا۔ دو یا تین مرتبہ اس نے اسی طرح کیا

﴿ترمذی ابواب المناقب۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے﴾

اولیاءِ کرام کا مقامِ محبوبیت:

70- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ قَالَ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ فَإِذَا أَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِيْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهٗ ......

﴿بخاری کتاب الرقاق باب التواضع ج06 ص963﴾

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے پسند ہیں اور میں نے اس پر فرض کی ہیں بلکہ میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے (یعنی وہ معروفات و مستحبات کی ادائیگی اور منکرات و مکروہات سے اجتناب کر کے میری بارگاہ میں قبولیت و محبوبیت کا وہ مرتبہ حاصل کر لیتا ہے) یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ چلتا ہے (یعنی وہ میری صفات کا مظہر بن جاتا ہے اور اسے علم و مشاہدہ کی خاص وسعت اور تصرف و اختیار کی خاص قدرت حاصل ہو جاتی ہے) اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں (یعنی میں اس کا سوال اور اس کی

مرضی رد نہیں کرتا) اور اگر وہ میری پناہ پکڑے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں اور کسی کام میں مجھے تردد نہیں ہوتا جس کو میں کرتا ہوں مگر مومن کے موت کو بُرا سمجھنے میں کیونکہ میں اس کے اس بُرا سمجھنے کو بُرا سمجھتا ہوں (وہ جس کو ناپسند کرے میں بھی اس کام کو ناپسند کرتا ہوں)"

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ الْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ اِلَى الْمَقَامِ الَّذِىْ يَقُوْلُ اللّٰهُ كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ سَمْعًا لَّهٗ سَمِعَ الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَّهٗ رَاَى الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ يَدًا لَّهٗ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِى الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِيْدِ وَالْقَرِيْبِ

﴿تفسیر کبیر ج 05 ص 688 مطبوعہ مصر زیر آیت نمبر 09 سورۃ کہف ......ام حسبت ان اصحاب الکھف﴾

......اسی طرح جب بندہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں مستقل مزاجی کے ساتھ پابندی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے اس بندے کے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں۔ تو جب جلال الٰہی کان اور اس کی سماعت بن گیا تو اس بندے کے لیے قریب و دور کی آوازوں کا سننا برابر ہو جاتا ہے اور جب یہ نور اس کی بصارت یعنی بینائی بن گیا تو اس بندے کے لیے نزدیک و دور کا دیکھنا برابر ہو جاتا ہے اور جب یہ نور اس کا ہاتھ بن گیا تو اس بندے کو مشکل اور آسانی میں دور نزدیک کے معاملات میں تصرف (یعنی عمل دخل) کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

بخاری شریف کی اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

1- اولیاء کرام فرائض وواجبات ایک طرف نوافل و مستحبات پر بھی عمل پیرا ہوتے ہیں۔ وہ

معروف کاموں کی ادائیگی و پابندی اور ممنوع ومشکوک کاموں سے گریز واجتناب پر نہایت مستعد ہوتے ہیں۔ انتخاب کا مرکز بن کر اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوبیت کے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔

2- اس میں ان جاہل و بے عمل لوگوں کی بھی تردید ہے جو خود کو احکامِ شریعت کی پابندی سے آزاد و مبراء سمجھتے ہیں اور اپنی اعتقادی و عملی بدحالی کے باوجود اپنے لیے مقامِ ولایت کے دعوے دار ہوتے ہیں۔

3- بخاری شریف کی حدیثِ ولی اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کو احکامِ شریعت کی پابندی کرنے پر اپنے خاص فضل و کرم سے نوازتے ہوئے اپنے ہاں محبوبیت کے اعلیٰ مقام پر فائز کر کے ان کے حواس و قویٰ کو اپنی صفاتِ عالیہ سے فیض یاب فرما دیتا ہے جس کے نتیجہ میں اولیاء کرام کا سننا، دیکھنا، چلنا اور گرفت کرنا نہایت کامل ہو جاتا ہے۔ ان کا علم و مشاہدہ نہایت وسیع اور ان کا تصرّف واختیار اور طاقت و تسلط نہایت مضبوط ہو جاتے ہیں۔

چونکہ وہ دوسرے لوگوں سے منفرد و ممتاز مقام پر فائز ہوتے ہیں اور ان کی صفات صفاتِ باری تعالیٰ سے فیض یاب ہوتی ہیں اس لیے اولیاء کرام کو اپنے جیسا سمجھتے ہوئے ان کے حواس و قویٰ کو اپنے حواس و قویٰ پر قیاس کر کے ان کے علم و مشاہدے اور ان کے تصرّف واختیار کی وسعت و کاملیت کا انکار کرنا اور انھیں نادان و بے خبر اور مجبور لاچار سمجھنا پرلے درجے کی جہالت و حماقت ہے۔

4- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کا سوال اور مرضی پوری فرماتا ہے اور وہ اپنے رب تعالیٰ کی خاص پناہ میں ہوتے ہیں۔

5- اللہ تعالیٰ ان کی پسند کو اپنی پسند قرار دیتا ہے۔ جسے وہ ناپسند کریں اللہ تعالیٰ بھی اسے ناپسند فرماتا ہے اور جو ان سے بغض و عناد رکھے، اسے اپنا دشمن قرار دے کر اس کے خلاف اعلانِ جنگ فرما دیتا ہے۔

71- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مَنْ عَادَى وَلِيَّ اللّٰهِ فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْمُحَارَبَةِ وَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْأَتْقِيَاءَ الْأَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ إِنْ غَابُوْا لَمْ يُفْتَقَدُوْا وَإِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُعْرَفُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ

﴿مستدرک حاکم ج 4 ص 328 کتاب الرقاق باب خصائص اولیاء اللہ۔ امام ذہبی نے اپنی تلخیص میں اس حدیث پاک کی تصحیح کی توثیق کی ہے﴾

''بے شک جو اللہ تعالیٰ کے ولی سے دشمنی کرے، اللہ تعالیٰ (اس کے خلاف) جنگ کا اعلان کر دیتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ان پوشیدہ نیکوکاروں سے محبت رکھتا ہے جو غائب ہوں تو تلاش نہ کیے جائیں اور اگر موجود ہوں تو پہچانے نہ جائیں۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں وہ ہر اندھیری زمین میں سے نکلتے ہیں''

جیسا کہ ایک اور حدیث قدسی میں ہے:

72- إِنِّيْ لَأَثْأَرُ لِأَوْلِيَائِيْ كَمَا يَثْأَرُ اللَّيْثُ الْحَرِبُ..... (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بے شک میں اپنے اولیاء (دوستوں) کا بدلہ لیتا ہوں جیسا کہ ایک لڑاکا شیر اپنے ساتھیوں کا بدلہ لیتا ہے۔

﴿منہاج المسلم ص 112 مولفہ ابوبکر جابر الجزائری مترجم محمد رفیق اثری مطبوعہ دارالسلام پبلشرز لاہور ریاض﴾

مزید احادیث مبارکہ کے لیے ملاحظہ ہو، مجمع الزوائد ج 01 ص 344 کتاب الزہد باب خفی من آذی اولیاء اللہ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت۔

حضرات محترم! آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرام اور اولیاء عظام رضی اللہ عنہم کے ساتھ

حُسنِ اعتقاد رکھنا اور ان کا ادب و احترام کرنا ضروری ہے۔ ان کی شان میں گستاخی کرنے یا ان کے لیے نامناسب و نازیبا کلمات ادا کرنے والا کبھی بُرے انجام سے نہیں بچ سکتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب بندوں کی عظمت و ناموس کی حفاظت فرماتا ہے اور جو ان محبوبانِ بارگاہ کے ساتھ بغض و عناد رکھے یا گستاخانہ رویہ اختیار کرے، اسے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس کی جنگ محض ان محبوبانِ الٰہی کے ساتھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اولیاء کرام کے دامنِ کرم سے وابستہ رہتے اور ان کے ساتھ محبت و عقیدت، تعظیم و تکریم اور اطاعت و فرماں برداری کا تعلق مضبوط کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بھی محبت و عقیدت اور ادب و احترام کرنے والے خوش نصیبوں کی جماعت میں شامل فرما اور اولیاء کرام کی بے ادبی و گستاخی سے محفوظ رکھنا، آمین۔

حاصلِ کلام:

قرآن پاک کی اُنیس (19) آیات مبارکہ اور بخاری و مسلم سمیت دیگر کتب کی بہتر (72) احادیث مبارکہ، آثار مقدسہ اور مفسرین و محدثین کی عبارات سے بخوبی واضح ہوا کہ

1- انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربت و منزلت اور وجاہت و مقبولیت کا نہایت اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی مرضی پوری فرماتا ہے۔

3- ...... ''رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا'' ...... ایسا عقیدہ رکھنا نہایت غلط اور قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے۔

4- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے بارے میں گستاخانہ رویہ رکھنے والوں پر دنیا و آخرت میں سختی اور غضب و عذاب کا اظہار فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وحدیث کا صحیح فہم عطا فرمائے اور اپنے محبوب بندوں کے ساتھ سچی محبت و عقیدت رکھنے اور ان کا ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، (آمین)۔

دوسرا حصہ

اللہ تعالیٰ
کے
محبوب بندوں
کا کام
اللہ تعالیٰ کا کام ہے

☆ فرشتے اعمال لکھتے ہیں:

02,01- وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ ﴿الانفطار:11,10﴾

''اور بے شک تم پر کچھ محافظ ہیں۔ معزز لکھنے والے''

03- اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ۝ ﴿سورۃ الزخرف:80﴾

''کیا اس گھمنڈ میں ہیں کہ ہم ان کی آہستہ بات اور ان کی مشورت نہیں سنتے، ہاں کیوں نہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں''

فرشتوں کا لکھنا اللہ کا لکھنا ہے:

05,04- وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴿سورۃ الجاثیہ:29,28﴾

''اور تم ہر گروہ کو دیکھو گے گھٹنوں کے بل گرے ہوئے۔ ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ آج تمھیں تمہارے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔ ہمارا یہ لکھا ہوا تم پر حق بولتا ہے۔ ہم لکھتے رہے تھے جو تم نے کیا''

06- اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴿سورۃ یٰس:12﴾

''بے شک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انھوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہم نے ہر چیز گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں''

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قرآن نازل فرمایا:

07- قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰي قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ ﴿البقرہ:97﴾

"تم فرما دو جو جبریل کا دشمن ہو تو اس نے تو (اے محبوب ﷺ) تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اُتارا اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا اور ہدایت و بشارت مومنوں کیلئے"

ان کا نازل کرنا...... اللہ کا نازل کرنا ہے:

08- اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ.......... ○ ﴿سورۃ الزمر:02﴾

"بے شک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اُتاری"

09- وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ○ ﴿النحل:89﴾

"اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے"

☆ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ پر قرآن پڑھتے تھے:

11,10- اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ○ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ○

﴿سورۃ التکویر:20,19﴾

"بے شک یہ عزت والے رسول (جبریل علیہ السلام) کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے، مالکِ عرش کے حضور عزت والا"

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا پڑھنا اللہ کا پڑھنا ہے:

12- ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ○ ﴿سورۃ آل عمران:58﴾

"یہ ہم تم پر پڑھتے ہیں کچھ آیات اور حکمت والی نصیحت"

14,13- اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ○ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ○ ﴿القیامۃ:18,17﴾

"بے شک اس کا محفوظ کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کا اتباع کرو"

15- وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ

كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ○ ﴿سورۃ الفرقان:32﴾

''اور کافر بولے: قرآن ان پر ایک ساتھ کیوں نہ اُتار دیا۔ہم نے یوں ہی بتدریج اسے اُتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا''

☆فرشتوں نے کنکر برسائے...... اللہ نے فرمایا: ہم نے برسائے:

16- فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ○

﴿سورۃ الحجر:74﴾

''تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کر دیا اور اُن پر پتھر کے کنکر برسائے''

☆فرشتوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوش خبری دی:

17- ...... وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ○ ﴿سورۃ الذاریات:28﴾

''اور فرشتوں نے اس (ابراہیم علیہ السلام) کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی''

اللہ نے فرمایا کہ ہم نے خوش خبری دی:

19,18- فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۗ

قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ○ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○ ﴿سورۃ ہود:71,70﴾

''پھر جب دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں پہنچتے (حضرت ابراہیم علیہ السلام) ان کو اجنبی سمجھا اور جی ہی جی میں ان (کے آنے سے) سے ڈرنے لگا۔انہوں نے کہا: ڈریئے نہیں ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔اور اس (ابراہیم) کی بی بی کھڑی تھی وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی''

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اختیار اللہ تعالیٰ کے اِذن و اجازت سے تھا:

20- وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـــَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ ﴿سورۃ آل عمران:49﴾

''اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف (یہ فرماتا ہوا کہ) میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم و اجازت سے اور میں شفا دیتا ہوں پیدائشی اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم و اجازت سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو، بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو''

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اللہ تعالیٰ کا کلام ہے:

22,21- وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○

﴿سورۃ النجم:04,03﴾

''اور وہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے''

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار پر مٹی پھینکنا...... اللہ تعالیٰ کا پھینکنا ہے:

23- فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ

رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○

﴿سورۃ انفال:17﴾

''تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور (اے محبوب ﷺ) وہ خاک جو تم نے پھینکی تھی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی اور اس لیے کہ مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا فرمائے، بے شک اللہ سنتا جانتا ہے''

☆آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت..... اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت ہے

24- إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۚ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ○ ﴿سورۃ الفتح:10﴾

''بے شک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا تو اس نے اپنے بُرے کو عہد توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا''

حضور ﷺ کا سرگوشی کرنا...... اللہ تعالیٰ کا سرگوشی کرنا ہے:

73- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے طائف کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، ان سے سرگوشی کی تو لوگوں نے کہا: اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ آپ ﷺ کی سرگوشی طویل ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مَا انْتَجَيْتُهُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهُ...... میں نے ان سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی فرمائی۔ ﴿ترمذی ابواب المناقب﴾

حضور ﷺ کا کام...... اللہ تعالیٰ کا کام ہے:

74- حضرت محمد بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سونے کی

انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا۔ لوگ ان سے کہتے تھے کہ آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے؟

حضرت براء ﷛ نے فرمایا: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے غنیمت کا مال اور غلام موجود تھے۔ آپ ﷺ تقسیم فرمارہے تھے۔ سب اُونٹ تقسیم کر چکے تو یہ انگوٹھی باقی رہی۔ آپ ﷺ نے نگاہ اٹھا کر اصحاب ﷡ کو دیکھا، پھر نگاہ نیچی کر لی۔ پھر نگاہ اٹھا کر دیکھا، پھر نگاہ نیچی کر لی۔ پھر نگاہ اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا: اے براء (﷛)! میں آ کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی، پھر فرمایا: پہن لے جو کچھ تجھے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پہناتے ہیں۔

(حضرت براء ﷛ پوچھنے والے لوگوں سے فرماتے کہ) تم لوگ مجھے کیوں کہتے ہو کہ میں وہ چیز اُتار دوں جسے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اسے پہن لے جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس (اللہ تعالیٰ) کے رسول ﷺ نے پہنایا۔ ﴿مسند احمد ج 04 ص 294﴾

نوٹ: یہ حدیث پاک صحیح سند کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ ج 08 ص 281 رقم الحدیث 5204 میں حضرت ابو السفر سے اور امام بغوی کی جعدیات میں حضرت شعبہ کے ذریعے ابی اسحاق سے بھی منقول ہے۔

علاوہ ازیں اس حدیث مبارکہ کو شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری ج 10 ص 261 مطبوعہ مصر کی کتاب للباس کے باب خواتیم الذھب اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار ج 04 ص 64 رقم 6613 مطبوعہ بیروت کے کتاب الکراہت کے باب التختم باب الذھب میں نقل کیا ہے۔

تیسرا حصہ

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا تصرّف و اختیار

پہلا باب

قرآن پاک کیا کہتا ہے؟

فرشتے امور کائنات کا انتظام کرتے ہیں:

01- فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾ ''پھر کاموں کی تدبیر کریں'' ﴿سورۃ النازعات﴾

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: هُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وُكِّلُوْا بِاُمُوْرٍ عَرَّفَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى الْعَمَلَ بِهَا...... ''وہ فرشتے ہیں کہ ان کاموں پر مقرر کیے گئے جن کی کاروائی اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیم فرمائی'' ﴿معالم التنزیل﴾

حضرت عبدالرحمٰن بن سابط رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ فِي الدُّنْيَا اَرْبَعَةٌ جِبْرِيْلُ وَ مِيْكَائِيْلُ وَمَلَكُ الْمَوْتِ وَ اِسْرَافِيْلُ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَاَمَّا الْجِبْرِيْلُ فَوُكِّلَ بِالرِّيَاحِ وَالْجُنُوْدِ وَاَمَّا مِيْكَائِيْلُ فَوُكِّلَ بِالْقَطْرِ وَالنَّبَاتِ وَاَمَّا مَلَكُ الْمَوْتِ فَوُكِّلَ بِقَبْضِ الْاَنْفُسِ وَاَمَّا اِسْرَافِيْلُ فَهُوَ يَنْزِلُ بِالْاَمْرِ عَلَيْهِمْ......

''دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں حضرت جبریل، حضرت میکائیل، حضرت ملک الموت اور حضرت اسرافیل (علیہم الصلوۃ والسلام)''

حضرت جبریل علیہ السلام ہواؤں اور لشکروں پر مقرر ہیں (ہوائیں چلانا اور لشکروں کو فتح و شکست دینا ان کا کام ہے) حضرت میکائیل علیہ السلام بارش اور درختوں وغیرہ پر مقرر ہیں (بارش برسانا اور درخت، گھاس سبزہ وغیرہ اُگانا ان کا کام ہے) حضرت ملک الموت

عزرائیل علیہ السلام جانیں قبض کرنے پر مقرر ہیں.......... حضرت اسرافیل علیہ السلام ان سب پر حکم لے کر اتریں گے۔ ﴿معالم التنزیل ج 04 ص 442﴾

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بالکل اسی طرح انسان کا حال ہے کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی میں کھانے پینے اور شہوت نفسانی اور اسی طرح کے دوسرے طبعی تقاضوں کو پورا کرنے اور زندگی کے مختلف مراسم ومعاملات میں مصروف رہتا ہے لیکن اس کا قریبی تعلق ملائکہ سافل سے ہوتا ہے اور ان کی طرف ہی اس کو زیادہ میلان اور کشش ہوتی ہے تو جب وہ مر جاتا ہے تو اس کے تمام جسمانی رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ اپنی اصلی طبیعت کی طرف لوٹ آتا ہے اور پھر فرشتوں میں مل کر ان میں کا ہی ہو جاتا ہے اور فرشتوں کے سے الہامات اس کو بھی ہونے لگتے ہیں اور وہ بھی ویسے ہی کام کرنے لگتا ہے جیسے فرشتے کرتے ہیں۔ ﴿حجۃ اللہ البالغہ ص 74﴾

فرشتے حفاظت کرتے ہیں:

02- لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ...... ○

﴿سورۃ الرعد: 11﴾

”آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے پیچھے کہ اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں“

فرشتے مومنوں کو ثابت قدم رکھتے ہیں:

03- اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا...... ○

﴿سورۃ الانفال: 12﴾

”جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو“

فرشتے فوت کرتے ہیں:

04- قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿سورۃ السجدۃ:11﴾

''تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔ پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے''

05- اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿سورۃ النحل:28﴾

''وہ لوگ کہ اُن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حال پر کہ وہ اپنا بُرا کر رہے تھے۔ اب وہ فرماں برداری کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم تو کچھ برائی نہ کرتے تھے۔ ہاں بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تمہارے اعمال تھے''

06- اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿سورۃ النحل:32﴾

''وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن میں یہ کہتے ہوئے کہ سلامتی ہو تم پر جنت میں جاؤ بدلا اپنے اعمال کا''

فرشتے نافرمانوں کو ہلاک کرتے اور فرماں برداروں کو بچاتے ہیں:

08,07- وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿سورۃ العنکبوت:32,31﴾

''اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس آئے خوشخبری لے کر۔ بولے:

ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کریں گے۔ بے شک اس کے بسنے والے ظالم ہیں۔
(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: اس (بستی) میں تو لوط (علیہ السلام) ہے۔ فرشتے بولے:
ہمیں خوب معلوم ہے جو کچھ اس میں ہے ضرور۔ ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں
گے سوائے اس کی عورت کے، وہ رہ جانے والوں میں ہے"

حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم کو بیٹا عطا فرمایا:

09- قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ○ ﴿سورۃ مریم: 19﴾

"(فرشتہ علیہ السلام) بولا: میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں"

حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا:

10- وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۘ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ
الْحَدِيْدَ ○ ﴿سورۃ سبا: 10﴾

"اور بے شک ہم نے داؤد کو بڑا فضل دیا۔ اے پہاڑو! اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی
طرف رجوع کرو اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کیا"

ہوا اور جنوں پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکمرانی:

11- وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا
فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ○ ﴿سورۃ الانبیاء: 81﴾

"اور سلیمان کے لیے تیز ہوا مسخر کر دی کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف
جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہمیں ہر چیز معلوم ہے"

14,13,12- فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ
اَصَابَ ○ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاۗءٍ وَّغَوَّاصٍ ○ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ
فِي الْاَصْفَادِ ○ ﴿سورۃ ص: 36 تا 38﴾

"تو ہم نے ہوا اس کے قابو میں کر دی اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا اور دیو قابو میں کر دیے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے"

15- وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ○ ﴿سبا:12﴾

"اور سلیمان کے قابو میں ہوا کر دی۔ اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب تعالیٰ کے حکم سے"

کسی کو دینے، نہ دینے کا پورا اختیار آپ علیہ السلام کو حاصل تھا:

16- هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ ﴿سورۃ ص :39﴾

"یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ۔ تجھ پر کچھ حساب نہیں"

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے تصرف و اختیار کا بیان:

حتّٰی کہ وہ (ذوالقرنین) جب سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچا، اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا پایا اور وہاں ایک قوم ملی۔

17- ......قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ○

﴿سورۃ الکہف:86﴾

"ہم نے فرمایا: اے ذوالقرنین! یا تو انہیں عذاب دے یا ان کے ساتھ بھلائی اختیار کر"

18- اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا

﴿سورۃ الکہف:84﴾

"بے شک ہم نے اُسے زمین میں قابو دیا اور ہر چیز کا سامان عطا فرمایا"

وضاحت: مکنّا له امره من التصرّف فیها کیف یشاء ...... ''ہم نے ذوالقرنین کو زمین میں تصرّف کرنے کی قدرت عطا فرمائی جیسے چاہے تصرّف کرے'' ﴿تفسیر جمل﴾

کس کی طاقت زیادہ تھی، جن کی یا ولی کی؟

20,19- قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ○ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ○ ﴿سورۃ النمل: 39,38﴾

''(حضرت سلیمان علیہ السلام نے) کہا: اے درباریو! تم میں کون ہے جو اس (ملکہ سبا بلقیس) کا تخت میرے پاس لے آئے اس سے پہلے کہ وہ لوگ میرے حضور فرماں بردار ہو کر حاضر ہوں۔ ایک خبیث جن بولا کہ میں حاضر کر دوں گا اس سے پہلے کہ آپ اپنا اجلاس برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں''

یہ واقعہ اولیاءِ کرام کے تصرّف واختیار کی واضح دلیل ہے:

21- قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ...... ○ ﴿سورۃ النمل: 40﴾

''اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا (یعنی حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ) کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے۔ پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا: کہا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے''

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

1- حفاظت کرنا، ثابت قدم رکھنا، فوت کرنا، عذاب دینا، ہلاکت و بربادی سے بچانا، اولاد عطا کرنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام اور اس کی صفات ہیں لیکن ان قرآنی آیات میں ان

کی نسبت محبوبانِ خدا کی طرف بھی کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ان امور میں تصرّف کرنے کا اختیار عطا فرما دیتا ہے اور اس کے محبوب بندوں کے لیے ایسا تصرّف واختیار ماننا شرک نہیں بلکہ قرآن کے عین مطابق ہے۔

2۔ کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے اور ہر شے پر اسی کا زور چلتا ہے لیکن ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا اور ہوا پر ان کو ایسا اختیار حاصل تھا کہ آپ علیہ السلام جس سمت چاہتے، ہوا اسی سمت چلتی تھی۔

3۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ نے بیٹھے بیٹھے دور دراز فاصلے سے ملکہ سبا بلقیس کا وسیع وعریض تخت تنگ ومحفوظ مقام سے نکال کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے قدموں میں حاضر کر دیا جس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

3.1 دور دراز کی اشیاء اور مقامات انبیاء تو انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام رحمہم اللہ سے بھی پوشیدہ نہیں ہوتے۔ اسی لیے حضرت آصف رضی اللہ عنہ نے بیٹھے بیٹھے دیکھ لیا کہ تخت کہاں موجود ہے۔

3.2 فاصلوں کی درازی اور طوالت ومسافت اولیاء کرام کے تصرّف واختیار اور قدرت وطاقت کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی اور وہ انبیاء واولیاء ایک جگہ پر ہوتے ہوئے بھی متعدد مقامات پر متصرّف ومختار ہوتے ہیں۔

یہ ایسی حقیقت ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کو بھی ماننا پڑا۔ یہ عبارت ملاحظہ ہو:

”اسی طرح ان مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ کے صاحبان عالمِ مثال اور عالمِ شہادت میں تصرّف (عمل ودخل) کرنے کے ماذون مطلق اور مجاز ہوتے ہیں“

﴿اردو ترجمہ صراط مستقیم تیسرا افادہ ص 103 مطبوعہ﴾

3.3 حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہیں اور حضرت آصف رضی اللہ عنہ آپ کے فیض یافتہ صحابی ہیں۔ ان کو یہ مقام ومرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی صحبت وقربت سے آپ کی اطاعت واتباع اور آپ کے فضل وکرم کے طفیل حاصل ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اعلیٰ فضل و کمال اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قربت و قبولیت کے نہایت اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود اپنے غلاموں کو یہ کام کرنے کا حکم دینے اور حضرت آصف رحمۃ اللہ علیہ کے یہ خلاف عادت کام سرانجام دینے سے معلوم ہوا کہ ادنیٰ کے فضل و کمال کا اظہار اعلیٰ کی بے بسی اور بے چارگی کی دلیل نہیں ہوتا بلکہ درحقیقت ولی کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتی ہے اس لیے کہ غلاموں کی شان آقا کی شان پر دلالت کرتی ہے اور پھر کوئی اُمتی کتنا ہی اونچا مقام و مرتبہ حاصل کر لے، نبی کے مقام و مرتبے سے نہیں بڑھ سکتا۔

3.4 اس سے بالواسطہ طور پر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرّف و اختیار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت و طاقت بھی ثابت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ تو کیا، تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی افضل و اعلیٰ ہیں۔

لہٰذا جب حضرت آصف رحمۃ اللہ علیہ بے بس اور مجبور نہیں تو ہمارے آقا، تاجدارِ انبیاء، مالکِ ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے بس اور مجبور محض ہیں اور آپ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

3.5 جس طرح ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ و اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سابقہ تمام اُمتوں اور ان کے صحابہ و اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سے افضل ہیں تو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک صحابی کو ایسی قدرت و طاقت اور ایسا تصرّف و اختیار عطا فرمایا ہے تو اپنے محبوبِ اعظم، نبی مکرم، رسولِ محتشم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ و اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کو کیسی امتیازی قدرت و طاقت اور کیسے منفرد تصرّف و اختیار سے نوازا ہوگا۔

3.6 قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آصف رحمۃ اللہ علیہ کے تصرّف و اختیار اور علم کو نہایت لطیف و حسین اور پسندیدہ پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے برگزیدہ بندوں، انبیاء و اولیاء (علیہم السلام و علیہم الرضوان) کے تصرّف و اختیار اور علمی عظمتوں کا بیان کتنا پسند ہے لہٰذا ہمیں بھی سنتِ الٰہیہ پر عمل پیرا ہو کر ایسے واقعات

بیان کرتے رہنا چاہیے کیونکہ اس سے ان محبوب بندوں کی شان وعظمت کا اظہار ہوتا ہے اور ان پاکیزہ نفوس کے لیے محبت وتعظیم کے جذبے پروان چڑھتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تصرف کرنے کا حکم:

22- وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى لا اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ○ ﴿سورۃ طٰہٰ: 77﴾

"اور بے شک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لیے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے۔ تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آئے اور نہ خطرہ"

24,23- فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ○ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ط اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ○ ﴿سورۃ الدخان: 24,23﴾

"(اے موسیٰ علیہ السلام)! میرے بندوں کو راتوں رات لے نکل، ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا اور دریا کو یوں ہی جگہ جگہ سے کھلا چھوڑ دے۔ بیشک وہ لشکر ڈبویا جائے گا"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو فرمایا، وہ پورا ہوا:

25- قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ص وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ج ....○ ﴿سورۃ طٰہٰ: 97﴾

"(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے) فرمایا: تو چلتا بن کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے، چھو نہ جانا اور بے شک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا"

نوٹ: اس واقعہ کی دلچسپ تفصیل باب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیسا مشکل کشا اور حاجت روا بنایا گیا:

26- وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لا اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ لا اَنِّيْٓ

أَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○ ﴿سورۃ آل عمران: 49﴾

"اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف (یہ فرماتا ہوا کہ) میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں پیدائشی اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان رکھتے ہو"

تبصرہ:

اس آیت مبارکہ میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمالات جلیلہ کا دل کش بیان ہے وہاں ہمارے ایمان واعتقاد کی پختگی اور تازگی کا بھرپور سامان بھی ہے۔

آیئے اس آیت مبارکہ میں غور کریں اور اپنی روح کو ایمان کو تازگی اور ایقان کی پختگی سے سرشار کریں۔

1- حضرت عیسیٰ علیہ السلام اندھوں کو بینائی دیتے، بیماروں کو شفا عطا فرماتے اور مُردوں کو زندہ کرتے تھے حالانکہ حقیقت میں یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔

باذن اللہ...... سے مزید معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ایسا اذن (اجازت۔ حکم۔ اختیار) عطا فرما دیتا ہے۔

2- یہ کہنا درست نہیں کہ محبوبان خدا کو کوئی تصرف واختیار حاصل نہیں۔

3- اللہ تعالیٰ کی عطاء کا اعتقاد رکھتے ہوئے محبوبانِ خدا کی طرف ان کاموں کی نسبت کرنا جائز ہے۔

بعض لوگ تصرّف و اختیار اور مدد و استمداد کو مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب دو قسموں میں تقسیم کر کے ایسے اُمور و واقعات کو مافوق الاسباب قرار دے کر محبوبانِ الٰہی سے ان کی نفی کرتے ہیں اور ایسے عقیدے کو شرک قرار دیتے ہیں۔ وہ حضرت آصف بن برخیاء ﷺ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ان امور کا بیان غور سے پڑھیں اور اپنے رویّے پر نظرِ ثانی کریں۔ ورنہ بتائیں کہ حضرت آصف ﷺ نے تخت لانے کے لیے کون سے اسباب اختیار کیے تھے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام بیماروں کو شفا عطا فرمانے کے لیے کون سی دوا دیتے تھے؟

4- واللہ اعلم ...... اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو غیبی علم عطا فرمایا تھا۔

5- محبوبانِ خدا کے علمی و اختیاراتی کمالات اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیاں ہوتے ہیں۔ ان کمالات کا انکار کرنا گویا اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں کا انکار کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہوائے نفس کی بجائے قرآن و حدیث کے مطابق عقائد اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نبی رب تعالیٰ کا با اختیار نمائندہ ہوتا ہے:

27- وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝

﴿سورۃ آل عمران: 50﴾

"(حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا) اور تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی اور اس لیے کہ حلال کروں تمہارے لیے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں"

سردار انبیاء ﷺ کا تشریعی (قانون سازی کا) اختیار:

28- ...... يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴿سورۃ الاعراف: 157﴾

''(وہ رسول ﷺ) انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے اُتارے گا جو ان پر تھے۔ تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل ہوا وہی بامراد ہوئے''

مومنوں کے مالک ہیں رسول عربی ﷺ:

29- اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ ﴿سورۃ الاحزاب 6﴾

''یہ نبی مومنوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں''

صحابیٔ رسول کا عقیدہ:

75- حضرت اعشیٰ مازنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے یہ شعر عرض کیا:

يَا مَالِكَ النَّاسِ وَدَيَّانَ الْعَرَبِ .... اِنِّيْ لَقِيْتُ ذِرْبَةً مِنَ الذِّرَبِ

''اے لوگوں کے مالک اور عرب کے حاکم .... میں نے جنگوں میں سے ایک جنگ کو پایا یعنی مجھے ایک جنگ میں شرکت کا موقع ملا''

﴿شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھت باب روایۃ الشعر ج 4 ص 115 رقم 6872 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ مسند احمد ج 2 ص 202﴾

تاجدارِ کائنات ﷺ کے اختیار کا مزید واضح اعلان:

30- وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○ ﴿سورۃ الاحزاب:36﴾

''اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کوئی اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، وہ بے شک کھلی گمراہی بہکا''

جو آپ ﷺ کو دل و جان سے حاکم نہ مانے، وہ مومن ہی نہیں:

31- فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

﴿سورۃ النساء:65﴾

''تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔ پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے تنگی نہ پائیں اور جی سے مان لیں''

حدیثِ مبارکہ سے آیتِ بالا کی تفسیر:

76- حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری رضی اللہ عنہ کا کھیت کے پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اے زبیر (رضی اللہ عنہ)! پہلے تم اپنے کھیت کو پانی دے لو پھر ہمسائے کے کھیت کی جانب چھوڑ دینا۔ اس پر انصاری نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا یہ اس لیے ہے کہ یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرمایا: اے زبیر (رضی اللہ عنہ)! پہلے تم اپنے کھیت کو پانی دو

اور وہیں بیٹھ جانا۔ جب پانی کھیت کی منڈیروں سے باہر نکلنے لگے تو اپنے ہمسائے کی جانب چھوڑ دینا اور حضور نبی کریم ﷺ نے اس دفعہ حضرت زبیر (رضی اللہ عنہ) کو اُن کا پورا حق دلایا جب کہ آپ نے صاف لفظوں میں حکم فرما دیا ورنہ پہلے حکم میں انصاری کے لیے رعایت فرمائی گئی تھی اور اس حکم میں دونوں کے حقوق کی طرف اشارہ فرما دیا تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی۔

﴿بخاری کتاب التفسیر باب قولہ فلا وربك ......ج 02 ص 660۔ترمذی ابواب تفسیر القرآن﴾

سرکار ﷺ بلائیں تو سب کام چھوڑ کر حاضر ہونا ضروری ہے:

32- یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ ......○ ﴿سورۃ الانفال:24﴾

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی"

احادیث مبارکہ سے آیتِ بالا کی وضاحت:

77- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف تشریف لائے اور انہیں آواز دی: اے اُبَیّ (رضی اللہ عنہ)! وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا لیکن جواب نہ دیا۔ پھر مختصر نماز پڑھ کر نبی کریم ﷺ کی طرف پلٹے اور کہا "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "وَعَلَیْكَ السَّلَامُ" اے اُبَی! جب میں نے تمہیں پکارا تو کس چیز نے تمہیں جواب دینے سے روکا؟

حضرت اُبَی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نماز میں تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اس کلام میں جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا نہیں پایا کہ

"اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی......"

حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہاں یارسول اللہ (ﷺ)! آئندہ ایسا نہیں ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ......الخ

﴿ترمذی ابواب فضائل قرآن باب ماجاء فی فضل فاتحۃ الکتاب﴾

78- ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابوسعید بن معلّٰی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے۔

﴿بخاری کتاب التفسیر باب ماجاء فی فاتحۃ الکتاب ج 02 ص 669﴾

حاصلِ کلام:

قرآن پاک کی ان بتیس (32) آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ......

1- اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو بے بس اور مجبورِ محض نہیں رکھا بلکہ انہیں مختلف امور میں تصرّف کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

2- مختلف امور کی نسبت محبوبانِ خدا کی طرف کرنا جائز بلکہ قرآنی اسلوب کی پیروی ہے۔

3- اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کا اعتقاد رکھتے ہوئے محبوبانِ خدا کے لیے تصرّف و اختیار کا عقیدہ رکھنا شرک نہیں۔

4- اسے شرک قرار دینا انتہائی درجہ کی حماقت و جہالت اور بے احتیاطی بلکہ قرآن مجید کی مخالفت ہے۔

حواشی

سامری کون تھا اور اس کا جرم کیا تھا؟

بعض کے نزدیک سامری کا نام بھی موسیٰ تھا۔ بعض کے نزدیک یہ شخص اسرائیلی تھا اور بعض کے مطابق قبطی۔ جمہور کے مطابق یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کا منافق تھا اور اس نے نہایت مکروفریب سے مسلمانوں کو شرک میں مبتلا کر دیا۔ حافظ ابن کثیر نے اسرائیلی کتابوں کے حوالے سے اس کا نام ہارون لکھا ہے۔

سامری کی سزا کا بیان:

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے شرک پر حضرت ہارون علیہ السلام کو تنبیہات سے فارغ ہو کر سامری کی طرف متوجہ ہوئے تو سامری نے بتایا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی اس بچھڑے کے منہ میں ڈالی تھی جس نے اس میں آواز پیدا کر دی اور لوگ اسے پوجنے لگے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام خفا ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے اس کے لیے سزا سنا دی کہ تو ہمیشہ یہ کہتا رہے گا کہ مجھے نہ چھونا۔

آپ علیہ السلام کے کہتے ہی یہ جملہ سامری کی زبان پر جاری ہو گیا۔ جو شخص بھی سامری کے قریب آتا، وہ اسے یہی کہتا اور اسے اپنے سے دور کر دیتا ایک وہ وقت تھا کہ وہ لوگوں کا مرکز اور مرجع بنا ہوا تھا اور ایک یہ وقت کہ کوئی اس کے قریب نہ جاتا۔ اگر وہ کسی سے ملتا تو اسے اور دوسرے شخص دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا۔ وہ جنگل میں شور مچاتا پھرتا تھا کہ مجھے چھو نہ جانا اور وحشیوں اور درندوں کے درمیان زندگی کے دن نہایت تلخی اور وحشت میں گزارتا تھا۔

حق ہے، اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی زبان سے جو نکلتا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

دوسرا باب

افراد و اشیاءِ کائنات پر حضور ﷺ کا تصرّف و اختیار

اے سورج! ٹھہر جا:

79- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَّ النَّبِیَّ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَاَخَّرَتْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ

﴿مجمع الزوائد باب حبس الشمس لہ ج 8 ص 797 قال اسنادہ حسن۔ طبرانی کبیر بسند حسن طبرانی اوسط ج 4 ص 402 ۔ خصائص کبریٰ ج 2 ص 137﴾

''حضور نبی کریم ﷺ نے سورج کو حکم دیا تو وہ کچھ دیر چلنے سے رک گیا''

کیا اشارے پہ چلتا تھا کھلونا نور کا!

80- حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے ایک معجزے کو دیکھنا میرے اسلام کا سبب بنا (اور معجزہ یہ تھا کہ) رَاَیْتُكَ فِی الْمَهْدِ تُنَاغِی الْقَمَرَ وَتُشِیْرُ اِلَیْهِ بِاِصْبَعِكَ فَحَیْثُ اَشَرْتَ اِلَیْهِ مَالَ..... میں نے دیکھا کہ آپ پنگھوڑے میں چاند سے باتیں کرتے اور اپنی انگلی سے جس طرف اشارہ فرماتے، چاند اسی طرف جھک جاتا..... حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں میں اس سے باتیں کرتا، وہ مجھ سے باتیں کرتا اور مجھے رونے سے بہلاتا۔ جب وہ عرش کے نیچے سجدے میں گرتا تو میں اس کے گرنے کا دھماکہ سنتا تھا۔

اس حدیث پاک کو..... امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں، امام شیخ الاسلام ابوعثمان اسمٰعیل الصابونی نے مائتین میں، امام سیوطی نے خصائص کبریٰ ج 01 ص 91 میں،

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اور امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق ج 04 ص 360 حدیث نمبر 1111 میں نقل فرمایا...... رحمۃ اللہ علیہم ...... (امام شیخ السلام صابونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث معجزات میں حسن ہے)۔

اور مہ کا کلیجہ چر گیا:

81- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ مَرَّتَيْنِ ﴿مسلم کتاب صفۃ المنافقین باب انشقاق القمر ج 2 ص 373﴾

''اہل مکہ نے رسول کریم ﷺ سے معجزہ دکھانے کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے انہیں دو مرتبہ چاند دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا''

آپ ﷺ ہاتھ ہلاتے گئے، بادل چھٹتے چلے گئے:

82- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایک مرتبہ مدینہ کے لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے۔ اسی دوران آپ ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک (دیہاتی) آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! گھوڑے ہلاک ہو گئے، بکریاں مر گئیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں پانی عطا فرمائے...... فَمَدَّ يَدَيْهِ (فَرَفَعَ يَدَيْهِ) وَدَعَا۔ تو آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی......

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت آسمان شیشے کی طرح صاف تھا۔ آسمان میں بادل کا ایک بھی ٹکڑا نہ تھا لیکن ہوا چلنے لگی، بادل گھر آئے اور جمع ہو گئے اور آسمان نے اپنا ایسا منہ کھولا کہ ہم برستی ہوئی بارش میں اپنے گھروں کو گئے اور متواتر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پس وہی شخص یا کوئی دوسرا کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا، یا رسول اللہ! گھر گر رہے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ بارش روک دے...... فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ

حَوَالَيْنَا..... تو آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ہمارے اردگرد برسو۔

..... کہ آپ ﷺ آسمان کی جس طرف اپنے ہاتھوں سے اشارہ فرماتے اس طرف کے بادل ہٹ جاتے تھے یہاں تک کہ مدینہ ایک کٹورے کی طرح ہو گیا اور نالوں کا پانی ایک مہینہ تک بہتا رہا اور جو شخص بھی وہاں سے آیا، اس نے بارش کے فوائد کا ذکر کیا۔

﴿بخاری کتاب الجمعہ باب استسقاء فی الخطبه یوم الجمعه ج 01 ص 127۔ ابواب الاستقاء باب من تمطر فی المطر۔ کتاب المناقب باب علامۃ النبوۃ ج 1 ص 506﴾

پہاڑوں پر بھی سرکار ﷺ کا حکم چلتا ہے:

83- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں..... صَعِدَ النَّبِیُّ ﷺ اِلٰی اُحُدٍ وَمَعَهٗ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَمَا عَلَیْکَ اِلَّا نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ اَوْ شَهِیْدَانِ.......... (ایک دن) نبی کریم ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہم) تھے۔ پہاڑ کو وجد آیا تو آپ ﷺ نے ٹھوکر مارتے ہوئے فرمایا: اُحد ٹھہر جا، تیرے اوپر ایک نبی (ﷺ) ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا اور کوئی نہیں۔

﴿بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ج 01 ص 561﴾

تبصرہ:

1- حضور ﷺ کی آمد کی خوشی میں جھوم اٹھنا ظاہر کرتا ہے کہ احد پہاڑ حضور ﷺ کو پہچانتا ہے اور کیوں نہ پہچانتا، اس پہاڑ کو بلکہ کائنات کی ہر شے کو وجود ہی آپ ﷺ کے صدقے ملا۔ آپ ﷺ جانِ کائنات ہیں۔ بھلا کوئی آپ سے کیسے بے نیاز ہو سکتا ہے؟ کائنات کی ہر شے آپ ﷺ کے زیرِ احسان ہے۔ آپ ﷺ کی رسالت عامہ اور رحمت کاملہ کا سایہ

جنوں اور انسانوں پر ہی نہیں، تمام جہانوں کے افراد و اشیاء پر ہے۔ اسی لیے قرآن نے جن اور انسان نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

"اور اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے سراپا رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے"

2- کوہِ اُحد حرکت کرنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پائے اقدس پہاڑ پر مارا اور حکم دیا ٹھہر جا۔ پہاڑ نے فوراً اپنی حرکت بند کر دی جیسے کوئی ذی نفس اپنا سانس روک لے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان تو انسان، پہاڑوں اور پتھروں پر بھی تصرّف و اختیار حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کی ہر شے پر حاکم و فرماں روا بنایا ہے۔

برسوں پہلے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی غیبی خبر دینے سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ کے حالات (ما فی غد۔ کل کیا ہوگا؟) کا علم بھی عطا فرمایا ہے اور یہ علم بھی کہ کون کس حال میں دنیا سے جائے گا؟

کاش! ہم اشرف المخلوقات انسان بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے دل سے اپنا حاکم و فرماں روا مانتے ہوئے آپ کے احکام کی تعمیل کرنے والے بن جائیں، آمین۔

مزید احادیثِ مبارکہ ملاحظہ ہوں:

84- اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ..... يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ۔ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) اگر میں چاہوں تو یقیناً میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔

﴿شرح السنہ کتاب الفضائل ج 13 ص 248۔ مشکوٰۃ ص 521۔ مجمع الزوائد ج 08 ص 418 کتاب علامات النبوۃ باب فی تواضعہ﴾

محدث ابویعلیٰ نے بھی اسے باسناد حسن روایت کیا ہے ﴿مجمع الزوائد حوالہ مذکورہ﴾

85- حافظ ابن کثیر محدث ابونعیم کے حوالے سے فرماتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ

نے حضرت داؤد (علیہ السلام) کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا حتٰی کہ آپ (علیہ السلام) نے اس سے مکمل زرہیں بنائیں تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ حضور ﷺ کے لیے پتھر اور ٹھوس چٹانیں نرم کر دی گئیں اور وہ آپ ﷺ کیلئے غار بن گئیں جس میں آپ ﷺ میں آپ نے اُحد کے مشرکین سے اوٹ اختیار کی تھی۔ آپ ﷺ پہاڑ کی طرف گئے تا کہ اپنے وجود کو ان سے مخفی کرلیں۔ پس پہاڑ آپ ﷺ کیلئے نرم ہو گیا حتٰی کہ آپ نے اپنا سر اُس میں داخل کر دیا۔

مزید لکھتے ہیں کہ وہ جگہ اب بھی باقی ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

﴿دلائل النبوۃ ابو نعیم ج 02 ص 594۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 1112﴾

86- حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے بلکہ ان کو سکہ (قلعی) کے ساتھ مضبوط گاڑا ہوا تھا۔ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ تشریف لائے اور اپنی چھڑی مبارک کے ساتھ بتوں کی طرف اشارہ فرماتے جاتے اور بت منہ کے بل گرتے جاتے تھے۔

حضور ﷺ ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (میرے محبوب ﷺ اعلان فرماؤ، حق آگیا اور باطل چلا گیا)۔

﴿سیرت ابن ہشام ج 04 ص 59 البدایۃ والنہایہ اردو ج 06 ص 841۔ خصائص کبرٰی ج 02 ص 81۔ طبرانی۔ مجمع الزوائد۔ مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر 18752۔ صحیح ابن حبان ج 09 ص 157۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص 452۔ بحوالہ بخاری و مسلم و مسند بزار﴾

درختوں پر بھی حضور ﷺ کا حکم چلتا ہے:

87- حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضور پرنور ﷺ وادی حجون میں تھے اور مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو بہت ستایا تھا۔ (ایسے پریشانی کے عالم میں) سید عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: یا اللہ! مجھے کوئی ایسی نشانی دکھا جس سے میں مشرکین مکہ کی ایذا رسانی سے پریشان نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادی کے کنارے کھڑے ہوئے اس درخت کو بلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو حاضری کا حکم دیا تو وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا حاضر خدمت ہو گیا اور سلام عرض کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس جانے کا حکم فرمایا تو وہ اپنی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا اور جم گیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مشرکین مکہ کی ایذا رسانی کی کوئی پرواہ نہیں، میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔

﴿طبقات ابن سعد۔ مسند ابو یعلیٰ۔ مسند بزار۔ خصائص کبریٰ ج 1 ص 302۔ مجمع الزوائد ج 9 ص 10۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص 441 بحوالہ بیہقی وابونعیم بسند حسن﴾

88- ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ کوئی ایسی نشانی دکھائیں جو سچائی کی دلیل ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا اور اس درخت کو یہ پیغام دے کہ تجھے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں۔ یہ حکم سنتے ہی درخت نے دائیں بائیں اور آگے پیچھے حرکت کر کے اپنی جڑیں زمین سے اکھاڑیں اور زمین چیرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!" کہتے ہوئے سلام عرض کیا۔ اعرابی نے کہا کہ اب اسے واپس جانے کا حکم فرمائیں۔ حکم ملتے ہی درخت واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تصرف اور فرماں روائی دیکھ کر اعرابی مسلمان ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سجدہ کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے حضور سجدہ جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ بیوی اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ پھر اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں اور پاؤں کو چومنے کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عنایت فرما دی اور اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور قدمین شریفین کا بوسہ لیا۔

﴿شفا شریف ج 01 ص 196۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص 200۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 10۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص 441﴾

89- مستدرک حاکم میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت مُرّۃ ؓ سے فرمایا..... اِنْطَلِقْ اِلٰی هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ فَقُلْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَكُمَا اَنْ تَجْتَمِعَا..... تو اُن دو (2) درختوں کی طرف جا اور اُن سے کہہ دے کہ بے شک تم دونوں درختوں کو رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اکٹھے ہو جاؤ..... یہ حکم سن کر دونوں درخت اکٹھے ہو گئے۔

﴿مستدرک حاکم کتاب التاریخ ج 02 ص 617۔ مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر 11805۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 06﴾

90- حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کھجور کے اس درخت کے خوشہ کو بلاؤں تو تو میری رسالت کی گواہی دے دے گا؟

پس آپ ﷺ نے کھجور کے خوشے کو حاضری کا حکم دیا تو اس نے درخت سے اُترنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ سرکار ﷺ کے سامنے آگرا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: واپس چلا جا تو وہ خوشہ واپس لوٹ گیا..... یہ دیکھ کر اعرابی مسلمان ہو گیا۔

﴿ترمذی ابواب المناقب ج 02 ص 226۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص 442 بحوالہ تاریخ امام بخاری۔ بیہقی۔ دارمی﴾

91- حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ ایک اعرابی حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اُسے ایمان کی دعوت دی تو اس نے کہا: آپ کے پاس رسول ہونے کی کیا دلیل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جو درخت نظر آ رہا ہے، اگر یہ آکر گواہی دے دے تو تو ایمان لے آئے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے اس درخت کو بلایا تو سب نے دیکھا کہ وہ درخت زمین کو چیرتا ہوا حاضر ہو گیا۔ آپ ﷺ کے گواہی طلب کرنے پر درخت نے تین بار گواہی با آواز گواہی دی۔ پھر وہ درخت سرکار ﷺ کی اجازت سے واپس اپنی جگہ گیا۔

﴿دارمی ج 1 ص 18۔ مشکوٰۃ ص 541 باب فی المعجزات﴾

92- ایک اعرابی نے اسلام قبول کرنے کے بعد ایمان کی مضبوطی کے لیے حضور ﷺ سے کوئی نشانی دکھانے کا سوال کیا تو آپ ﷺ کے حکم فرمانے پر درخت حاضر خدمت ہوا اور سلام عرض کیا۔ ﴿شفاء ج 01 ص 195-196۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص 441﴾

93- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے حتّٰی کہ ہم ایک وسیع جنگل میں اترے تو حضور ﷺ قضائے حاجت کے لیے گئے تو آڑ کے لیے کوئی چیز نہ پائی۔ آپ ﷺ جنگل کے کنارے کے ایک درخت کی طرف گئے۔ اس کی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا: اِنْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ .... ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے میرا حکم مان''

فَانْقَادَتْ مَعَهٗ كَالْبَعِیْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِیْ یُصَانِعُ قَائِدَهٗ ''وہ درخت آپ ﷺ کے ساتھ مہار والے اونٹ کی طرح چلنے لگا جو اپنے چلانے والے کی اطاعت کرتا ہے''

حتّٰی کہ آپ ﷺ دوسرے درخت کے پاس پہنچے تو اس کی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے میرا حکم مان...... وہ درخت بھی اسی طرح حضور ﷺ کے ساتھ چلا۔

حضور ﷺ جب ان دونوں درختوں کے درمیان ہوئے تو فرمایا: اللہ کے حکم سے مجھ پر مل جاؤ۔ دونوں درخت مل گئے۔

راوی فرماتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا۔ میں اپنے دل میں کچھ سوچتا تھا۔ میرا دھیان دوسری طرف گیا تو میں نے اچانک آپ ﷺ کو دیکھا اور درختوں کو دیکھا کہ وہ جدا ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک اپنے تنے پر کھڑا ہو گیا تھا۔

﴿مسلم کتاب الزھد ج 02 ص 418۔ مشکوٰۃ ص 533۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 722۔ صحیح ابن حبان ج 09 ص 581۔ دلائل النبوۃ ج 02 ص 392﴾

94- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں...... كَانَ جِذْعٌ یَقُوْمُ عَلَیْهِ النَّبِیُّ ﷺ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ اَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتّٰی نَزَلَ

النَّبِیُّ ﷺ فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلَیْہِ ...... ''کھجور کے ایک تنے پر کھڑے ہو کر رسول اللہ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کے لیے منبر تیار ہو گیا تو ہم نے اس تنے سے ایسی آواز سنی جس طرح دس (10) ماہ کی حاملہ اونٹنی کی آواز ہوتی ہے یہاں تک کہ حضور ﷺ اُترے اور اپنا دست شفقت اس پر رکھا''

﴿بخاری کتاب الجمعہ باب الخطبہ علی المنبر ج 01 ص 125۔ کتاب المناقب باب علامات نبوۃ ج 01 ص 506﴾

95- حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاری عورت نے نبی کریم ﷺ سے کہا: میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بنوا دوں جس پر آپ بیٹھیں؟ میرا ایک بیٹا بڑھئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے تمہاری خواہش۔ آپ ﷺ کے لیے ایک منبر تیار کیا گیا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو حضور نبی کریم ﷺ اس منبر پر بیٹھے..... وَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِیْ کَانَ یَخْطُبُ عِنْدَھَا حَتّٰی کَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِیُّ ﷺ حَتّٰی اَخَذَھَا فَضَمَّھَا اِلَیْہِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِیْنَ الصَّبِیِّ الَّذِیْ یُسَکَّتُ حَتّٰی اسْتَقَرَّتْ قَالَ بَکَتْ عَلٰی مَا کَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّکْرِ...... تو کھجور کا تنا رونے لگا جس کے پاس آپ ﷺ خطبہ دیتے تھے۔ قریب تھا کہ وہ تنا پھٹ جاتا۔ آپ ﷺ (منبر سے) نیچے اُترے اور اسے پکڑ کر سینے سے لگا لیا۔ وہ تنا اس بچے کی طرح رونے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے حتّٰی کہ وہ چپ ہو گیا۔ فرمایا: یہ اس لیے رویا کہ اس کے پاس جو ذکر ہوتا تھا یہ اسے سنتا تھا۔

﴿بخاری کتاب المناقب باب علامات نبوۃ ج 01 ص 504 ۔ کتاب البیوع باب النجار ج 01 ص 506﴾

96- حضرت بریدہ ؓ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ ستون خاموش ہوا تو حضور ﷺ نے اُسے اختیار دیا کہ تو چاہے تو تجھے اسی جگہ لگا دوں اور تو چاہے تو تجھے جنت میں اُگا دوں تو جنت کی نہروں اور چشموں کا پانی پیے اور اللہ تعالیٰ کے دوست تیرا پھل کھائیں۔ یہ

ستون کرستون نے یہی اختیار کیا کہ اسے جنت میں اُگا دیا جائے۔

﴿دارمی حدیث نمبر 36۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص 307۔ مجمع الزوائد ج 02 ص 180۔ فتح الباری ج 07 ص 416﴾

97- یوں بھی ہے کہ وہ ستون ایسا زور سے رویا کہ اس کے رونے کی آواز سے مسجد گونج اٹھی تو آپ نے فرمایا: اگر میں اسے چپ نہ کراتا تو یہ میرے غم میں قیامت تک روتا رہتا۔

﴿حجۃ اللہ علی العالمین ﷺ 448۔ 449۔ ترمذی۔ فتح الباری ج 3 ص 48۔ مجمع الزوائد ج 1 ص 182۔ ابن ماجہ۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 6 ص 826﴾

نورانی ہاتھ لگتے ہی شاخ جگمگانے لگی:

98- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کے وقت آسمان پر بہت زیادہ بادل آئے۔ حضور ﷺ نے جب دعاء کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے تو ایک دم بجلی چمکی جس میں آپ ﷺ کو حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: رات کے اندھیرے میں کیسے آئے ہو؟ عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے خیال آیا کہ بارش کی وجہ سے آج لوگ نماز میں کم آئیں گے اس لیے میں آ گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھ چکو تو میرے آنے تک ٹھہرے رہنا۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھ کر واپس آئے تو انہیں کھجور کی ٹہنی عطا فرمائی اور فرمایا: یہ لے لو، راستہ میں تمہارے آگے دس ہاتھ اور تمہارے پیچھے دس ہاتھ تک روشنی کرے گی۔ جب تم گھر میں داخل ہو جاؤ اور وہاں تمہیں ایک کونے میں کالی چیز نظر آئے تو بات کرنے سے پہلے اس ٹہنی سے اس کو مارنا کیونکہ وہ شیطان ہے۔ ﴿مجمع الزوائد ج 02 ص 167 بحوالہ احمد وبزار﴾

یہ بھی حضور ﷺ کے نورانی ہاتھ کا اعجاز ہے:

99- حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو عیس بن جبر رضی اللہ عنہ کی بینائی کمزور ہو

گئی تو حضور ﷺ نے ان کو ایک لاٹھی دی اور فرمایا: اس سے روشنی حاصل کرو۔ چنانچہ اس لاٹھی سے ان کے لیے یہاں سے وہاں تک کی ساری جگہ روشن ہو جاتی تھی ﴿اصابہ ج 4 ص 130﴾

100- حضرت اُم الحکم رضی اللہ عنہا کے بھائی کو ان کے خاوند نے قتل کر دیا تو وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور روتے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میرا بھائی قتل ہو گیا تو آپ ﷺ نے ایک چلو پانی لے کر ان کے چہرے پر چھڑکا۔ حضرت اُم حکیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اُن پر بڑی سے بڑی مصیبت بھی آتی تو آنسو ان کی آنکھوں میں تو نظر آتے لیکن رخسار پر نہ گرتے۔ ﴿تاریخ امام بخاری۔ اصابہ ج 01 ص 48﴾

ٹہنی تلوار کیسے بن گئی؟

101- حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان کو درخت کی ایک ٹہنی دی جو ان کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار بن گئی جس کا لوہا بڑا صاف اور مضبوط تھا

﴿ابن سعد ج 01 ص 188۔ خصائص کبریٰ ج 01 ص 338۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 03 ص 290 ج 06 ص 1202۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص 431 بحوالہ طبقات ابن سعد﴾

102- جب جنگ بدر میں حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی اور وہ خالی ہاتھ رہ گئے تو حضور ﷺ نے انہیں اپنی چھڑی عطا فرمائی جو بہترین تلوار بن گئی۔

﴿حجۃ اللہ علی العالمین ص 432 بحوالہ بیہقی و ابن عساکر۔ البدایۃ والنہایۃ ج 03 ص 291﴾

103- حضور ﷺ کی عطا کردہ ٹہنی کے تلوار بن جانے کا واقعہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے۔ ﴿حجۃ اللہ علی العالمین ص 432﴾

جانور بھی حضور ﷺ کا حکم مانتے ہیں:

104- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر سے واپس آئے اور جب بنی نجار کے ایک باغ کے پاس پہنچے تو وہاں ایک ایسا اونٹ دیکھا جو باغ میں داخل ہونے والے ہر شخص پر حملہ کر دیتا ہے۔ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں اس اونٹ کے بارے میں عرض کیا۔ آپ ﷺ باغ میں تشریف لائے اور اونٹ کو بلایا تو وہ زمین پر اپنا ہونٹ رکھے ہوئے آیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے حضور بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نکیل لاؤ۔ آپ ﷺ نے اسے نکیل ڈال کر اس کے مالک کے حوالے کر دیا۔

﴿البدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 843 بحوالہ احمد۔ مسند احمد ج 03 ص 310۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 11 ص 473۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 07﴾

105- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے ایک گھرانے کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر وہ پانی لاتے تھے۔ اس اونٹ نے ان کے لیے دشواری پیدا کر دی اور ان کو اپنے اوپر سوار ہونے سے روک دیا۔

انصار نے حضور ﷺ کی خدمت میں اس کے بارے میں شکایت پیش کی۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اُٹھ کھڑے ہو۔ وہ اُٹھ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ باغ کے اندر تشریف لے گئے اور وہ اونٹ باغ کے ایک گوشے میں تھا۔ آپ ﷺ اس کی طرف چلے تو انصار نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ اونٹ کتے کی طرح ہو گیا ہے، ہمیں خدشہ ہے کہ وہ آپ ﷺ پر حملہ کر دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی طرف سے کوئی خوف نہیں۔

پس جب اونٹ نے تاجدارِ دو جہاں، حضور پر نور ﷺ کی طرف دیکھا تو وہ آپ ﷺ کی طرف آیا اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی پیشانی

کے بال پکڑ لیے۔ وہ اونٹ ایسا مطیع و فرماں بردار ہوا کہ کبھی ایسا مطیع نہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اسے کام میں لگا لیا۔ الخ۔

﴿مسند احمد ج 3 ص 158-159 البدایہ و النہایہ اردو ج 6 ص 842 بحوالہ احمد۔ بزار۔ مجمع الزوائد ج 8 ص 399۔ ترغیب وترہیب امام منذری ج 3 ص 55۔ نسائی۔ صحیح ابن حبان۔ دلائل النبوۃ ابو نعیم ج 2 ص 385﴾

نوٹ: حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کی اسناد کو جید قرار دیا ہے۔

106- حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی حاجت میں کھجور کے گھنے درختوں کی اوٹ پسند کرتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے تو ایک اونٹ آپ ﷺ آ کر بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو آپ ﷺ نے اس کی پشت اور کنپٹیوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ پُر سکون ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ انصاری نوجوان نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس چوپائے کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا جس نے تجھے اس کا مالک بنایا ہے۔ اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور اس سے مسلسل مشقت لیتا ہے۔ ﴿مسلم۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 845﴾

107- حضرت حمزہ بن ابی اُسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ بقیع میں ایک انصاری کا جنازہ پڑھنے گئے تو دیکھا کہ ایک بھیڑیا اپنی دونوں اگلی ٹانگیں پھیلائے راستے میں بیٹھا ہے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: یہ تم سے اپنا حصہ مقرر کروانے آیا ہے، اس کے لیے حصہ مقرر کر دو۔ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر سال ہر ریوڑ والے جانور سے ایک بکری۔ لوگوں نے کہا: یہ زیادہ ہے۔ حضور ﷺ نے بھیڑیے کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے چھین لینا تو وہ بھیڑیا چلا گیا۔

﴿البدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 861﴾

108- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آل رسول کے پاس ایک جنگلی جانور تھا۔ جب حضور ﷺ باہر تشریف لے جاتے تو وہ کھیلتا اور دوڑتا اور آگے پیچھے آتا جاتا تھا۔ جب وہ محسوس کرتا کہ رسول کریم ﷺ اندر آ گئے ہیں تو وہ بیٹھ جاتا اور جب تک آپ ﷺ گھر میں رہتے تو وہ اس وجہ سے خاموش رہتا تا کہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔

﴿البدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 863۔اس کی اسناد صحیح کی شرائط کے مطابق ہیں اور یہ مشہور حدیث ہے﴾

دستِ مصطفےٰ ﷺ کا یہ تصرف بھی ملاحظہ ہو:

109- حضرت خباب بن ارت رض کی بیٹی فرماتی ہیں کہ میرے والد ایک لڑائی میں گئے اور ہمارے لیے صرف ایک بکری چھوڑ گئے اور ہم سے کہہ گئے کہ جب اس کا دودھ نکالنا ہو تو اسے صفہ والوں کے پاس لے جانا، وہ اس کا دودھ نکال دیں گے۔ چنانچہ ہم وہ بکری صفہ والوں کے پاس لے گئے تو وہاں تاجدارِ انبیاء سرکارِ دو عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ سرکار ﷺ نے اس بکری کو لیا اور اس کی ٹانگ باندھ کر اس کا دودھ دوہنے لگے اور ہم سے فرمایا: تمہارے ہاں جو سب سے بڑا برتن ہے وہ لے آؤ۔ میں گئی اور مجھے اس پیالے کے سوا کوئی برتن نہ ملا جس میں ہم آٹا گوندھتے تھے۔ میں وہ پیالہ لے آئی۔ حضور ﷺ نے اس میں دودھ ڈالا تو وہ بھر گیا۔ پھر فرمایا: جاؤ خود بھی پیو اور پڑوسیوں کو بھی لاؤ اور جب اس بکری کا دودھ نکالنا ہو، اسے میرے پاس لے آیا کرو میں اس کا دودھ نکال دیا کروں گا۔ ہم وہ بکری آپ ﷺ کی خدمت میں لے جاتے رہے اور ہمارے تو خوب مزے ہو گئے۔

پھر میرے والد واپس آ گئے اور انہوں نے اس کی ٹانگ باندھ کر اس کا دودھ نکالا تو وہ اپنے پہلے دودھ پر آ گئی۔ میری والدہ نے کہا: آپ نے ہماری بکری خراب کر دی۔ انہوں نے کہا: کیوں؟ والدہ نے کہا: یہ تو آپ کے بعد اتنا (زیادہ) دودھ دیا کرتی تھی جس سے یہ بڑا پیالہ

بھر جاتا تھا۔ والد نے کہا: اس کا دودھ کون نکالتا تھا؟ والدہ نے جواب دیا: حضور ﷺ اس کا دودھ نکالتے تھے۔ والد نے کہا: تم مجھے حضور ﷺ کے برابر کر رہی ہو۔ اللہ کی قسم، آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ میں میرے ہاتھ سے کہیں زیادہ برکت ہے ﴿طبقات ابن سعد ج 8 ص 291﴾

110- حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے چلا۔ چلتے چلتے ہم عرب کے ایک قبیلہ کے پاس پہنچے۔ کنارے کے ایک گھر پر حضور ﷺ کی نظر پڑی۔ آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچ کر سواریوں سے نیچے اترے تو وہاں صرف ایک عورت تھی۔ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کے بندے! میں عورت ذات ہوں۔ میرے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔ آپ لوگ مہمان بننا چاہتے ہیں تو قبیلہ کے سردار کے پاس چلے جائیں۔ حضور ﷺ نے اس کی بات قبول نہ فرمائی بلکہ وہیں ٹھہر گئے۔ شام کا وقت تھا۔ کچھ ہی دیر میں اس عورت کا بیٹا اپنی بکریاں ہانکتا ہوا آ گیا۔ عورت نے کہا: اے بیٹے! یہ بکری اور چھری ان دو آدمیوں کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ میری والدہ کہہ رہی ہیں، یہ بکری ذبح کر کے خود بھی کھائیں اور ہمیں بھی کھلائیں۔

جب وہ لڑکا آیا تو حضور نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: چھری لے جاؤ اور (دودھ کے لیے) پیالہ لے آؤ۔ اس لڑکے نے کہا: یہ بکری تو چراگاہ سے دور رہی تھی اور اس کا دودھ بھی نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں تم جاؤ۔ وہ لڑکا جا کر پیالہ لے آیا۔ حضور ﷺ نے بکری کے تھن پر ہاتھ پھیر کر دودھ نکالنا شروع کر دیا تو اتنا دودھ نکلا کہ سارا پیالہ بھر گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اپنی والدہ کو دودھ دے آؤ۔ چنانچہ اس کی ماں نے خوب پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ وہ لڑکا پیالہ لے آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ بکری لے جاؤ اور دوسری بکری لے آ۔ وہ لڑکا دوسری بکری لے آیا۔ حضور ﷺ نے اس کا دودھ نکال کر مجھے پلایا۔ پھر وہ لڑکا تیسری بکری لے آیا۔ اس کا دودھ نکال کر خود سرکار ﷺ نے پیا۔ پھر وہ رات ہم نے وہیں گزاری اور صبح وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اس عورت نے آپ ﷺ کا نام مبارک رکھ دیا تھا۔ پھر

اللہ تعالیٰ نے اس کی بکریوں میں بہت برکت ڈالی اور وہ بیچنے کے لیے بکریوں کا ریوڑ لے کر مدینہ آئی۔ میں وہاں سے گزرا تو اس عورت کے بیٹے نے دیکھ کر مجھے پہچان لیا اور کہنے لگا: اے اماں جان! یہ وہی آدمی ہے جو اس مبارک ہستی کے ساتھ تھا۔ وہ عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ تعالیٰ کے بندے! وہ مبارک آدمی جو تمہارے ساتھ تھا، وہ کون تھا؟ میں نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کون ہیں؟ اس عورت نے کہا: نہیں۔ میں نے کہا: وہ تو آقائے دو جہاں نبی ﷺ ہیں۔ اس کے کہنے پر میں اسے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں لے آیا۔ آپ ﷺ نے اسے کھانا کھلایا، درہم و دینار دیئے اور ہدیہ کے طور پر اسے پنیر اور دیہاتیوں والا سامان اور پہننے کے کپڑے بھی دیئے اور وہ عورت مسلمان ہو گئی۔

﴿دلائل النبوۃ بیہقی ج 02 ص 491-492۔ ابن عساکر ج 04 ص 379۔ کنز العمال ج 8 ص 330۔ البدایہ والنہایہ ج 03 ص 191﴾

111- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرا رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا دودھ ہے؟ میں نے جواب دیا: دودھ تو ہے لیکن یہ بکریاں اور ان کا دودھ میرے پاس بطور امانت ہے اور میں امانت دار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا کوئی ایسی بکری ہے جو اب تک بیاہی نہ گئی ہو؟ میں ایسی بکری خدمت میں لے آیا۔ آپ ﷺ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا تو اس کے تھن میں دودھ اتر آیا۔ آپ ﷺ نے ایک برتن میں اس کا دودھ نکالا اور خود پیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پلایا۔

پھر آپ ﷺ نے تھن سے (مخاطب ہو کر) فرمایا: سکڑ جا۔ تو وہ سکڑ گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے بھی یہ کلام سکھا دیں۔ آپ ﷺ نے میرے سر پہ ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے، تو تو سیکھا سکھایا ہے۔

﴿مسند احمد ج 01 ص 462۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 785۔﴾

طبقات ابن سعد ج 03 ص 156 ۔ صحیح ابن حبان ج 09 ص 100،
149 ۔ مسند طیالسی ص 47﴾

112- حضرت ابو قرصافہ ؓ جن کا اصل نام جندرہ بن خیشنہ ہے، ابتداءِ اسلام میں یتیم بچے تھے اس لیے پرورش والدہ اور خالہ نے کی۔ آپ بچپن میں بکریاں چرایا کرتے تھے اور آپ کی والدہ اور خالہ آپ کو حضور ﷺ کی قربت اختیار نہ کرنے کی تاکید کرتی تھیں مگر یہ ہر روز بکریاں چراگاہ میں چھوڑ کر حضور ﷺ کے پاس چلے جاتے تھے اور بکریاں چرانے میں دھیان نہ دیتے تھے جس کی وجہ سے بکریاں کمزور ہوئیں اور ان کے تھن خشک ہو گئے۔

ان کی والدہ اور خالہ نے اس بارے میں سخت پوچھ گچھ کی اور حضرت ابو قرصافہ ؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں معاملہ عرض کیا آپ ﷺ نے ان کی بکریوں کے خشک تھنوں پر اپنا مبارک ہاتھ لگا دیا تو سب بکریوں کے خشک تھن دودھ سے بھر گئے۔

جب حضرت ابو قرصافہ ؓ کی والدہ اور خالہ نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے بتایا کہ یہ سب حضور ﷺ کے دستِ کرم کی عطاء و بخشش ہے۔

یہ سن کر آپ کی والدہ اور خالہ بہت متاثر ہوئیں اور کہا کہ انہیں بھی حضور ﷺ کی بارگاہ میں لے چلیں چنانچہ وہ ان کو بھی سرکار مدینہ حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ انہوں نے جیسے ہی آپ ﷺ کا روشن چہرہ دیکھا تو فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئیں۔

﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 395 بحوالہ طبرانی وقال رجالہ ثقات﴾

113- حضرت عمران بن حصین ؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا ......آپ ﷺ نے چند سواروں کے ساتھ مجھے پانی کی تلاش میں بھیجا۔ اس وقت ہم سخت پیاس کی حالت میں آ رہے تھے۔ اچانک ہم نے ایک عورت دیکھی جو سواری پر اپنے دونوں پاؤں لٹکائے دو مشکیزے رکھے ہوئے جا رہی تھی۔ ہم نے پوچھا: پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا: پانی بہت دور ہے تمہیں نہیں مل سکتا۔ ہم نے پوچھا: تمہارے گھر سے کتنی دور ہے؟ اس

نے کہا: ایک دن رات کا فاصلہ ہے۔ ہم نے کہا: تم حضور ﷺ کی خدمت میں چلو۔ وہ کہنے لگی: وہ کون ہیں؟ پھر ہمارے پاس اس کو زبردستی لے جانے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

رسول کریم ﷺ نے اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے وہی باتیں بتائیں جو ہمیں بتا چکی تھی...... پھر حضور ﷺ نے اس کی سواری بٹھانے کا حکم دیا۔ سواری بٹھادی گئی...... فَمَجَّ فِي الْعَزْلَاوَيْنِ الْعُلْيَاوَيْنِ ...... تو آپ ﷺ نے اس کے مشکیزوں کے سونہوں میں کلی کی...... سواری کو کھڑا کر دیا۔ تو ہم سب نے پانی پیا اور ہم چالیس پیاسے افراد تھے جو سب سیر ہو گئے اور ہم نے اپنی سب مشکیں اور برتن بھی بھر لیے اور ہمارے جس ساتھی کو جنابت لاحق تھی اس کو بھی غسل کرا دیا گیا مگر اس کی اونٹنی کو پانی نہیں پلایا گیا اور اس کے مشکیزے اسی طرح بھرے ہوئے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ لے آؤ۔ ہم لوگ روٹی کے بہت سے ٹکڑے اور کھجوریں لے آئے۔ آپ ﷺ نے ان سب کو ایک تھیلی میں باندھ کر اس عورت سے فرمایا: یہ چیزیں لے جاؤ اور اپنے بچوں کو کھلاؤ اور یہ سمجھ لو کہ ہم نے تمہارے پانی سے کچھ کمی نہیں کی ہے۔

وہ عورت اپنے گھر پہنچ کر کہنے لگی: آج میں انسانوں میں سب سے بڑے جادوگر سے مل کر آئی ہوں یا پھر وہ شخص اپنے دعوے کے مطابق نبی ہے۔ آج اس کے ہاتھ پر ایسی ایسی نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی وجہ سے اس ساری بستی کو ہدایت عطا فرما دی۔ وہ خود بھی مسلمان ہوئی اور اس کی بستی والے بھی مسلمان ہو گئے۔

﴿مسلم کتاب المساجد باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ ج 01 ص 240﴾

114- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی بہن فرماتی ہیں کہ میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے مجھے بلایا اور میرے کپڑوں میں کھجوروں کا ایک پیالہ دے کر کہا: اے بیٹی! اپنے باپ اور اپنے ماموں کے پاس صبح کا کھانا لے جا۔ میں یہ کھانا لے کر چلی گئی اور اپنے باپ اور ماموں کو

ڈھونڈتی ہوئی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزری تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بیٹی! آؤ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) یہ کھجوریں ہیں جو میری ماں نے مجھے دے کر میرے باپ بشر بن سعد اور میرے ماموں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں لاؤ۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے وہ کھجوریں حضور ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں میں ڈال دیں اور انہوں نے (کم ہونے کے باعث) ان ہتھیلیوں کو نہ بھرا۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے کپڑا بچھایا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجوریں کپڑے کے اوپر ڈال دیں۔ پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا: اہلِ خندق میں اعلان کر دو کہ وہ صبح کا کھانا کھانے کے لیے میرے پاس آجائیں۔ پس اہلِ خندق جمع ہو گئے اور اس سے کھانے لگے اور وہ کھانا بڑھنے لگا یہاں تک کہ اہلِ خندق آپ ﷺ کے ہاں سے واپس چلے گئے اور کھجوریں کپڑوں کے کناروں سے نیچے گر رہی تھیں۔

﴿سیرۃ ابن اسحاق ج 2 ص 218۔ خصائص کبریٰ ج 1 ص 571۔ دلائل النبوۃ ابو نعیم ج 2 ص 500۔ البدایۃ والنہایۃ اردو ج 6 ص 881﴾

115- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی..... وانذر عشیرتک الاقربین ﴿الشعراء: 214﴾ اے محبوب (ﷺ)! آپ اپنے قریبیوں کو ڈر سنائیں..... تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے علی! ایک صاع کھانا اور بکری کی ایک ٹانگ پکا کر تیار کرو (وہ کھانا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تیار کیا تھا) اور ایک پیالہ دودھ کا مہیا کرو اور عبدالمطلب کی اولاد جمع کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا تو تقریباً چالیس سرداران قریش جمع ہو گئے جن میں آپ ﷺ کے چچا ابو طالب، حضرت حمزہ، حضرت عباس اور ابولہب بھی تھے اور ان میں ایسے افراد بھی تھے جو ایک ایک پوری بکری کھا جائے اور پورا پیالہ دودھ پی جائے۔ سرکار ﷺ نے اس کھانے سے ایک لقمہ لیا، اُسے اپنے دانتوں سے چبا کر ہنڈیا کے کناروں میں ڈال دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے کھاؤ۔ سب نے پیٹ بھر کر کھایا، پھر

دودھ پیش کیا تو سب نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ پھر آپ ﷺ نے کلام ارشاد فرمایا تو ابولہب نے کہا: تم پر محمد ﷺ نے جادو کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے پھر کوئی بات نہ کی۔

پھر دوسرے دن کھانا تیار کرایا، ان لوگوں کو دعوت دی اور پھر کھانے کے بعد اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کو ڈر سنایا۔

﴿تفسیر ابن جریر طبری ج 19 ص 74-75 تفسیر ابن کثیر ج 03 ص 350-351۔ خصائص کبریٰ ج اص 306۔ تفسیر مظہری ج 07 ص 86-87۔ مجمع الزوائد ج 08 ص 302﴾

116- حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ایک سو تیس افراد تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی کے پاس کھانا ہے؟ اس وقت ایک آدمی کے پاس ایک صاع کے لگ بھگ کھانا تھا۔ پس اسے گوندھا گیا۔ اتنے میں ایک لمبا تڑنگا مشرک ریوڑ ہانکتا ہوا آ گیا۔ پس حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تم بیچنے کے لیے یا عطیہ اور ہبہ کے طور پر (کوئی بکری) دینے کے لیے تیار ہو؟ اس نے کہا: نہیں بلکہ میں بیچتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

پس حضور ﷺ نے اس بکری کی کلیجی بھوننے کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالی کی قسم ایک سو تیس آدمیوں میں ہر ایک کو اس کلیجی سے حصہ مل گیا۔ جو حاضر تھے انہیں حصہ دے دیا گیا اور جو موجود نہ تھے ان کا حصہ رکھ دیا گیا۔ پھر بکری کا گوشت دو کونڈوں میں نکالا گیا۔ پس ہم سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور دونوں کونڈوں میں بچ بھی رہا جو ہم نے اونٹ پر لاد لیا۔

﴿بخاری کتاب الاطعمہ ج 02 ص 811۔ فتح الباری ج 06 ص 591۔ مسلم﴾

117- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے انہوں نے پیچھے چھ (06) لڑکیاں چھوڑیں اور ان کے اوپر کچھ قرض تھا۔ جب کھجوریں توڑنے کے دن آئے تو میں نے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ

(ﷺ)! آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ میرے والد محترم غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے کافی قرضہ پیچھے چھوڑا اور میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کی زیارت کرلیں۔

غم خوار و غم گسار آقا ﷺ نے فرمایا تم جاؤ اور ہر قسم کی کھجوروں کے الگ الگ ڈھیر لگا دو۔ پس میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں آپ ﷺ کو بلا لایا۔ قرض خواہ آپ ﷺ کو دیکھ کر اور زیادہ سختی سے تقاضا کرنے لگے۔

آپ ﷺ نے یہ دیکھا تو بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے اور اس کے اوپر بیٹھ گئے اور مجھے حکم دیا کہ اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ (وہ آ گئے تو) آپ ﷺ پیمانہ بھر بھر کر انہیں دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا سارا قرض ادا کر دیا جب کہ خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا تھا کہ سارا قرض ادا ہو جائے خواہ میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی نہ لے جا سکوں۔

پس خدا کی قسم، یہ ڈھیریاں بچ رہیں حتّٰی کہ میں دیکھتا ہوں کہ جس کھجور کے ڈھیر پر رسول کریم ﷺ بیٹھے تھے، یوں لگتا تھا کہ اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہے۔

﴿بخاری کتاب الوصایا ج 01 ص 390، کتاب المغازی ج 02 ص 580﴾

118- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے شادی کی اور اپنی زوجہ کے پاس تشریف لے گئے۔ میری والدہ نے حیس تیار کی اور ایک پیالے میں ڈال کر مجھے فرمایا: اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ اور عرض کرو: یا رسول اللہ (ﷺ)! میری والدہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور آپ کو سلام کہا ہے اور کہتا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! ہماری طرف سے آپ کے لیے یہ حقیر سا نذرانہ حاضر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسے لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اپنی والدہ کا سلام کہا اور گزارش عرض کر دی۔

حضور نے اسے رکھنے کا حکم دے کر فرمایا: جاؤ فلاں فلاں کو میرے پاس بلاؤ۔ چند آدمیوں کے نام لیے اور ان کے علاوہ جو بھی ملے اسے بلاؤ۔ میں ان سب کو جن کے آپ ﷺ نے نام لیے تھے اور ان کے علاوہ جن جن حضرات سے میری ملاقات ہوئی، ان کو بھی

نکلا لایا۔ راوی حضرت ابو عثمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ان کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے فرمایا: تقریباً تین سو آدمی ہوں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انس الاؤ۔ پھر وہ لوگ داخل ہوئے یہاں تک کہ چبوترہ اور حجرہ بھر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس دس کا حلقہ بنالو اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ ایک جماعت نکلتی تو دوسری آجاتی۔ اسی طرح سب نے کھایا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انس! اُٹھا لو۔ تو مجھے اندازہ نہیں کہ میں جس وقت لایا تھا اس وقت زیادہ تھا یا اُٹھاتے وقت زیادہ تھا۔

﴿ترمذی ابواب تفسیر سورۃ احزاب﴾

119- حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بھنی ہوئی بکری تیار کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو رافع! مجھے دست (ہاتھ کا گوشت) دو۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دست دیا۔ پھر فرمایا: اے ابو رافع! مجھے دست دو۔ میں نے دست پیش کیا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم خاموش رہتے تو میں جتنی دفعہ مانگتا تم مجھے اتنے ہی دست دیتے۔

﴿مسند احمد ج 06 ص 08، ص 392۔ طبقات ابن سعد۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص 251۔ طبرانی اوسط۔ مجمع الزوائد ج 08 ص 392 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ البدایۃ والنہایۃ اردو ج 06 ص 819﴾

فرشتے بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانتے ہیں:

120- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:...... مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَلَهٗ وَزِيْرَانِ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيْرَانِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَمَّا وَزِيْرَایَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرَئِيْلُ وَ مِيْكَائِيْلُ وَاَمَّا وَزِيْرَایَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْ بَكْرٍ وَ

عُمَرُ ...... ہر نبی کے لیے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں پس میرے آسمانی وزیر حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں اور زمین والے وزیر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ﴿ترمذی ابواب المناقب﴾

121- حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ پر کوئی ایسا دن آیا جو جنگ اُحد سے زیادہ سخت ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری قوم سے بہت زیادہ تکلیف پہنچی اور سب سے زیادہ عقبہ کے دن پہنچی جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل پر پیش کیا لیکن اس نے وہ چیز قبول نہ کی جو میں چاہتا تھا۔ پس میں غم زدہ ہو کر واپس چلا آیا اور قرن ثعالب پر پہنچ کر مجھے افاقہ ہوا۔ اچانک میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو مجھ پر ایک بادل نے سایہ کیا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ سایہ میں حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: آپ نے اپنی قوم سے جو کچھ کہا تھا اور انہوں نے جو جواب آپ کو دیا، وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا۔ قَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ ان لوگوں کے بارے میں اسے جو چاہیں حکم دیں .... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے پکارا اور سلام کیا۔ پھر فرشتے نے عرض کیا: یا محمد! میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اور مجھے آپ کے رب تعالیٰ نے اس لیے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو ان لوگوں پر بچھا دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

﴿مسلم کتاب الجہاد باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج02 ص109﴾

آپ ﷺ کو شیطان پر بھی غلبہ واختیار حاصل ہے:

122- حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا کہ ایک شیطان میرے سامنے آیا۔ میں نے اس کا گلا پکڑ کر اس زور سے گھونٹا کہ اس کی زبان باہر نکل آئی اور مجھے اپنے انگوٹھے پر اس کی زبان کی ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام پر رحم فرمائے، اگر ان کی دعا نہ ہوتی تو شیطان بندھا ہوتا اور تم سب اسے دیکھتے۔ ﴿خصائص کبریٰ ج 02 ص 279۔ دلائل النبوۃ ابو نعیم ج 02 ص 367﴾

123- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جید سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت ابو سعید ؓ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے تھا۔ آپ ﷺ نے قرأت کی تو قرأت آپ ﷺ پر مشتبہ ہوگئی اور آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کاش تم مجھے اور ابلیس کو دیکھتے، میں نے اپنے ہاتھوں سے اشارہ کیا اور میں مسلسل اس کا گلا گھونٹتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کے تھوک کی ٹھنڈک اپنی ان دو انگلیوں میں محسوس کی اور اگر میرے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو وہ مسجد کے ایک ستون کے ساتھ بندھا ہوتا اور اہل مدینہ کے بچے اس سے کھیلتے۔ ﴿البدایہ والنہایہ 6 ص 1156﴾

124- حضرت عثمان بن ابی العاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ نے مجھے طائف کا عامل بنایا تو کوئی چیز آ کر مجھے نماز میں ستاتی تھی حتٰی کہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ میں نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ جب مجھے اس کا احساس ہوا تو میں حضور پر نور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابن ابی العاص؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: تم کس لیے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نماز میں مجھے کوئی چیز ستاتی ہے حتٰی کہ مجھے پتہ نہیں چلتا کہ میں نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان ہے قریب آؤ۔ میں آپ ﷺ کے قریب ہوا اور

اپنے قدموں کے بل بیٹھ گیا...... فَضَرَبَ صَدْرِیْ بِیَدِہٖ وَتَفَلَ فِیْ فَمِیْ وَقَالَ اُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰہِ فَفَعَلَ ذَالِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ...... تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور میرے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور فرمایا: اے اللہ تعالیٰ کے دشمن نکل جا۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ ایسا کیا...... آپ ﷺ نے فرمایا: اب تم اپنے کام پر جاؤ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم، میں نہیں سمجھتا کہ وہ اس کے بعد مجھے ملا ہو۔

﴿ابن ماجہ ص 253۔ دلائل النبوۃ ابو نعیم ج 02 ص 466۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 03﴾

125- حضرت ابو یعلیٰ بن مُرۃ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک گھاٹ پر سے گزرے تو حضور پرنور ﷺ کی بارگاہ میں ایک عورت اپنا بچہ لائی جسے دیوانگی تھی تو آپ ﷺ نے اس بچے کے ناک کا نتھنا پکڑ کر فرمایا...... اُخْرُجْ فَاِنِّیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ...... نکل جا کہ بے شک میں اللہ کا رسول محمد ہوں۔

پھر ہم چلے۔ واپسی پر پانی کے اسی چشمے کے پاس سے گزرے تو حضور ﷺ نے اس عورت سے بچے کے بارے میں پوچھا۔ وہ بولی: اس ذات کی قسم، جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا، آپ کے بعد ہم نے اس میں کوئی تکلیف اور بیماری نہیں دیکھی۔

﴿شرح السنۃ کتاب الفضائل ج 13 ص 296۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔
مسند احمد ج 04 ص 170۔ دلائل النبوۃ ابو نعیم ج 02 ص 465﴾

126- مستدرک حاکم میں حضور ﷺ کا یہ حکم اس طرح ہے...... اُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰہِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! نکل جا، میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

﴿مشکوٰۃ ص 540 باب فی المعجزات۔ مستدرک حاکم کتاب التاریخ ج 02 ص 617-618 البدایہ والنہایہ ج 06 ص 145۔ 146﴾

حاصلِ کلام: اس باب کی احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

1- سورج، چاند، بادل، پہاڑ، درخت، فرشتے اور جن حضور ﷺ کے حکم کے تابع ہیں اور آپ ﷺ کو ان افراد واشیاء کائنات پر تصرف وتسلط اور قدرت واختیار حاصل ہے۔

2- حضور ﷺ کے تصرف وتسلط، قدرت واختیار اور حکمرانی وفرماں روائی کے اعتقاد کا عین اسلام ہونا احادیث مبارکہ سے ثابت وواضح ہے اور ایسے پاکیزہ اعتقاد کو شرک قرار دینا ان احادیث مبارکہ سے اعراض وبیگانگی اور مخالفت کے سوا کچھ نہیں۔

3- حضور ﷺ کا پورے اعتماد ویقین کے ساتھ سورج کو رکنے، چاند کو دو ٹکڑوں میں پھٹنے، بادلوں کو انگلی سے اشارہ کرنے، اُحد پہاڑ کو تھم جانے اور درختوں کو حاضر ہونے کا حکم دینے سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے تصرف واختیار اور طاقت وقدرت کے بارے میں ذرہ برابر بھی شک نہ تھا ورنہ آپ ﷺ کیوں کر حکم صادر فرماتے۔

4- کفار ومشرکین کے مطالبہ پر چاند توڑنے اور اعرابی کے مطالبہ پر درخت کو حاضر ہونے کا حکم دینے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان معجزات کے ظہور وصدور میں حضور ﷺ کے ارادہ واختیار کو پورا دخل حاصل تھا۔

5- صحابہ کرام کے ان احادیث مبارکہ کو بیان فرمانے اور محدثین کرام کے اپنی کتابوں میں نقل فرمانے سے ان نفوس قدسیہ کا عقیدہ بھی معلوم ہوا کہ وہ حضور ﷺ کو بے اختیار نہیں بلکہ صاحب اختیار مانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام ومحدثین کرام علیہم الرضوان کا سا پاکیزہ عقیدہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

تیسرا باب

حضور ﷺ تمام نعمتوں کے مالک و مختار ہیں

ساری زمین کے خزانے آپ ﷺ کے قبضہ و اختیار میں ہیں:

127- حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ہم مسجد میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو فرمایا کہ یہودیوں کے پاس چلو۔ جب ہم بیت المدراس پہنچے تو آپ ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا: اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ...... اسلام قبول کر لو، محفوظ ہو جاؤ گے اور جان رکھو کہ زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے ......اور میں تمہیں اس زمین سے نکال دینا چاہتا ہوں۔ تم میں سے جس کے پاس مال ہو وہ اپنا مال فروخت کر دے ورنہ جان لو...... زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے۔

﴿بخاری کتاب الجہاد باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب ج 01 ص 449﴾

128- حضرت عقبہ بن عامر ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نکلے تو اُحد والوں کے لیے نماز پڑھی جس طرح جنازوں پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر کی طرف آئے اور فرمایا: میں تمہارا فرط ہوں۔ میں تم پر گواہ ہوں۔ میں اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْمَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ...... مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں یا (فرمایا) زمین کی کنجیاں...... اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم دنیا حاصل کرنے میں لگ جاؤ گے۔

﴿بخاری کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الشہید ج 01 ص 179﴾

129- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ حَتّٰی رَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا وَاَعْطَانِیَ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ……
بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا حتّٰی کہ میں نے اس کے تمام مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخ اور سفید دو خزانے عطا فرمائے۔

﴿مسلم کتاب الفتن ج 02 ص 390﴾

130- حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور رعب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا زمین کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں …… حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے گئے اور تم ان خزانوں کو اپنے تصرف میں لا رہے ہو یا ان سے فائدہ حاصل کر رہے ہو یا اسی طرح کا کوئی لفظ ارشاد فرمایا۔

﴿بخاری کتاب الجہاد باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم نُصِرتُ بالرُّعب مسیرۃ شہر ج 02 ص 229۔ کتاب الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بجوامع الکلم ج 02 ص 1080۔ مسلم ج 01 ص 273﴾

اسماعیل دہلوی کی وضاحت: جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے، جب چاہے نہ کھولے۔

﴿تقویۃ الایمان باب نمبر 04، علم میں شرک ص 44 مطبوعہ مکتبہ شیش محل روڈ لاہور﴾

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

1- حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے فرط ہونے کے باعث آخرت میں ہمارے مددگار ہیں۔

2- اللہ تعالیٰ نے تمام خزانوں کی چابیاں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں دے دی ہیں

اور آپ کو خزانوں اور نعمتوں کی تقسیم کا اختیار عطا فرمایا ہے۔ اسی لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا:
وَاللّٰهُ يُعْطِي وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ...... ''اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرماتا ہے اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں'' ﴿بخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ به خیراً ج 1 ص 17﴾

3- حضور ﷺ کے صدقے یہ امت شرک میں مبتلا نہ ہوگی۔

کاش حضور ﷺ کی قسم کے باوجود شب و روز مسلمانوں کی اکثریت کو مشرک قرار دینے والے اپنی روش پر نظر ثانی فرمائیں، آمین۔

جنت اور اس کی نعمتیں بھی آپ ﷺ کے قبضہ و اختیار میں ہیں

حوض کوثر آپ ﷺ کی ملکیت ہے:

131- حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَإِنَّهُمْ يَتَبَاهَوْنَ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ وَارِدَةً إِنِّي أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً......

''بے شک ہر نبی کے لیے ایک حوض ہے اور وہ آپس میں فخر کرتے ہیں کہ کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرے حوض پر آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے'' ﴿ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ﴾

132- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي

''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے''

﴿بخاری کتاب فضائل المدینہ ج 01 ص 253۔ کتاب الحوض ج 02 ص 975 باب فضل ما بین القبر والمنبر﴾

نہر کوثر بھی حضور ﷺ کی ملکیت ہے:

133- حضرت سعید بن جبیر ؓ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا: کوثر سے مراد بہت زیادہ بھلائیاں (خیر کثیر) ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عطا فرمائی ہیں ......ابوالبشر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر ؓ سے کہا: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے۔ حضرت سعید ؓ نے فرمایا کہ جنت کی وہ نہر بھی اسی بھلائی کا ایک حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عطا فرمائی۔

﴿بخاری کتاب الرقاق باب فی الحوض ج 02 ص 974۔ کتاب التفسیر باب انا اعطیناک الکوثر ج 02 ص 742﴾

134- حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب میں جنت کی سیر کر رہا تھا تو ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں جانب کھوکھلے موتیوں کے گنبد بنے ہوئے تھے۔ میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا...... هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِىْ أَعْطَاكَ رَبُّكَ...... یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے...... اس کی مٹی یا خوشبو تیز مشک کی ہے ﴿بخاری کتاب الرقاق باب فی الحوض ج 2 ص 974﴾

تمام نعمتیں حضور ﷺ کے ہاتھ سے تقسیم ہوتی ہیں:

135- حضرت معاویہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے...... وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِىْ...... اور میں تو تقسیم کرنے والا ہی ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے۔

﴿بخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیراً۔ ج 01 ص 17﴾

136- حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا تو ارادہ ہوا کہ

اس کا نام محمد رکھ دیا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھو لیکن میری کنیت ابوالقاسم نہ رکھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے (اپنی نعمتیں) تمہارے درمیان تقسیم کرنے کے لیے قاسم بنایا ہے۔ ﴿بخاری کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالیٰ فان للہ خمسہ ج 01 ص 439﴾

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

حضور نبی کریم ﷺ اور مال غنیمت اور اس جیسی چیزیں تقسیم فرماتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ آپ نیک لوگوں کو خوشخبری اور بدکاروں کو وعید کی تقسیم کرتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بلندیوں اور پستیوں کی تقسیم بھی آپ کی طرف مفوض ہو اور ان تمام معانی کا ارادہ کر لینے سے کوئی بات مانع نہیں ہے (یعنی یہ تمام معنی مراد لیے جا سکتے ہیں) جیسا کہ اس بات پر مفعول کا محذوف کرنا (کہ کیا چیز تقسیم کرتے ہیں) دلالت کرتا ہے تا کہ ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق کہہ سکے کہ اللہ تعالیٰ یہ چیز دیتا ہے اور حضور ﷺ اسے تقسیم فرماتے ہیں۔

﴿اردو ترجمہ عبارت مرقاۃ شرح مشکوۃ باب الاسامی ج 9 ص 105 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

انور شاہ کشمیری کا بیان:

حقیقت میں دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور تقسیم کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہراً اور صورتاً دینے والے بھی رسول اللہ ہیں اور تقسیم کرنے والے بھی آپ ﷺ ہیں اور یہاں ظاہر ہی مراد ہے کیونکہ تمام لوگوں کی نظر حقیقت کی طرف منتقل نہیں ہوتی اور عرف میں بھی ظاہر ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب ظاہر کے اعتبار سے دینے والے بھی حضور ﷺ ہیں اور تقسیم کرنے والے بھی حضور ﷺ تو آپ ﷺ نے عطا کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور تقسیم کی نسبت اپنی طرف کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عطا کا مرتبہ تقسیم سے بلند ہوتا ہے اس

لیے حضورﷺ نے تو اضعا اللہ تعالیٰ کی طرف عطا کی نسبت کی اور اپنی طرف تقسیم کی نسبت کی
﴿فیض الباری از انور شاہ کشمیری ج 01 ص 171 مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ مصر﴾

مشہور محدث حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَنَّہٗ ﷺ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ خَزَائِنَ کَرْمِہٖ وَمَوَائِدَ نِعَمِہٖ طَوْعَ یَدَیْہِ وَتَحْتَ اِرَادَتِہٖ یُعْطِیْ مِنْھُمَا مَنْ یَّشَآءُ وَیَمْنَعُ مَنْ یَّشَآءُ......

''بے شک حضورﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان آپ ﷺ کے دستِ کرم یعنی قبضہ و اختیار میں دیے ہیں اور آپ ﷺ کے ارادہ کے تحت فرما دیے ہیں آپ ﷺ ان خزانوں اور نعمتوں میں سے جسے چاہیں عطا فرما دیں اور جسے چاہیں محروم رکھیں'' ﴿جواہر المنظم ص 42﴾

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

خَصَّ حَبِیْبَہٗ بِاِعْطَاءِ مَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْمَوَاھِبِ فَلَا یَخْرُجُ مِنْھَا شَیْءٌ اِلَّا عَلٰی یَدِہٖ ﴿فیض القدیر شرح جامع صغیر ج 01 ص 546﴾

''(اللہ تعالیٰ نے) اپنے حبیب ﷺ کو عطاؤں کے خزانوں کی چابیاں دے کر خاص فرمالیا تو ان خزانوں میں سے ہر چیز صرف آپ ہی کے ہاتھ سے نکلتی ہے''

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا:

137- امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ شہزادہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کاشانہ پر حاضری کی اجازت طلب فرمائی۔ ابھی اجازت نہ آئی تھی کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دروازے پر حاضر ہو کر اجازت چاہی۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے

اجازت عطا نہ فرمائی۔ یہ دیکھ کر حضرت امام حسین ﷺ بھی واپس چلے گئے حضرت امیر المومنین ﷺ نے آپ ﷺ کو بلا بھیجا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ خیال کر کے واپس چلا گیا کہ آپ نے جب اپنے بیٹے کو اجازت نہیں دی تو مجھے بھی نہیں دیں گے۔

حضرت عمر ﷺ نے فرمایا...... اَنْتَ اَحَقُّ بِالْاِذْنِ مِنْهُ وَهَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ فِیْ رَأْسِیْ بَعْدَ اللّٰهِ اِلَّا اَنْتُمْ...... آپ ان سے زیادہ اجازت کے حق دار ہیں اور سر کے بال اللہ تعالیٰ کے بعد آپ لوگوں کے سوا کس نے اُگائے ہیں (یعنی یہ عزت اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی کی عطا کی ہوئی ہے) ﴿دار قطنی﴾

138- حضرت امام حسین ﷺ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم ﷺ نے مجھ سے کہا: اے بیٹے! میری تمنا ہے کہ آپ میرے پاس آیا کریں۔ ایک دن میں گیا تو معلوم ہوا کہ آپ تنہائی میں حضرت معاویہ ﷺ سے باتیں کر رہے ہیں اور آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ ﷺ دروازے پر رُکے ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ ﷺ واپس ہوئے تو میں بھی واپس آ گیا۔ اس کے بعد حضرت امیر المومنین ﷺ مجھے ملے۔ فرمایا: آپ تشریف نہیں لائے۔ میں نے کہا: یا امیر المومنین! میں آیا تھا آپ حضرت معاویہ ﷺ کے ساتھ تنہائی میں تھے۔ میں آپ کے بیٹے کے ساتھ واپس آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَنْتَ اَحَقُّ بِالْاِذْنِ مِنْهُ وَهَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ فِیْ رَأْسِیْ بَعْدَ اللّٰهِ اِلَّا اَنْتُمْ......

"آپ ابن عمر (ﷺ) سے زیادہ حق دار ہیں۔ آپ جو بال ہمارے سروں پر دیکھ رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ ہی نے تو اگائے ہیں اور پھر آپ لوگوں نے"

﴿اصابہ فی تمیز الصحابہ ج 01 ص 333۔ ابن عساکر ج 14 ص 176۔ سیر الاعلام ج 03 ص 285۔ تاریخ بغداد خطیب ج 01 ص 141...... امام حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے﴾

139- ایک روایت میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق ﷺ کے یہ الفاظ مروی ہیں۔

......هَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ عَلٰی رُؤُسِنَا اِلَّا اٰبَاؤُكَ ﴿طبقات ابن سعد﴾

"ہمارے سروں پر یہ بال کس نے اُگائے ہیں سوائے آپ کے ابا حضور کے"

آخرت کی عزت بھی آپ ﷺ کے اختیار میں ہے:

140- حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا جب لوگ اٹھائے جائیں گے اور میں ان کا پیشوا ہوں گا جب بارگاہ میں پیش ہوں گے اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے اور میں ان کا سفارشی ہوں گا جب وہ محبوس زدہ ہوں گے اور میں خوش خبری دینے والا ہوں گا جب وہ نا امید ہوں گے۔ مزید فرمایا: اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ...... عزت اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہو گا۔

﴿سنن دارمی ج 01 ص 30۔ ترمذی ج 02 ص 201۔ شرح السنہ للبغوی ج 13 ص 203۔ مشکوٰۃ ص 514۔ مرقاۃ ج 10 ص 36 المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ﴾

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بزرگی دادن و کلید ہائے بہشت و ابواب رحمت آں روز بدست من است...... بزرگی دینا اور جنت اور رحمت کے دروازں کی چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

﴿اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج 04 ص 477﴾

آپ ﷺ جنت کا چشمہ بھی عطا فرماتے ہیں:

141- جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ لائے تو یہاں کا پانی انہیں پسند نہ آیا اس لیے کہ یہ کھاری تھا۔ بنی غفار کے ایک شخص کی ملکیت میں میٹھے پانی کا ایک چشمہ تھا جس کا نام رومہ تھا۔ وہ اس کا مشک بھر پانی نصف صاع میں بیچتے تھے۔

حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ چشمہ میرے ہاتھ جنت کے ایک چشمہ کے بدلے دے دو۔ اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا اور میرے بچوں کا روزگار اسی میں ہے۔ مجھ میں یہ طاقت نہیں۔

یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ چشمہ مالک سے قیمتاً خرید لیا اور سرکار ﷺ سے عرض کیا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَجْعَلُ لِیْ مِثْلَ الَّذِیْ جَعَلْتَ لَهٗ عَیْنًا فِی الْجَنَّةِ اِنْ اشْتَرَیْتُھَا: یارسول (ﷺ)! آپ جس طرح اس شخص کو جنت کا چشمہ عطا فرماتے تھے۔ میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو کیا آپ مجھے بھی جنت کا چشمہ عطا فرمائیں گے؟ قَالَ نَعَمْ...... حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے بیئر رومہ خرید لیا اور مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ ﴿طبرانی معجم کبیر۔ابن عساکر﴾

حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دو بار جنت عطا فرمائی:

142- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اِشْتَرٰی عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ الْجَنَّةَ مَرَّتَیْنِ یَوْمَ رُوْمَةَ وَیَوْمَ جَیْشِ الْعُسْرَةِ...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو بار حضور ﷺ سے جنت خریدی۔ بیئر رومہ کے دن اور لشکر کی تنگی کے دن۔

﴿مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ ج 03 ص 107۔ابن عساکر ج 39 ص 72﴾

اپنے خدمت گار کو جنت کی رفاقت بھی عطا فرمائی:

143- خاص خدمت گار رسول حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

...... کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَاٰتِیَهٗ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِیْ سَلْ (وَفِی الطَّبَرَانِی فَقَالَ یَوْمًا یَا رَبِیْعَةُ سَلْنِیْ فَاُعْطِیَكَ) قَالَ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ اَوْ غَیْرَ ذَالِكَ قُلْتُ ھُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ

''میں حضور ﷺ کی خدمت میں رات کو حاضر رہتا۔ ایک رات حضور ﷺ کے لیے پانی وغیرہ برائے وضو و (دیگر) ضروریات لایا حضور ﷺ کی عطاء و بخشش کا دریا جو رحمت جوش میں آیا) ارشاد فرمایا: کچھ مانگ لو۔ طبرانی میں ہے (ایک دن فرمایا: اے ربیعہ مجھ سے مانگ لو تو میں تمہیں عطا کروں)۔ میں نے کہا: میں جنت میں آپ کی رفاقت (آپ کا ساتھ) مانگتا ہوں تو فرمایا کچھ اور؟ میں نے عرض کیا: میں تو یہی مانگتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو میری اعانت کر اپنے نفس پر سجدوں کی کثرت سے''

﴿مسلم کتاب الصلوۃ باب فضل السجود و الحث علیہ ج 01 ص 193﴾

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:

يُؤْخَذُ مِنْ إِطْلَاقِهِ إِلَى الْأَمْرِ بِالسُّؤَالِ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مَكَّنَهُ مِنْ إِعْطَاءِ كُلِّ مَا أَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ ﴿مرقاۃ شرح مشکوۃ ج 2 ص 323﴾

''حضور ﷺ نے مانگنے کا مطلق حکم دیا۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں میں سے جو چاہیں عطا فرمادیں''

اشعۃ اللمعات میں ہے:

از اطلاق سوال کہ فرمودش بخواہ تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت است ﷺ ہرچہ خواہد و کرا خواہد باذن پروردگار خود دہد...... سوال مطلق رکھنے سے کہ آپ کا فرمانا کہ کچھ مانگ لو۔ کسی خاص چیز کی قید نہ لگائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضور ﷺ کے کریم ہاتھ میں ہے۔ جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے عطا فرمادیں۔ ﴿اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب الصلوۃ باب السجود و فضلہ ج 1 ص 396﴾

اہلِ حدیث عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کا بیان:

حضور ﷺ نے فرمایا: مانگو اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی جو خیر چاہتے ہو مانگ

لو۔ آپ ﷺ کے فرمان مطلق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی مخصوص شے کے ساتھ مقید نہیں۔ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّهٗ بِيَدِهٖ هِمَّتِهٖ وَكَرَامَتِهٖ ﷺ يُعْطِيْ مَا شَاءَ لِمَنْ شَاءَ بِاِذْنِ رَبِّهٖ تَعَالٰی .... اس لیے کہ سارا معاملہ آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ میں ہے۔ عطا کریں جس کو جتنا چاہیں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے۔ ﴿مسک الختام ج 01 ص 276﴾

جنت کی ضمانت دینا اختیار کی واضح دلیل ہے:

144- حضرت سہل بن سعد ﷛ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَابَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَابَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ......

''جو میرے لیے اپنی زبان اور شرم گاہ کا ضامن ہو جائے (ان سے میری نافرمانی نہ کرے) میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں'' ﴿بخاری کتاب الرقاق ج 2 ص 959﴾

جنت میں بغیر حساب داخلہ بھی حضور ﷺ کے اختیار میں ہے:

145- حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری اُمت میں سے چار لاکھ افراد کو حساب کتاب کے بغیر جنت میں داخل فرمائے گا...... حضرت سیدنا صدیق اکبر ﷛ نے عرض کیا..... زِدْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ...... یارسول اللہ! ہم پر اضافہ فرمایئے...... حضور ﷺ نے عرض قبول کی اور فرمایا: وَهٰكَذَا فَحَفَا بِكَفَّيْهِ فَجَمَعَهَا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ زِدْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَهٰكَذَا ...... اپنے دونوں ہاتھ مبارک جمع کر کے جیسا کہ عطا کرتے وقت دونوں ہاتھوں سے کوئی چیز دی جاتی ہے فرمایا: چار لاکھ پر اتنے اور زیادہ ...... حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے عرض کیا: اور اضافہ فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اتنے اور زیادہ۔

حضرت عمر ﷛ نے (عمل کی اہمیت اجاگر کرنے کیلئے) فرمایا: اے ابوبکر (﷛)! ہمیں اسی حال پر رہنے دیجیے تاکہ عمل کریں اور حساب وعذاب (کے خوف) کی وجہ سے کوشش کریں

اور کرم و بخشش کے اعتماد کی وجہ سے عمل سے محروم ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷜ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ بغیر حساب و کتاب ہم سب کو جنت میں داخل فرما دے تو یہ آپ پر کیسے ناگوار ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروق ﷜ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو ایک ہی ہاتھ سے جنت میں داخل فرمانا چاہے تو فرما دے۔ بار بار اضافہ کرانے کی ضرورت نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: عمر ﷜ نے سچ اور صحیح کہا ہے۔

﴿مشکوٰۃ باب الشفاعۃ ص 494 بحوالہ شرح السنۃ، مجمع الزوائد کتاب اہل الجنۃ باب فی کثرۃ﴾

نوٹ: مجمع الزوائد میں مذکورہ باب میں مسند احمد، طبرانی اوسط، مسند ابویعلیٰ وغیرہ کے حوالے سے مزید متعدد احادیثِ مبارکہ نقل کی گئی ہیں اور یہ بھی کہ ان میں کئی احادیثِ مبارکہ کی اسناد حسن اور ان کے رجال کو صحیح کے رجال لکھا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی بڑھیا کو جوانی اور جنت عطا فرمائی تھی:

146- حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷜ فرماتے ہیں کہ قاسم نعمت ﷺ حنین میں ہوازن کی نعمتیں تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھ سے کچھ وعدہ فرمایا تھا۔ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو اب جو جی میں آئے کہہ دے۔ وہ شخص عرض کرنے لگا: اسی (80) دنبے اور انہیں چرانے والا ایک غلام عطا فرما دیجیے۔ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تجھے عطا ہوا اور تو نے بہت تھوڑی چیز مانگی اور بے شک وہ عورت جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت بتایا تھا، تجھ سے زیادہ سمجھدار تھی جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے اختیار عطا فرمایا تھا کہ جو چاہے مانگ لے۔ اس عورت نے کہا: میں تو قطعی طور پر یہی مانگتی ہوں کہ آپ علیہ السلام میری جوانی لوٹا دیں اور میں آپ کے ہمراہ جنت میں داخل ہوں۔ اسی طرح ہوا کہ وہ ضعیفہ عورت فوراً جوان ہو گئی، اس کا حسن و جمال واپس ملا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جنت میں رفاقت کا وعدہ بھی فرمایا۔

﴿صحیح ابن حبان۔ مستدرک حاکم کتاب التاریخ ج 02 ص 571۔ امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ امام ذہبیؒ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے، تلخیص مستدرک ج 02 ص 571﴾

147- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی شخص سوال کرتا، اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہوتا تو نَعَمْ یعنی ہاں فرما دیتے اور منظور نہ ہوتا تو خاموش رہتے۔ کسی چیز کو ناں نہیں فرماتے تھے۔ ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اعرابی نے پھر سوال کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔ اعرابی نے پھر تیسری بار سوال کیا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالت کے ساتھ فرمایا...... سَلْ مَاشِئْتَ یَا اَعْرَابِی...... اے اعرابی! جو تیرا جی چاہے مانگ لے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَغَبَطْنَاهُ فَقُلْنَا الْاٰنَ یَسْئَالُ الْجَنَّةَ ...... ہمیں اس اعرابی پر رشک آیا۔ ہم نے کہا: اب یہ سرکار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگے گا۔ اعرابی نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کا ایک اُونٹ مانگتا ہوں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو عطا ہوا۔ اعرابی نے پھر عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سامانِ سفر مانگتا ہوں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی عطا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتنا فرق ہے اس اعرابی کے سوال اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کے سوال میں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بڑھیا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں اُترنے کا حکم ہوا آپ علیہ السلام دریا کے کنارے تک پہنچے، سواری کے جانوروں کے منہ اللہ پاک نے پھیر دیئے کہ جانور خود بخود پلٹ آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا کہ تم (اس وقت) حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے پاس ہو، ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبر معلوم کرنے کے لیے بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا کی طرف آدمی بھیجا۔ بڑھیا سے مدعا بیان کیا اور اس نے بتایا کہ ہاں مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر معلوم ہے۔

فرمایا: مجھے بتادو۔ بڑھیا نے عرض کیا: لَا وَاللّٰہِ حَتّٰی تُعْطِیَنِیْ مَا اَسْئَلُکَ ...... اللہ کی قسم، میں نہ بتاؤں گی جب تک کہ آپ مجھے منہ مانگا عطا نہ فرمادیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ذَالِکَ لَکِ ...... تیری عرض منظور ہے۔ قَالَتْ فَاِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ اَکُوْنَ مَعَکَ فِی الدَّرَجَۃِ الَّتِیْ تَکُوْنُ فِیْھَا فِی الْجَنَّۃِ ...... بڑھیا نے عرض کیا: میں آپ سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ اس درجے میں ہوں جس میں آپ ہوں گے ...... قَالَ سَلِی الْجَنَّۃَ ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے (فقط) جنت مانگ لو ...... بڑھیا نے عرض کیا: اللہ کی قسم، میں نہ مانوں گی سوائے اس کے کہ آپ کے ساتھ ہوں ...... فَجَعَلَ مُوْسٰی یُرَدِّدُھَا فَاَوْحَی اللّٰہُ اَنْ اَعْطِھَا ذَالِکَ فَاِنَّہٗ لَنْ یَنْقُصَکَ ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے یہی رد و بدل کرتے رہے۔ اللہ پاک نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! بڑھیا جو مانگ رہی ہے تم اسے وہی عطا کردو کہ اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے وہی (جنت میں اپنی رفاقت) عطا فرمادیا ...... اس بڑھیا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کا پتا بتادیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کا جسمِ مقدس ساتھ لے کر دریا پار کر گئے۔ ﴿طبرانی معجم اوسط۔ خرائطی مکارم الاخلاق﴾

چوتھا باب

موت وحیات کے انتخاب کا اختیار

ہر نبی کو موت کے بارے میں اختیار دیا جاتا ہے:

148- حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا...... مَامِنْ نَّبِیٍّ یَّمْرَضُ اِلَّا خُیِّرَ بَیْنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ...... کوئی نبی بیمار ہوتا تو اسے دنیا و آخرت (میں سے ایک کو اختیار کرنے کا) اختیار دیا جاتا...... چنانچہ آپ ﷺ مرض وصال میں مبتلا ہوئے اور جب یہ مرض شدت اختیار کر گیا تو میں نے آپ ﷺ کو سورۃ النساء کی آیت نمبر 69 پڑھتے ہوئے سنا...... پس میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ نے آخرت کو اختیار فرمالیا ہے۔

﴿بخاری کتاب التفسیر باب آیت نمبر 69 سورۃ النساء ج 02 ص 660﴾

149- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضور ﷺ سے سنا تھا...... اَنَّہٗ لَا یَمُوْتُ نَبِیٌّ حَتّٰی یُخَیَّرَ بَیْنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ...... کسی نبی (علیہ السلام) کا اس وقت تک وصال نہیں ہوتا جب تک اسے دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے کا اختیار نہ دیا جائے...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پس میں نے حضور ﷺ کو آپ کے مرض وصال میں یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ (سورۃ النساء: 69)...... ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا...... اس وقت میں سمجھی کہ آپ ﷺ کو بھی اختیار دیا گیا۔

﴿بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی و وفاتہ ج 2 ص 637﴾

150- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے تندرستی کی حالت میں فرمایا: کسی نبی کی اس وقت تک جان نہیں قبض کی جاتی جب تک جنت میں اس نبی کو اس کا مقام نہ دکھا دیا جائے، پھر چاہے زندہ رہے یا آخرت اختیار کرے۔ جب آپ ﷺ بیمار ہوئے اور وصال کا وقت قریب آیا تو آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر تھا تو آپ ﷺ کو غشی آ گئی۔ جب افاقہ ہوا تو اپنی نگاہیں گھر کی چھت کی جانب فرمالیں اور کہا: اے اللہ! رفیق اعلیٰ میں رکھنا......... میں جان گئی کہ جو بات آپ ﷺ نے تندرستی کے ایام میں فرمائی، وہ صحیح ہو رہی ہے۔

﴿بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی و وفاتہ ج 02 ص 636﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہزاروں سال جینے کا اختیار:

151- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت ملک الموت علیہ السلام آئے اور کہا: اپنے رب تعالیٰ کے پاس چلیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تھپڑ مارا اور ان کی آنکھ نکال دی۔ حضرت ملک الموت علیہ السلام واپس گئے اور کہا: تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو موت کا ارادہ ہی نہیں رکھتا اور اس نے میری آنکھ نکال دی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی آنکھ لوٹا دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے کے پاس جاؤ اور کہو، آپ زندگی کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر آپ کا زندگی کا رادہ ہے تو اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھیے۔ جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے، اتنے سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: پھر کیا ہوگا؟ حضرت ملک الموت علیہ السلام نے عرض کیا: پھر آپ کو موت آئے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: پھر اب قریب ہی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے میرے رب! ارض مقدسہ سے ایک پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر میری روح قبض کرنا۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: بخدا اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تمہیں کثیب احمر (سرخ ٹیلے) کے پاس راستہ کی ایک جانب ان کی قبر دکھاتا۔

﴿مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام ج 2 ص 267۔ بخاری کتاب الجنائز باب من احب الدفن فی الارض المقدسۃ ج 1 ص 178﴾

اور حضور ﷺ کو بھی یہ اختیار دیا گیا:

152- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا............ عَبْدٌ خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهُ زَهْرَةَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ فَبَكٰى اَبُوْبَكْرٍ وَبَكٰى فَقَالَ فَدَيْنَاكَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا قَالَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اَعْلَمَنَا بِهٖ............ الخ .... اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو یہ اختیار دیا کہ وہ دنیا کی نعمتیں لے لے یا اللہ کے پاس رہے۔ اس بندے نے اللہ کے پاس رہنا اختیار کر لیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روئے اور خوب روئے اور کہا: ہمارے ماں باپ آپ ﷺ فدا ہوں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس شخص کو اختیار دیا گیا تھا وہ رسول کریم ﷺ تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ اس کے بارے میں جانتے تھے۔

﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ج 02 ص 272۔ بخاری کتاب الصلوۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد ج 01 ص 66﴾

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ

حیات اور اُمورِ حیات ایک طرف، اللہ تعالیٰ اپنے پیارے انبیاء کرام علیہم السلام

کو موت کے بارے میں بھی اختیار عطا فرماتا ہے حالانکہ جب موت کا وقت مقرر آتا ہے تو کسی کو ٹالنے کی قدرت حاصل نہیں ہوتی۔ کوئی شخص فرار کی جتنی چاہے کوشش کرے، بالآخر بے بس ہو کر اپنے آپ کو موت کے حوالے کرنے پر مجبور ہوتا ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کا معاملہ قطعی جدا ہوتا ہے۔ انہیں عام لوگوں پر قیاس کرنا انتہائی حماقت ہے۔ ان کی بارگاہ میں تو حضرت ملک الموت عزرائیل علیہ السلام بھی اجازت کے ساتھ باادب حاضر ہوتے ہیں اور موت کو وارد کرنے میں ان کی مرضی ومنشاء اور اجازت کے منتظر ہوتے ہیں۔

اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسا خاص مقام ومرتبہ حاصل ہے۔

ایک طرف یہ احادیث مبارکہ ہیں جن سے انبیاء کرام علیہم السلام کے ایسے اختیارات واضح ہوتے ہیں اور دوسری طرف بعض ناپسندیدہ کتابوں میں ایسی گندی گستاخانہ عبارات ہیں جن میں انبیاء کرام علیہم السلام جیسی مقتدر ہستیوں کو بے کار اور ناکارہ مخلوق بتایا گیا ہے، الامان والحفیظ۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

انبیاء تو ایک طرف حدیث مبارکہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء کرام علیہم الرضوان کا حال ومقام بھی عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے اور ان کی پسند وناپسند کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت اہم مقام حاصل ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف کی حدیث ولی۔

﴿ج 02 ص 963﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام والی حدیث پاک پڑھنے کے بعد تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ یہ حدیث ایک مرتبہ پھر پڑھیے اور غور کیجیے۔

1- کیا حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں پیغام موت لانے میں کوئی مغالطہ ہوا تھا اور کیا حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اپنی ذمہ داری سمجھنے اور امور کے انجام دینے میں کوئی غلط فہمی لاحق ہو سکتی ہے جب کہ قرآن مجید میں ہے......

☆ 33- حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝

﴿سورۃ الانعام: 61﴾

"یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے، ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے"

2- اگر ان سے امور کی انجام دینے میں کوئی کوتاہی نہیں ہوتی اور یقیناً نہیں ہوتی تو پھر کیا حضرت عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوئی گناہ صادر ہوا تھا۔

3- اور اگر ایسا تھا تو کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی تادیبی کاروائی، کوئی تنبیہ کی یا معافی طلب کرنے کا حکم دیا؟

قارئین محترم! ایسی کوئی بات بھی یہاں نہیں پائی جاتی ۔ نہ حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں موت وارد کرنے کے سوا کسی اور کام سے آئے تھے اور نہ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر کسی دوسرے شخص کی موت آپ علیہ السلام پر طاری کرنے آئے تھے اور نہ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تھپڑ رسید کر کے کوئی گناہ کیا تھا اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام تو ہوتے ہیں گناہوں سے معصوم ہیں۔

دراصل اس واقعہ اور اس کی ترتیب سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ حضرت ملک الموت علیہ السلام جیسے معزز و مقرب فرشتے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے یہ امور انجام دینے میں ان کی اجازت اور ارادے کے پابند اور تابع ہوتے ہیں اور دوسرے یہ کہ اگر انبیاء کرام علیہم السلام ملک الموت علیہ السلام کے آجانے کے باوجود بھی ہزاروں برس مزید دنیا میں رہنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو ان کی موت موخر ہو سکتی ہے۔

4- حدیث پاک میں ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا: اے میرے رب! ارض مقدسہ سے ایک پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر میری روح قبض کرنا۔

چونکہ اس جگہ اللہ رب تعالیٰ کے پیارے بندوں کے مدفن و مزارات ہیں اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کے قرب میں وصال و دفن کی تمنا کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے اور یہ کہ صالحین کے مزارات اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کے مقام ہوتے ہیں اور ان سے رحمت و برکت اور نفع حاصل ہوتا ہے۔

5- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حدیث پاک سن کر رو دیئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا........... میں جان گئی کہ جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تندرستی کے دنوں میں فرمائی تھی، وہ صحیح ہو رہی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ احادیث مبارکہ آگے روایت فرمائیں۔ امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین کرام علیہم الرضوان نے انہیں اپنی اپنی کتب میں نقل فرمایا۔

ان تمام باتوں سے ان اصحاب قدسیہ کا یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو عاجز و مجبور اور بے بس نہیں بلکہ متصرف و مختار مانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان اصحاب قدسیہ علیہم الرضوان کا سا عقیدہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

پانچواں باب

اولیاءِ کرام رضی اللہ عنہم کا تصرّف واختیار

حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ لگایا اور دیوار سیدھی کردی:

153- حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا: (حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام) دونوں چلے تو ایک بوسیدہ دیوار دیکھی...... قَالَ سَعِيْدٌ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَاسْتَقَامَ قَالَ يَعْلٰى حَسِبْتُ اَنَّ سَعِيْدًا قَالَ فَمَسَحَهٗ بِيَدِهٖ فَاسْتَقَامَ ......الخ

''حضرت سعید راوی نے فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس طرح ہاتھ سے اشارہ کیا اور دیوار سیدھی ہوگئی۔ حضرت یعلی نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ حضرت سعید نے یوں فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ سیدھی ہوگئی''

﴿بخاری کتاب الاجرۃ باب اذا استاجر اجیرا۔ کتاب التفسیر باب قولہ فلما بلغا مجمع بینھما ج02 ص689۔ مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل الخضر ج02 ص269﴾

فرشتوں کا تصرّف واختیار:

انگلی کے اشارے سے پتھر توڑ دیا:

154- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... لَمَّا انْتَهَيْنَا اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ جِبْرَئِيْلُ بِاِصْبَعِهٖ فَخَرَقَ بِهِ الْحَجَرَ وَشَدَّ بِهَا الْبُرَاقَ

...... جب ہم بیت المقدس پہنچے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی انگلی کے اشارے سے پتھر توڑ کر اس کے ساتھ براق باندھا۔

﴿ترمذی ابواب تفسیر القرآن باب من سورۃ بنی اسرائیل﴾

فرشتے حفاظت کرتے ہیں:

155- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز مغرب کے بعد دس مرتبہ یہ کلمات کہے "لا الٰہ الا اللّٰہ"............ الخ اللہ تعالیٰ اس کے لیے فرشتوں کی ایک فوج بھیج دیتا ہے جو صبح تک شیطان سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ ﴿ترمذی ابواب الدعوات﴾

صحابہ کرام اور اولیاء عظام کا تصرف و اختیار:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طاقتور جن کو پچھاڑ دیا:

156- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو ایک جن ملا۔ انہوں نے اس جن سے کشتی لڑی اور اسے گرا دیا۔ جن نے کہا کہ دوبارہ کشتی لڑو۔ دوبارہ کشتی لڑی گئی تو پھر صحابی رسول نے جن کو گرا دیا۔

پھر اس صحابی رضی اللہ عنہ نے جن سے پوچھا کہ تم مجھے دبلے پتلے نظر آرہے ہو اور تمہارا رنگ بھی بدلا ہوا ہے اور تمہارے بازو کتے کے بازوؤں کی طرح چھوٹے چھوٹے ہیں تو کیا تم سب جن ایسے ہوتے ہو یا ان میں سے تم ہی ایسے ہو؟ جن کہنے لگا: نہیں اللہ کی قسم، میں تو جنوں میں بڑے جسم والا اور طاقتور ہوں۔ آپ مجھ سے تیسری مرتبہ کشتی لڑیں۔ اگر اس دفعہ آپ نے مجھے گرا دیا تو میں آپ کو ایسی چیز سکھاؤں گا جس سے آپ کو فائدہ ہوگا۔ چنانچہ تیسری مرتبہ پھر کشتی لڑی گئی۔ اس دفعہ بھی صحابی رضی اللہ عنہ نے اسے گرا دیا۔ اور اس سے کہا کہ اب مجھے سکھاؤ۔ اس جن نے کہا: کیا آپ آیت الکرسی پڑھتے ہیں؟ صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں

پڑھتا ہوں۔ جن کہنے لگا: آپ یہ آیت جس گھر میں پڑھیں گے اس گھر سے شیطان نکل جائے گا اور نکلتے ہوئے گدھے کی طرح اس کی ہوا خارج ہو رہی ہو گی اور وہ صبح تک پھر اس گھر میں نہیں آئے گا۔

ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اے عبدالرحمٰن! یہ نبی کریم ﷺ کے کون سے صحابی تھے؟ اس سوال پر چیں بہ جبیں ہو کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کون ہو سکتا ہے؟

﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 71-72 بحوالہ طبرانی۔ دلائل النبوۃ ابو نعیم ج 02 ص 369-370﴾

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے شیطان کو زیر کر دیا:

157- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو پانی بھرنے کے لیے بھیجا۔ شیطان ایک کالے غلام کی صورت میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پانی بھرنے سے روکنے لگا اور لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اس کو پچھاڑ دیا تو وہ عاجزی کرنے لگا۔ اسی طرح تین مرتبہ شیطان نے پانی بھرنے سے آپ کو روکا اور لڑنے پر تیار ہوا اور تینوں مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے پچھاڑ دیا۔ ادھر شیطان سے آپ رضی اللہ عنہ کی کشتی ہو رہی تھی ادھر حضور پرنور ﷺ نے اپنی مجلس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتا دیا کہ آج عمار رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ شیطان کو پچھاڑ دیا ہے۔ جو ایک کالے غلام کی صورت میں اُس سے لڑ رہا ہے۔ (''حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں'' کا عقیدہ رکھنے والوں کے لیے مقامِ غور ہے)۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جب پانی لے کر آ گئے تو میں نے ان سے کہا کہ تمہارے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے تین مرتبہ شیطان کو پچھاڑا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے معلوم ہوتا کہ یہ شیطان ہے تو میں اسے مار ہی ڈالتا۔ البتہ تیسری مرتبہ اس کی ناک

ناک کاٹ لینے کے لیے جب میں نے اپنا منہ اس کے قریب کیا تو مجھے بہت گندی بو محسوس ہوئی اس لیے میں پیچھے ہٹ گیا اور اس کی ناک بچ گئی۔ ﴿شواہد النبوۃ ص 218﴾

اللہ والے بزدل نہیں ہوتے:

158- حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ چاندنی رات میں اپنی سواری پر نکلے اور جا کر تبوک میں پڑاؤ ڈالا۔ اچانک ان کی نظر پڑی تو آپ نے اپنی سواری پر ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا دیکھا جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا جس سے وہ سواری سے ایک طرف ہو گیا اور حضرت عبداللہ زبیر رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہو کر آگے چل دیے۔

اس بوڑھے شخص نے بلند آواز سے کہا: اے ابن زبیر! اللہ کی قسم! اگر آپ کے دل میں بال کے برابر بھی میرا ڈر بیٹھ جاتا تو میں آپ کی عقل خراب کر دیتا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ملعون! کیا تیری وجہ سے میرے دل میں ذرہ برابر بھی ڈر پیدا ہو سکتا ہے؟

﴿البدایۃ والنہایۃ ج 08 ص 335﴾

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تصرف ملاحظہ ہو:

159- حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ اچانک ایک پہاڑ کے غار سے نہایت خطرناک آگ ظاہر ہوئی جس نے آس پاس کی چیزوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا ڈالا۔ لوگوں نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے آپ سے فریاد کی تو آپ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر مبارک عطا کر کے ارشاد فرمایا کہ میری چادر لے کر آگ کے پاس چلے جاؤ چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اس چادر کو لے کر روانہ ہو گئے۔ آپ جیسے ہی آگ کے قریب پہنچے تو اس آگ کو چادر سے دھکیلنے لگے۔ یکا یک وہ آگ بجھنے لگی اور پیچھے ہٹتے ہوئے غار

میں داخل ہونے لگی۔ حضرت تمیم داری ﷺ آگ کو دھکیلتے ہوئے غار میں داخل ہوئے تو آگ بالکل بجھ گئی اور آئندہ کبھی ظاہر نہ ہوئی۔

﴿حجۃ اللہ علی العالمین ج 2 ص 873 بحوالہ ابونعیم۔ اصابہ ج 3 ص 473۔
دلائل النبوۃ ابونعیم ج 2 ص 583۔ ازالۃ الخفاء مقصد نمبر 2 ص 172﴾

حکم ملتے ہی زمین ساکن ہوگئی:

160- بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آگیا اور زمین زور کے ساتھ کانپنے اور ہلنے لگی۔ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق ﷺ نے نہایت جلالت کے ساتھ اپنا کوڑا زمین پر مارا اور بلند سے فرمایا "اے زمین! ٹھہر جا، کیا میں نے تیرے اوپر عدل قائم نہیں کیا؟" آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ زمین فوراً ساکن ہوگئی اور زلزلہ ختم ہوگیا۔

﴿حجۃ اللہ ج 02 ص 861 بحوالہ کتاب الشامل امام الحرمین۔ طبقات
الشافعیہ عبدالوہاب سبکی۔ ازالۃ الخفاء مقصد نمبر 02 ص 172﴾

آپ ﷺ نے جو فرمادیا، وہ پورا ہو کر رہا:

161- شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ امیہ بن خلف کے بیٹے ربیعہ نے حضرت عمر فاروق ﷺ سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک ہرے بھرے میدان میں ہوں۔ پھر میں نکل کر ایسے چٹیل میدان میں آگیا جس میں دور دور تک گھاس یا درخت کا نام ونشان نہ تھا جب میں نیند سے جاگا تو واقعی میں ایک بنجر میدان میں تھا۔

حضرت امیر المومنین ﷺ نے فرمایا کہ تو ایمان لائے گا پھر اس کے بعد کافر ہو جائے گا اور کفر کی حالت میں تجھے موت آئے گی۔

اپنے خواب کی یہ تعبیر سن کر ربیعہ کہنے لگا کہ میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا بلکہ محض جھوٹ بیان کیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو، میں نے جو بات کہہ دی ہے وہ ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ربیعہ مسلمان ہوا، اس نے شراب پی، حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اسے شرعی سزا دی اور سے شہر بدر کر کے خیبر بھیج دیا۔ وہ وہاں سے بھاگ کر روم کی سرزمین میں چلا گیا اور وہاں جا کر اسلام سے پھر کر نصرانی ہو گیا اور بالآخر مرتد ہی مرا۔

﴿ازالۃ الخفا مقصد نمبر 02 ص 170﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تصرف کے مزید واقعات:

162- حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کی امارت وقیادت میں ایک لشکر روانہ کیا۔ لشکر روانہ کرنے کے چند دن بعد آپ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اچانک فرمایا: یَاسَارِیَۃَ الْجَبَل .... اے ساریہ (رضی اللہ عنہ)! پہاڑ کی طرف۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے یہ جملہ ادا کرنے کی وجہ پوچھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم، میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا لشکر ایک پہاڑ کے پاس لڑ رہا ہے اور ان پر آگے پیچھے ہر طرف سے حملہ ہو رہا ہے۔ اس پر میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا اور میری زبان سے یہ جملہ جاری ہو گیا۔ میں نے یہ اس لیے کہا تھا کہ یہ لوگ پہاڑ کی طرف ہو جائیں۔

کچھ عرصہ (ایک ماہ) کے بعد حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا قاصد خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ جمعہ کے دن ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا، ہم نے فجر کی نماز پڑھ کر لڑائی شروع کی یہاں تک کہ جمعہ کا وقت ہو گیا اور سورج کا کنارہ ڈھل گیا تو ہم نے آواز سنی، اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ تو ہم پہاڑ کی طرف ہو گئے۔ اس طرح ہم دشمن پر غالب آنے لگے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دشمن کو شکست دی اور انہیں قتل کر دیا۔

﴿اصابہ ج 2 ص 3 ۔ دلائل النبوۃ بیہقی ۔ تاریخ طبری ج 5 ص 370 ۔
منتخب کنز العمال ج 4 ص 380 ۔ تاریخ الخلفاء ص 125-126 ۔ دلائل
النبوۃ ابونعیم ج 2 ص 579 ۔ 580 ۔ البدایہ والنہایہ ج 7 ص 131﴾

163- حضرت جندرہ بن خیشنہ ﷛ جو ابو قرصافہ کے نام سے مشہور ہیں ان کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کے ایک بیٹے کو رومی کافروں نے گرفتار کر کے جیل خانہ میں قید کر دیا۔ جب نماز کا وقت آتا تو حضرت ابو قرصافہ ﷛ عسقلان شہر کی چار دیواری پر چڑھتے اور بلند آواز سے پکار کر کہتے کہ اے میرے بیٹے! نماز کا وقت ہو گیا۔

آپ کا بیٹا آپ کی آواز سن لیا کرتا تھا حالانکہ وہ سینکڑوں میل دور رومیوں کے قید خانے میں بند تھا۔ ﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 396 بحوالہ طبرانی ۔ وقال رجالہ ثقاۃ﴾

164- حضرت خباب بن ارت ﷛ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ﷛ ایک دفعہ جہاد کے لیے روانہ ہوئے اور ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں پانی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ جب حضرت خباب اور آپ کے ساتھی پیاس کی شدت سے تڑپنے لگے اور بالکل نڈھال اور بے تاب ہو گئے تو آپ ﷛ نے اپنے ایک ساتھی کی اونٹنی کو بٹھایا اور بسم اللہ شریف پڑھ کر جیسے ہی اس کے تھن کو ہاتھ لگایا تو ایک دم سوکھا ہوا تھن اس قدر دودھ سے بھر گیا کہ پھول کر مشک کے برابر ہو گیا۔ اس اونٹنی کا دودھ سب ساتھیوں نے شکم سیر ہو کر پیا اور سب کی جان بچ گئی۔ ﴿مجمع الزوائد ج 06 ص 210﴾

حضرت علی ﷛ نے اشارہ کیا اور سیلاب سے نجات دے دی:

165- حضرت علی ﷛ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ نہر فرات میں ایسی خوفناک طغیانی آئی کہ تمام کھیتیاں سیلاب میں ڈوب گئیں۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کی۔ آپ ﷛ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ کا جبہ اور عمامہ اور چادر پہن کر

گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیئے۔ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر آدمیوں کی ایک جماعت بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہو گئی۔ نہر فرات کے پل پر پہنچ کر آپ نے اپنے عصاء سے نہر فرات کی طرف اشارہ کیا تو نہر کا پانی ایک گز کم ہو گیا۔ پھر دوسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو مزید ایک گز کم ہو گیا۔ جب تیسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو تین گز پانی کم ہو گیا۔ اور سیلاب ختم ہو گیا لوگ شور مچانے لگے کہ امیر المومنین بس کیجیے، اتنا کافی ہے۔

﴿شواہد النبوۃ ص 162﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تصرف کے بارے میں اسماعیل دہلوی کا بیان:

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرماں برداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطبیت و غوثیت اور ابدالیت اور انہی جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہوتا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہی اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

﴿اردو ترجمہ صراط مستقیم دوسری ہدایت کا پہلا افادہ ص 60﴾

اللہ والوں کے نعرے کی بات ہی کچھ اور ہے:

166۔ اسلامی لشکر اسکندریہ شہر پر حملہ آور تھا۔ کفار کی فوج ایک نہایت مضبوط اور ناقابلِ تسخیر قلعے میں محفوظ تھی اور لشکر اسلام قلعہ کے سامنے کھلے میدان میں خیمہ زن تھا۔ بہت دنوں کی جنگ کے باوجود کفار قلعے کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوئے تھے۔ ایک دن امیر لشکرِ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے کفار کو مخاطب کر کے فرمایا: اے لشکر کفار کے سپہ سالارو! سن لو ہماری فوج میں اس وقت ایسے اللہ والے موجود ہیں کہ اگر وہ اس قلعہ کی دیواروں کو حکم دے دیں کہ تم فوراً زمین میں دھنس جاؤ تو قلعہ کی دیواریں فوراً زمین میں دھنس جائیں گی۔

یہ کہہ کر حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے جوش میں آ کر اپنا ہاتھ قلعہ کی طرف بڑھاتے ہوئے بلند آواز سے نعرہ لگایا تو دیکھتے ہی دیکھتے پورا قلعہ زمین میں دھنس گیا اور کفار کا لشکر غیر محفوظ ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر بادشاہ اسکندریہ کا دل و دماغ زیر و زبر ہو گیا اور وہ خوف زدہ ہو کر اپنی فوجوں کے ہمراہ بھاگ نکلا اور یوں پورا شہر مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ ﴿تاریخ واقدی﴾

167- بیان کیا جاتا ہے کہ حمص کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے صبر کا بدلہ یہ دیا کہ حمص والوں پر زلزلہ آیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ مسلمان اس کے مقابلے کے لیے کھڑے ہوئے تو انہوں نے زور سے اللہ اکبر کہا جس کی وجہ سے شہر حمص میں زلزلہ آ گیا اور دیواریں پھٹ گئیں تو وہ سب گھبرا کر اپنے سرداروں اور اصحاب مشورہ کے پاس گئے۔ ان لوگوں نے انہیں مسلمانوں سے صلح کی دعوت دی لیکن رومیوں نے ان کی بات نہ مانی بلکہ اس مشورہ کی وجہ سے ان کے ساتھ ذلت آمیز رویہ اختیار کیا۔

مسلمانوں نے دوبارہ پھر زور سے اللہ اکبر کہا جس سے بہت سے گھر اور دیواریں گر گئیں اور شہر والے پھر گھبرا کر سرداروں اور اصحاب مشورہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: کیا تم دیکھتے نہیں کہ یہ اللہ کا عذاب ہے۔ یہ سن کر شہر والوں نے صلح کی بات مان لی۔

﴿تاریخ طبری ج 03 ص 97۔ ازالۃ الخفاء مقصد 06 ص 59﴾

درندے بھی غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانتے ہیں:

168- حضرت علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شیر گزرگاہ پر بیٹھا ہوا تھا اور قافلے والوں کا راستہ روکے ہوئے تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قریب جا کر اس کا کان مروڑا اور فرمایا کہ راستہ سے الگ ہٹ کر کھڑا ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ڈانٹ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا راستہ سے دور بھاگ نکلا۔

﴿تفسیر کبیر ج 05 ص 179۔ کنز ج 07 ص 59۔ ابن عساکر ج 04 ص 269 مطبوعہ دار الفکر بیروت۔ حجۃ اللہ علی العالمین﴾

169- حضرت سفینہ ؓ حضور ﷺ یا بقول بعض، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تھے اور خاص خادمِ رسول تھے۔ آپ کا اصل نام رباح، مہران یا رومان تھا۔ حضور نے مزاحاً آپ کو سفینہ کا لقب عطا فرمایا جو اصل نام سے بھی زیادہ مشہور ہو گیا۔ آپ ؓ کو حضور ﷺ کے عطا کردہ اس لقب کے ساتھ ایسا پیار تھا کہ لوگ آپ کا اصلی نام پوچھتے تو آپ فرماتے کہ میں نہیں بتاؤں گا، میرا نام حضور ﷺ نے سفینہ رکھا ہے، میں یہ نام ہرگز ہرگز نہیں بدلوں گا۔ ﴿اکمال ص 597۔ اسد الغابہ ج 02 ص 411﴾

170- حضرت سفینہ ؓ ایک مرتبہ ملک روم کی سرزمین میں دورانِ جہاد اسلامی لشکر سے بچھڑ گئے۔ آپ ؓ لشکر کی تلاش میں دوڑتے جا رہے تھے کہ اچانک جنگل سے ایک شیر نکل کر آپ ؓ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ آپ ؓ نے خوفزدہ ہونے کی بجائے اُسے ڈانٹتے ہوئے بلند آواز سے فرمایا: اے شیر! میں رسول کریم ﷺ کا غلام ہوں۔ میرا معاملہ یہ ہے کہ میں لشکر اسلام سے بچھڑ گیا ہوں اور لشکر کی تلاش میں ہوں۔ شیر یہ سنتے ہی محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے دُم ہلانے لگا اور آپ کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر آپ ؓ کو اپنے ساتھ لیے چلتا رہا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ ؓ نے اپنا اسلامی لشکر تلاش کر لیا۔ آپ ؓ لشکر میں پہنچ گئے تو شیر واپس چلا گیا۔

﴿مشکوٰۃ باب الکرامات۔ البدایہ ج 06 ص 147۔ شرح السنہ کتاب الفضائل ج 13 ص 313۔ مستدرک حاکم کتاب التاریخ ج 02 ص 619، ج 03 ص 606۔ اسد الغابہ ج 02 ص 411۔ مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر 2054۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص 65۔ دلائل

النبوۃ بیہقی ج 06 ص 46۔ دلائل النبوۃ ابو نعیم ج 02 ص 584۔ حلیۃ
الاولیاء ابو نعیم ج 01 ص 369۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 366﴾

171- حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں افریقہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے افریقہ میں لشکر اسلام کے لیے ایک فوجی چھاؤنی اور ایک شہر آباد کرنے کا ارادہ فرمایا مگر اس مقصد کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا وہاں ایک نہایت خوفناک گھنا جنگل تھا جس میں بے شمار جنگلی درندے اور زہریلے حشرات الارض تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اٹھارہ اصحاب رسول تھے۔ آپ نے ان کو ساتھ لیا اور جنگل میں تشریف لے گئے اور باواز بلند اعلان فرمایا: ''اے درندو اور موذی جانورو! ہم تاجدار کائنات، سرورِ کون و مکاں، حضور سیدنا مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ ہم اس جگہ اپنی بستی بسا کر آباد ہونا چاہتے ہیں۔ اس لیے تم سب اس جنگل سے نکل جاؤ ورنہ ہم تم میں سے جس کو یہاں دیکھیں گے، قتل کر دیں گے۔'' جیسے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا، سب درندوں اور حشرات الارض میں ہلچل مچ گئی اور وہ غول در غول جنگل سے نکلنے لگے۔ شیر اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے، بھیڑیے اپنے پلوں کو لیے ہوئے اور سانپ اپنے سنپولیوں کو چمٹائے ہوئے باہر جا رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا جنگل خالی ہو گیا اور 50ھ میں لشکر اسلام نے وہاں قیروان کا مقدس شہر آباد کیا۔

﴿معجم البلدان تذکرہ قیروان ج 04 ص 421۔ البدایۃ والنہایۃ اردو ج 08 ص 802﴾

172- اسی طرح حضرت شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک سال نامور محدث حضرت سفیان ثوری اور حضرت شیبان راعی دونوں حج کے لیے ایک ساتھ جا رہے تھے۔ ایک تنگ راستے میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک شیر راستہ روکے ہوئے کھڑا ہے۔ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ اب کیا ہوگا؟ حضرت شیبان راعی نے فرمایا کہ ڈرنے کی

کوئی بات نہیں۔ یہ کہہ کر آپ آگے بڑھے اور شیر کا کان پکڑ کر زور سے مروڑنا شروع کر دیا اور شیر سر جھکائے کھڑا دم ہلاتا رہا اور قافلہ والے حیرت سے یہ منظر دیکھنے لگے۔ کچھ دیر بعد حضرت سفیان ثوری نے فرمایا: شیبان راعی! بس کرو، کیا شہرت کا دھندا کر رہے ہو۔

شیبان راعی نے فرمایا: اے سفیان اگر مجھے شہرت کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنا سامان اس شیر کی پیٹھ پر لاد کر مکہ مکرمہ تک لے جاتا۔

﴿روح البیان کذافی روحانی حکایات از علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی﴾

اللہ والوں کے تصرف کی نرالی جھلک:

حضرت عبداللہ ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ابوقبیس پہاڑ پر تھے۔ دوران گفتگو حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی اپنے توکل میں سچا ہو تو اس کی شان یہ ہوگی کہ اگر وہ اس پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو فوراً یہ پہاڑ چلنے لگے گا۔ حضرت عبداللہ ہروی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوقبیس پہاڑ ایک دم چلنے لگا۔ اس وقت حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے پہاڑ! خدا تجھ پر رحمت نازل فرمائے۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ تو حرکت میں آکر چلنے لگے۔ میں نے تو مثال کے طور پر تیری جانب اشارہ کیا تھا۔ آپ کے یہ فرماتے ہی پہاڑ بالکل ساکن ہوگیا۔

﴿مستطرف ج 02 ص 263﴾

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قولِ فیصل:

173- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدائن سے تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک مہمان تھا۔ ہرن جنگل میں پھر رہے تھے اور پرندے ہوا میں اُڑ رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے ایک ہرن اور ایک پرندہ میرے پاس آجاؤ کیونکہ میرے پاس

ایک مہمان آیا ہے جس کی مجھے خدمت کرنا ہے۔ فوراً ایک ہرن اور ایک پرندہ آپ ؓ کے پاس آ گئے۔ یہ دیکھ کر مہمان نے کہا: سبحان اللہ۔

حضرت سلمان فارسی ؓ فرمانے لگے: کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ کیا تم نے کوئی ایسا بندہ دیکھا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی ہو اور پھر کسی شے نے اس کی فرماں برداری نہ کی ہو۔

﴿جامع کرامات اولیاء از شیخ یوسف نبھانی۔ جمال الاولیاء از اشرف علی تھانوی ص 48 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ بلال گنج لاہور﴾

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میرا گزر ایک چرواہے پر ہوا اور میں نے پینے کے لیے اس سے پانی مانگا۔ اس نے کہا: میرے پاس پانی اور دودھ دونوں ہیں۔ تو کیا مانگتا ہے؟ میں نے کہا: پانی۔ یہ سن کر اس نے اپنا عصا پتھر پر مارا۔ بحکم الٰہی اس پتھر سے ایک بہت میٹھا چشمہ جاری ہو گیا۔ یہ امر دیکھ کر مجھے بہت تعجب ہوا۔ اس نے میرا تعجب دیکھ کر کہا: تعجب نہ کر۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو جاتا ہے تو سارا جہاں اس کا فرماں بردار ہو جاتا ہے۔ ﴿کشف المحجوب﴾

حاصلِ کلام:

قرآن پاک کی تینتیس (33) آیات مبارکہ اور بخاری و مسلم اور دیگر کتب کی ایک سو چار (104) احادیث مبارکہ، آثار مقدسہ، مستند واقعات، مشہور مفسرین و محدثین کرام کی عبارات سے بخوبی واضح ہوا کہ

1- اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام ؒ کو دنیا و آخرت کے امور کے حوالے سے وسیع اختیارات عطا فرمائے ہیں۔

2- اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو بے بس و بے اختیار اور عاجز و مجبور قرار دینا جہالت وحماقت، بے ادبی وجسارت اور قرآن وحدیث سے کھلی بغاوت ہے۔

3- اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے تصرف واختیار کا عقیدہ رکھنا قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔

4- ایسا پاکیزہ عقیدہ رکھنے والے سچے مسلمانوں کو مشرک قرار دینا نہایت بے احتیاطی و بے باکی اور ناپسندیدہ جرأت وجسارت کے سوا کچھ نہیں۔ احادیث مبارکہ میں ایسی غیر محتاط فتویٰ بازی کے لیے بہت سخت حکم وانجام کی وعید آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو سمجھ عطا فرمائے، اپنے عقیدے قرآن وحدیث کے مطابق استوار کرکے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے ساتھ سچی محبت وعقیدت رکھنے اور ان کا ادب واحترام ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

چوتھا حصہ

انبیاءِ کرام علیہم السلام و اولیاءِ عظام رضی اللہ عنہم

ہمارے مددگار ہیں

پہلا باب

قرآن پاک کیا کہتا ہے؟

تمام جہانوں پر حضور ﷺ کی رحمت کا سایہ ہے:

1- وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ ﴿سورۃ الانبیاء: 107﴾

"اور ہم نے (اے محبوب!) تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے"

حضور ﷺ اپنے غلاموں پر بہت رحم فرمانے والے ہیں:

2- لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ ﴿سورۃ توبہ: 128﴾

"بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان"

حضور ﷺ مسلمانوں کی مشکلیں آسان فرمانے والے ہیں:

3- ...... یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ ﴿سورۃ الاعراف: 157﴾

''وہ رسول ﷺ) انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے اُتارے گا جو اُن پر تھے''

مومنوں پر آپ ﷺ کی خاص رحمت و شفقت:

4- وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ ﴿سورۃ الشعراء:215﴾

''اور (اے محبوب!) اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیروی کرنے والے مسلمانوں کیلئے''

5- لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ ﴿سورۃ الحجر:88﴾

''اپنی آنکھ اُٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے دی اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ اور مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پروں میں لے لو''

اللہ تعالیٰ بھی غنی کرتا ہے اور حضور ﷺ بھی:

6- ...... وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ...... ○

﴿سورۃ توبہ:74﴾

''اور انہیں کیا برا لگا یہی ناں کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا''

اللہ تعالیٰ بھی عطا فرماتا ہے اور اس کا رسول ﷺ بھی:

7- وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ○ ﴿سورۃ توبہ:59﴾

''اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے۔ اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول، ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے''

اللہ تعالیٰ بھی انعام فرماتا ہے اور حضور ﷺ بھی:

8- ......اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ...... ○ ﴿سورۃ الاحزاب: 37﴾

’’اسے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی‘‘

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی لوگوں کے لیے رحمت ہیں:

9- ......قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ
وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ○ ﴿سورۃ مریم: 21﴾

’’تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لیے کہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام مقرر ہو چکا ہے‘‘

آپ علیہ السلام کیسے مشکل کشا، حاجت روا اور شفا بخش ہیں:

10- وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۚ
اَنِّيْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ
وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ ﴿سورۃ آل عمران: 49﴾

’’اور رسول، ہو گا بنی اسرائیل کی طرف (یہ فرماتا ہوا) کہ میں تمہارے پاس نشانی لایا ہوں تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں پیدائشی اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردے زندہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

فرشتے ہماری حفاظت کرتے ہیں:

11- لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ...... ○

﴿سورۃ الرعد: 11﴾

"آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے پیچھے کہ بحکمِ خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں"

فرشتے اہلِ زمین کے لیے بخشش مانگتے ہیں:

12- تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ ﴿سورۃ الشوریٰ: 05﴾

"قریب ہوتا ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ جائیں اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور زمین والوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں۔ سن لو بے شک اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے"

فرشتے مومنوں کی فلاح و بخشش کے لیے کیسے کوشاں ہیں:

13 تا 15- اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ ﴿سورۃ المومن: 07 تا 09﴾

"وہ جو عرش اُٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور اس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی بخشش مانگتے ہیں، اے ہمارے رب! تیرے رحمت وعلم میں ہر چیز کی سمائی ہے، تو انہیں بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیری راہ چلے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! اور انہیں بسنے کے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کو جو نیک ہوں ان کے باپ دادا اور اولاد میں، بے شک تو ہی عزت وحکمت والا ہے۔ اور انہیں گناہوں کی شامت سے بچالے اور جسے تو اس دن گناہوں کی شامت سے بچائے تو بے شک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے"

قیامت کے دن متقین باہم دوست ہوں گے:

16- اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ○ ﴿سورۃ الزخرف:67﴾

"گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار"

قیامت کے دن صالح مومنین کام آئیں گے:

17- وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ...... ○ ﴿سورۃ السباء:37﴾

"اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قریب تک پہنچائیں مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے"

19,18- يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○ ﴿سورۃ الدخان:42,41﴾

"جس دن، کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی (کافروں کی) مدد ہوگی مگر جس پر اللہ رحم کرے، بے شک وہی عزت والا مہربان ہے"

سلامت دل والے کو مال بھی نفع دے گا اور اولاد بھی:

-21,20 يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ○

﴿سورۃ الشعرا:89,88﴾

"جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے۔ مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر"

تفسیر معارف القرآن میں ہے:

مشہور تفسیر اکثر مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ استثناء متصل ہے اور معنی یہ ہیں کہ مال اور اولاد قیامت کے روز کسی شخص کے کام نہ آئیں گے بجز (سوائے) اس شخص کے جس کا قلب (دل) سلیم ہے یعنی وہ مومن ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ سب چیزیں قیامت میں بھی مفید و نافع ہو سکتی ہیں مگر صرف مومن کے لیے نفع بخش ہوں گی، کافر کو کچھ نفع نہ دیں گی۔

آیت مذکورہ کی مشہور تفسیر کے مطابق معلوم ہوا کہ انسان کا مال قیامت کے روز بھی اس کے کام آ سکتا ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

مزید لکھتے ہیں.........اور اولاد کا بھی یہی معاملہ ہے کہ اگر یہ شخص مسلمان ہے تو آخرت میں بھی اس کو اولاد کا فائدہ پہنچ سکتا ہے اس طرح سے کہ اس کے بعد اس کی اولاد اس کے لیے دعاء مغفرت کرے یا ایصال ثواب کرے اور اس طرح بھی کہ اس نے اولاد کو نیک بنانے کی کوشش کی تھی اس لیے ان کے نیک عمل کا ثواب اس کو بھی خود بخود ملتا رہا، اس کے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہا اور اس طرح بھی کہ اولاد محشر میں اس کی شفاعت کر کے بخشوائے جیسا کہ بعض روایات حدیث میں ایسی شفاعت کرنا اور اس کا قبول ہونا ثابت ہے خصوصاً نابالغ اولاد کا۔ اسی طرح اولاد کو ماں باپ سے بھی آخرت میں بشرط ایمان یہ نفع

پہنچے گا کہ اگر یہ مسلمان ہوئے مگر ان کے اعمال صالحہ ماں باپ کے درجے کو نہیں پہنچے تو اللہ تعالیٰ ان کے باپ دادا کی رعایت کر کے ان کو بھی اسی مقام بلند میں پہنچا دیں گے جو ان کے باپ دادا کا مقام ہے۔ قرآن پاک میں اس کی تصریح اس طرح مذکور ہے۔

............اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ .... ○ ﴿سورۃ طور: 21﴾

مذکورۃ الصدر مشہور تفسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث میں جہاں کہیں یہ مذکور ہے کہ قیامت میں خاندانی تعلق کچھ کام نہ آوے گا اس کی مراد یہ ہے کہ غیر مومن کو کام نہ آوے گا یہاں تک کہ پیغمبر کی اولاد اور بیوی بھی اگر مومن نہیں تو ان کی پیغمبری سے ان کو قیامت میں کوئی فائدہ نہ پہنچے گا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا معاملہ ہے۔

﴿تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع دیوبندی ج 06۔ ص 531۔532﴾

والدین اور اولاد کو ایک دوسرے سے فائدہ حاصل ہوگا:

22- وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ○

﴿سورۃ الطور: 21﴾

"اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی۔ سب آدمی اپنے کیے میں گرفتار ہیں"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

174-اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ ذُرِّيَّةَ الْمُؤْمِنِ مَعَهٗ فِي الْجَنَّةِ وَاِنْ لَمْ يَبْلُغْهَا لِتَقَرَّ بِهِمْ عَيْنُهٗ ثُمَّ قَرَءَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ بِاِيْمَانٍ۔ الخ ﴿آیت نمبر 21 سورۃ الطور قرطبی﴾

......رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بھی جنت میں اس کا درجہ عطا فرمائے گا اگرچہ وہ اپنے عمل کے ذریعے وہاں رہنے کا حق دار نہ ہو یہ اس لیے تا کہ اس مقام پر فائز دیکھ کر اس نیک بندے کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ:

1- اہل ایمان کو ان کے مال و اولاد اور دوسرے مومنوں سے نفع پہنچے گا۔

2- جن آیات میں کسی کو کسی سے نفع اور مدد نہ پہنچنے کا ذکر ہے، وہاں کافر مراد ہیں۔

مزید وضاحت کے لیے درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

مراد یہ ہے کہ کوئی کسی کافر کو کچھ نفع نہ پہنچا سکے گا۔ یہ معنی نہیں کہ مسلمان بھی مسلمان کے کام نہ آئے گا کیونکہ آیات و احادیث یہ صاف بتا رہی ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر نیک بندے گنہگاروں کی شفاعت کریں گے اور اس پر جملہ اہل حق کا اجماع (اتفاق) ہے۔

﴿تفسیر مظہری اردو ترجمہ ج 01 ص 111 مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی﴾

دوسرا باب

محبوبانِ خدا دنیا میں بھی مدد فرماتے ہیں

مشکل جو آن پڑی......... تیرے در سے ہے ٹلی:

175- حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ صحابہ کرام ﷺ نے وضو کے لیے پانی ڈھونڈا مگر نہ ملا۔ تب رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پانی لایا گیا۔ اس برتن میں آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیا اور لوگوں کو اس پانی سے وضو کرنے کا حکم دیا۔

حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں: میں آپ ﷺ کی انگلیوں کے نیچے سے اُبل رہا تھا یہاں تک کہ سب نے وضو کر لیا۔

﴿بخاری کتاب الوضوء باب التماس الوضوء ج 01 ص 168، کتاب المناقب باب علامات نبوۃ ج 01 ص 504۔ ترمذی ابواب المناقب﴾

176- ایک دوسری حدیث پاک میں حضرت انس ﷺ کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔ میں نے وضو کرنے والوں کا اندازہ لگایا، وہ ستر (70) اور اسی (80) کے درمیان تھے۔

﴿بخاری کتاب الوضوء باب الوضوء من التور ج 01 ص 33﴾

177- ایک حدیث پاک میں وضو کرنے والوں کی تعداد تین سو یا تین سو کے لگ بھگ بیان کی گئی ہے۔ ﴿بخاری کتاب المناقب باب علامۃ نبوۃ ج 01 ص 504﴾

178- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک میں ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چھاگل رکھی ہوئی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا۔ پھر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر لوگوں نے عرض کیا: ہمارے پاس وضو کے لیے پانی نہیں ہے۔ پس یہی تھوڑا سا پانی ہے جو آپ کے حضور رکھا ہوا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک چھاگل میں ڈالا تو پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے اُبل پڑا جیسے چشمے..... پس ہم نے پیا اور وضو کیا۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ (راوی) نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ اس وقت کتنے تھے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً.... اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو بھی پانی سب کے لیے کافی ہوتا لیکن ہم پندرہ سو تھے۔

﴿بخاری کتاب المناقب باب علامۃ نبوۃ ج 01 ص 505۔ مسلم کتاب الامارۃ باب بیان بیعت الرضوان ج 02 ص 129﴾

179- مسلم شریف میں خیبر سے واپس کے موقع پر رونما ہونے والا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جس میں ہے کہ فقط ایک برتن میں تھوڑا سا پانی تھا اور پینے والوں کی کثیر تعداد تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی انڈیلتے رہے اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ پلاتے رہے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔

﴿مسلم کتاب المساجد باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ ج 01 ص 239﴾

یہ تیر کا کمال نہیں، ہاتھ کا اعجاز ہے:

180- حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان روایت کرتے ہیں کہ (حدیبیہ کے سفر میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصویٰ حدیبیہ کے بالکل قریب ایک ایسے گڑھے کے کنارے بیٹھ گئی جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیاس کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر انہیں دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے گڑھے میں ڈال دو۔
پس اللہ تعالیٰ کی قسم! فوراً پانی اُبلنے لگا اور تمام لوگ سیراب ہو گئے۔

﴿بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ ج 01 ص 378﴾

تبصرہ:

1- ان احادیث مبارکہ میں ہے کہ حضور ﷺ کے دست مبارک سے پانی اُبلنے لگا۔ گو حضور ﷺ کی برکت سے پانی کا بہہ نکلنا انبیاء کرام علیہم السلام کی تاریخ میں پہلا معجزہ نہ تھا۔ اس سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مبارک پاؤں کی رگڑ سے زمین کا سینہ شق ہو کر پانی کا چشمہ آپ علیہ السلام کے دہن اقدس کی لذت حاصل کرنے کے لیے اُبل پڑا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پتھر پر عصا مارنے سے بھی پانی کے چشمے پھوٹ پڑے تھے مگر ہمارے آقا و مولا حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا ان دونوں معجزات سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ اور حیران کن ہے کہ گذشتہ واقعات میں پانی وہاں سے نکلا تھا جو پانی کا مقام و محل تھا اور ان واقعات میں پانی وہاں سے پھوٹا جو پانی کا مقام و محل نہیں ہوتا۔

2- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کوئی مشکل پیش آتی تھی وہ سرکار ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مشکلات کے حل کی درخواست کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔

3- حضور ﷺ کے پانی کے برتن میں اپنا ہاتھ مبارک رکھنے اور کنوئیں میں ڈالنے کے لیے تیر عطا کرنے سے خوب واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے تصرف و اختیار، اپنے دست وجود کی برکت و کرامت اور اپنی نفع بخشی سے خوب آگاہ تھے اور آپ ﷺ کو اپنے معجزات کے بارے میں ان کے صدور و ظہور سے پہلے علم تھا اسی لیے تو آپ ﷺ نے ان مواقع پر بلا

تامل و تردد پورے اعتماد کے ساتھ اپنے تصرف و اختیار اور نفع بخشی کا اظہار فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب بندوں کے دامن برکت سے وابستہ رکھے، آمین۔

دستِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسیحائی دیکھئے:

181- حضرت ابیض بن حمال مآربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے چہرے پر داد کی بیماری تھی جس نے ناک کو گھیر رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور میرے چہرے پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو شام تک اس بیماری کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔

﴿دلائل النبوۃ ابونعیم ج 2 ص 615۔ طبقات ابن سعد ج 5 ص 524۔ اصابہ ج 1 ص 17۔ خصائص کبریٰ ج 2 ص 289۔ مجمع الزوائد ج 9 ص 411 بحوالہ طبرانی وقال رجالہ ثقاۃ۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص 428﴾

182- حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک میں ہے کہ حضرت عبداللہ عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو رافع یہودی کو قتل کرنے کے بعد واپسی پر میں گر گیا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی جسے میں نے پگڑی سے باندھا اور صبح ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر رات کا ابو رافع یہودی کے قتل کا سارا واقعہ عرض کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے ٹانگ پھیلا دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ٹانگ پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ شفا بخش پھرتے ہی میری ٹانگ ایک دم ایسے ٹھیک ہو گئی جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ ﴿بخاری ج 02 ص 577۔ مشکوۃ ص 531۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص 425﴾

183- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں پیدل میری بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے اور مجھ پر بے ہوشی طاری تھی

......فَتَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ صَبَّ وَضُوْءَهُ عَلَیَّ فَاَفَقْتُ......تو حضور نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا اور وضو کا بچا ہوا پانی میرے اوپر چھڑکا تو مجھے آرام ہو گیا۔

﴿بخاری کتاب الاعتصام باب مکان النبی یسال مما لم تنزل علیه الوحی ج02 ص1087﴾

184- حضرت عمر بن قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ بن نعمان ؓ کی آنکھ جنگ کے دن زخمی ہو گئی اور آنکھ کا ڈیلا نکل کر ان کے رخسار پر آ گیا تھا۔ صحابہ کرام ؓ نے اسے کاٹنا چاہا تو کچھ لوگوں نے کہا نہیں، پہلے ہم حضور ﷺ سے مشورہ کر لیں۔

حضور ﷺ سے مشورہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مت کاٹو۔ پھر آپ نے حضرت قتادہ ؓ کو بلایا اور ہتھیلی ڈیلے پر رکھ کر اسے دبایا اور اندر کر دیا۔ چنانچہ وہ آنکھ ایسی ٹھیک ہوئی کہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کون سی آنکھ ضائع ہوئی تھی۔

﴿اصابہ ج03 ص225۔ مجمع الزوائد ج08 ص297 بحوالہ طبرانی﴾

185- ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوب صورت اور زیادہ تیز ہو گئی تھی۔

﴿سیرۃ ابن اسحاق ج2 ص82۔ اصابہ ج3 ص217۔ دلائل النبوۃ بیہقی ج2 ص65۔ مجمع الزوائد ج8 ص298۔ دلائل النبوۃ ابو نعیم ج2 ص484﴾

186- حضرت عبیدہ ؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن حضرت ابوذر ؓ کی آنکھ زخمی ہو گئی۔ حضور ﷺ نے اس پر اپنا لعاب دہن لگایا تو وہ دوسری سے بھی زیادہ اچھی ہو گئی۔

﴿مجمع الزوائد ج08 ص298﴾

187- حضرت ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے حافظ ابن کثیر نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص کا باپ

حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس کی دونوں آنکھیں سفید ہو چکی تھیں اور وہ ان سے کوئی چیز بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: تجھے کیا تکلیف پہنچی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے ایک اونٹ کے ساتھ تھا کہ میرا پاؤں سانپ کے انڈوں پر جا پڑا اور میری نظر جاتی رہی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی دونوں آنکھوں میں اپنا لعاب ڈالا تو وہ بینا ہو گیا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسے دیکھا کہ وہ سوئی میں دھاگہ ڈال لیتا تھا اور اس کی عمر اسّی (80) سال تھی۔ اس کی دونوں آنکھیں سفید تھیں۔

﴿مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر 1853۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص 287۔ مجمع الزوائد ج 08 ص 298۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 1126 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی﴾

188- حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک یہودی مسعیر بن رزام نے شوحط درخت کی ٹیڑھی لاٹھی میرے چہرے پر ماری جس سے میری ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور زخم کا اثر میرے دماغ تک پہنچ گیا۔ میں اسی حالت میں سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے کپڑا اٹھایا اور دم فرمایا تو زخم اور ہڈی وغیرہ سب کچھ ایک دم ٹھیک ہو گیا۔ میں نے دیکھا تو وہاں مجھے کوئی زخم وغیرہ نظر نہ آیا۔

﴿دلائل النبوۃ بیہقی ج 02 ص 292۔ خصائص کبریٰ ج 02 ص 66۔ سیرۃ ابن اسحاق ج 02 ص 618۔ طبقات ابن سعد ج 02 ص 92۔ مجمع الزوائد ج 08 ص 378 بحوالہ طبرانی﴾

189- حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری ہتھیلی میں ایک غدود نکل آیا، میں نے سرکار

دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اس غدود کی وجہ سے میرا سارا ہاتھ سوج گیا ہے اور نہ میں تلوار کا دستہ پکڑ سکتا ہوں اور نہ سواری کی لگام۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ میں آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔ آپ ﷺ نے میری ہتھیلی کھول کر اس پر دم فرمایا۔ پھر آپ ﷺ اپنا دست مبارک اس غدود پر رکھ کر کچھ دیر ملتے رہے جب آپ ﷺ نے ہاتھ ہٹایا تو مجھے غدود کا ذرہ برابر بھی نشان نظر نہ آیا۔ ﴿طبرانی عن مخلد بن عقبہ کذا فی مجمع الزوائد ج 08 ص 298﴾

جس کو چاہا مسیحا کر دیا:

190- حضرت بشر بن معاویہ بکائی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو حضور پر نور ﷺ نے خوش ہو کر جوش محبت میں ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کے چہرے اور سر پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا تو ان کو دو کرامتیں حاصل ہوئیں، ایک تو یہ کہ ہمیشہ کے لیے ان کا چہرہ روشن ہو گیا اور دوسری یہ کہ وہ جس بیمار پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے تھے، وہ فوراً تندرست ہو جاتا تھا۔

﴿کنز العمال ج 15 ص 267 مطبوعہ حیدر آباد﴾

191- حضرت حنظلہ بن حزیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد محترم کے ساتھ ایک وفد کے ہمراہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میرے والد نے حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میرے چند بیٹے ہیں جن میں سے بعض کی داڑھی ہے اور بعض کی نہیں ہے، حنظلہ سب سے چھوٹا ہے۔ حضور ﷺ نے مجھے اپنے قریب کیا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت عطا فرمائے۔

﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 408﴾

192- حضرت ذیال راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے پاس

وہ آدمی لایا جاتا جس کے چہرے پر ورم ہوتا یا وہ بکری لائی جاتی جس کا تھن سوجا ہوا ہوتا تھا تو وہ فرماتے: "اللہ تعالیٰ کے نام سے اور حضور ﷺ نے میرے سر پر جس جگہ ہاتھ پھیرا اس جگہ کی برکت سے...... پھر اس ورم پر ہاتھ پھیرتے تو وہ ورم اسی وقت ختم ہو جاتا"

﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 408 بحوالہ طبرانی اوسط و کبیر...... نیز اسے امام احمد نے بھی ثقہ رجال کے ساتھ روایت کیا۔ کنز العمال ج 15 ص 327﴾

چہرے کو چراغ بنا دیا:

193- حضرت اُسید بن ایاس عدوی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو حضور پرنور ﷺ نے خوش ہو کر ازراہِ کرم ان کے چہرے پر اپنا دستِ انور پھیرا جس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ جب کسی اندھیرے گھر میں قدم رکھتے تھے تو آپ کے نورانی چہرے کی روشنی میں اس گھر میں اجالا ہو جایا کرتا تھا۔ ﴿کنز العمال ج 15 ص 253﴾

194- حضرت محمد بن صالح فرماتے ہیں کہ محارب کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضور پرنور ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر مبارک ہاتھ پھیرا تو وہ روشن اور چمک دار ہو گیا۔

﴿البدایہ والنہایہ اردو ج 05 ص 172۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص 435﴾

195- (ایک مرتبہ) حضور ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت زیاد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قریب کیا اور ان کے لیے دعا فرمائی اور اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھا پھر ہاتھ مبارک ان کے ناک کی ایک طرف لے گئے اور بنو ہلال کہا کرتے تھے کہ ہم ہمیشہ زیاد (رضی اللہ عنہ) کے چہرے سے برکت حاصل کیا کرتے تھے اور ایک شاعر نے علی بن زیاد سے کہا۔

وہ ہستی حضرت زیاد رضی اللہ عنہ جن کے سر کو حضور نبی اکرم ﷺ نے چھوا اور مسجد میں ان

کے لیے دعاء خیر کی اور میری مُراد اُن کے سوا کوئی مسافر یا تھامہ یا نجد جانے والا نہیں ہے

اور وہ نور ہمیشہ ان کی ناک پر رہا حتی کہ انہوں نے قبر میں اپنا گھر بنالیا۔

﴿البدایہ والنہایۃ اردو ج 05 ص 177﴾

چہرے کو آئینہ بنادیا:

196- حضرت حیان بن عمیر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پر نور ﷺ نے حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرا جس کا اثر یہ ہوا کہ جب وہ بہت بوڑھے ہو گئے اُن کے جسم کے ہر حصے پر بڑھاپے کے آثار ظاہر ہوئے مگر ان کے چہرے پر بڑھاپے کا کوئی اثر نہ تھا بلکہ چہرے پر جوانی کا حسن و جمال باقی تھا۔ ان کا چہرہ اس قدر چمکتا تھا کہ میں ان کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت ان کے سامنے سے ایک عورت گزری تو مجھے اس عورت کا عکس ان کے چہرے میں اس طرح نظر آیا جیسا کہ آئینے میں نظر آتا ہے۔ ﴿اصابہ ج 03 ص 225۔ دلائل النبوۃ بیہقی ج 06 ص 217﴾

شاہزادوں پر کرم کی بارش:

197- حضرت سیدہ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیے اپنے والد گرامی حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا ...... یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَانِ ابْنَاکَ فَوَرِّثْھُمَا شَیْئًا ...... یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ آپ کے دونوں بیٹے ہیں، انہیں اپنی میراث مبارک میں سے کچھ عطا فرمائیے۔

حضور قاسم نعمت ﷺ نے ارشاد فرمایا...... اَمَّا حَسَنٌ فَلَهٗ هَیْبَتِیْ وَ سُؤْدَدِیْ وَ اَمَّا حُسَیْنٌ فَلَهٗ جُرْاَتِیْ وَجُوْدِیْ ...... حسن (رضی اللہ عنہ) کے لیے تو میری ہیبت اور میری سرداری ہے اور حسین (رضی اللہ عنہ) کے لیے میری جرأت اور میرا کرم ہے۔

﴿مجمع الزوائد ج 9 ص 214 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ بحوالہ طبرانی معجم کبیر ج 22 ص 423۔ ابن مندہ۔ ابن عساکر ج 14 ص 128 حدیث نمبر 3416﴾

198- ابن عساکر میں دوسری سند سے مروی ہے کہ حسن (رضی اللہ عنہ) کو تو میں نے اپنا حلم اور ہیبت عطا کی اور حسین (رضی اللہ عنہ) کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔

﴿ابن عساکر ج 14 ص 129 حدیث نمبر 3418﴾

اور حضور ﷺ نے حافظہ عطا فرما دیا:

199- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَسْمَعُ مِنْکَ حَدِیْثًا کَثِیْرًا اَنْسَاہُ قَالَ اُبْسُطْ رِدَآءَ کَ فَبَسَطْتُہٗ فَغَرَفَ بِیَدَیْہِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّ فَضَمَمْتُہٗ فَمَا نَسِیْتُ شَیْئًا بَعْدُ.......

یا رسول اللہ (ﷺ)! میں آپ سے بہت زیادہ باتیں سنتا ہوں لیکن بھول جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے چادر پھیلا دی۔ حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے لپ بنائی اور اسے چادر میں ڈال دیا اور فرمایا: اسے لپیٹ لو۔ میں نے لپیٹ لی۔ اس کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا۔

﴿بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم ج 1 ص 22۔ کتاب الحرث والمزارعۃ باب ماجاء فی الغرس ج 1 ص 316۔ کتاب الاعتصام﴾

200- حضرت سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے حضور پر نور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے قرآن پاک بھول جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا: اے شیطان، عثمان کے سینے سے نکل جا...... اس کے بعد مجھے کوئی چیز بھی نہ بھولی۔

﴿دلائل النبوۃ ابو نعیم ج 02 ص 466۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 03۔
خصائص کبریٰ ج 02 ص 15۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص 426﴾

بے سہاروں کا سہارا، ہمارا نبی ﷺ:

201-ایک اعرابی نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں خشک سالی کی شکایت کرتے ہوئے بارش کی دعا کے لیے عرض کیا اور حضور ﷺ کی دعا سے ایک جمعۃ المبارک سے دوسرے جمعۃ المبارک تک لگاتار بارش ہوتی رہی تو اگلے جمعۃ المبارک آپ ﷺ نے فرمایا: حَوَالَيْنَا لَا عَلَيْنَا .... (اے بادلو!) ہمارے اردگرد برسو، ہم پر نہ برسو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ حضور جس جس طرف اپنی مبارک انگلی سے اشارہ فرماتے جاتے تھے، اس طرف سے بادل چھٹتا اور آسمان صاف ہوتا جاتا تھا۔

﴿بخاری کتاب الجمعۃ باب الاستسقاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ ج 01 ص 127﴾

202-امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں سند صالح کے ساتھ اور دیلمی نے اپنی مسند الفردوس میں نقل فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لیے خوبی ہے ابو طالب کی۔ اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ کون ہے جو ہمیں اس کے اشعار سنائے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ شاید یہ اشعار سننا چاہتے ہیں جو ابو طالب نے آپ کی شان میں پڑھے تھے۔

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

يَلُوْذُ الْهِلَالُ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهٗ فِيْ نِعْمَةٍ وَّفَوَاضِلٍ۔

”وہ گورے رنگ والے جن کے چہرہ کے وسیلے سے بادل کا پانی مانگا جاتا ہے۔ یتیموں کی پناہ گاہ، بیواؤں کے نگہبان......... بنی ہاشم تباہی کے وقت ان کی پناہ میں آتے ہیں۔ ان کے پاس ان کی نعمت اور ان کے فضل میں بسر کرتے ہیں (ﷺ)“

یہ اشعار سن کر حضور ﷺ نے فرمایا......... اِجْعَلْ ذَالِكَ اَرَدْتُ .... ہاں میں یہی چاہتا تھا۔

﴿فتح الباری ج 02 ص 397۔ عمدۃ القادری ج 07 ص 31۔ البدایہ ج 6 ص 136 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

203- بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی یہ شعر پڑھتے تھے۔

﴿بخاری ج 01 ص 137﴾

حضور ﷺ کو دور سے بھی مدد کے لیے پکارنا جائز ہے:

پیارے صحابی رضی اللہ عنہ کا پیارا عقیدہ، سبحان اللہ:

204- حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے وضو خانے میں تین مرتبہ لبیک فرمایا اور فرمایا: نُصِرْتَ۔ نُصِرْتَ۔ نُصِرْتَ (تیری مدد کی گئی۔ تین مرتبہ)۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں نے آپ ﷺ کو تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نُصِرْتَ فرماتے ہوئے سنا جیسے آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے ہوں۔ کیا وضو خانے میں کوئی آپ کے ساتھ تھا؟...... فَقَالَ هٰذَا رَاجِزُ بَنِي كَعْبٍ يَسْتَصْرِخُنِيْ وَيَزْعَمُ اَنَّ قُرَيْشًا اَعَانَتْ عَلَيْهِمْ بَنِيْ بَكْرٍ ...... حضور ﷺ نے فرمایا: یہ بنو کعب کا رجز خواں مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا اور اس کا کہنا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی ہے......

تین دن کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے سنا کہ رجز خواں اشعار پیش کر رہا تھا۔

﴿مواہب امام قسطلانی۔ مجمع الزوائد ج 06 ص 163۔ طبرانی معجم صغیر ص 201۔ مدارج النبوۃ۔ مختصر سیرۃ الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی ص 333﴾

تبصرہ:

ایک شخص کا حضور ﷺ کو دور سے مدد کے لیے پکارنا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ سے اطلاع پا کر کسی شک و شبہ کا اظہار نہ کرنا واضح کرتا ہے کہ

1- وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور ﷺ دور سے پکارنے والوں کی فریاد و پکار سنتے بھی ہیں اور مدد بھی فرماتے ہیں۔

2- حضور ﷺ کو دور سے مدد کے لیے پکارنا جائز بلکہ صحابہ کرام ؓ کی پیاری عادت و سنت ہے۔

3- حضور ﷺ کو پکارنے اور آپ ﷺ کے سننے کے بارے میں دور اور نزدیک کا فرق کرتے ہوئے کوئی من گھڑت قید لگانا اور کہنا کہ آپ ﷺ دور سے نہیں سنتے غلط ہے۔

بارگاہِ مصطفےٰ ﷺ میں جانور بھی فریاد کرتے ہیں:

205- حضرت یعلیٰ بن مرہ ثقفی ؓ فرماتے ہیں..... ایک روز میں تاجدار دو جہاں، رحمت عالمیاں ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ ایک عمدہ اُونٹ آیا اور آپ ﷺ کے حضور بیٹھ گیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا بُرا ہو، دیکھ یہ اُونٹ کس کا ہے؟ میں اُونٹ کے مالک کی تلاش میں نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ ایک انصاری کا اُونٹ ہے۔ میں اس شخص کو آپ ﷺ کی خدمت عالی شان میں بلا لایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اُونٹ کا کیا

معاملہ ہے؟ اس نوجوان نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی قسم، مجھے معلوم نہیں اس اونٹ کا کیا معاملہ ہے؟ ہم اس سے محنت لیتے ہیں اور پانی لاتے ہیں۔ اب یہ پانی لانے سے عاجز ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب ایسا نہ کرنا، یہ اونٹ مجھے بخش دو یا میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس نے کہا، یارسول اللہ ﷺ یہ اونٹ آپ کا ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اسے صدقہ کا نشان لگایا اور پھر اسے بھیج دیا۔ ﴿البدایہ والنہایہ اردو ج 6 ص 849﴾

206- حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی حاجت میں کھجور کے گھنے درختوں کی اوٹ کو پسند فرماتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ انصار رضی اللہ عنہم کے ایک باغ میں تشریف لے گئے تو ایک اونٹ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو حضور انور ﷺ نے اس کی پشت اور کنپٹیوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ پُرسکون ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ انصاری نوجوان نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس چوپائے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا جس نے تجھے اس کا مالک بنایا ہے؟ اس اونٹ نے میرے حضور شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور اس سے مسلسل مشقت کا کام لیتا ہے

﴿مسلم۔ البدایہ والنہایہ اردو ج 06 ص 845﴾

تیسرا باب

محبوبانِ خدا وصال کے بعد بھی مدد فرماتے ہیں

سماعِ موتیٰ کے حوالے سے ایک مغالطہ اور اس کی وضاحت:

انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کی دنیوی زندگی میں دنیا و آخرت کے اُمور و افعال میں اُن کا تصرف و اختیار ماننے اور اُن سے مدد مانگنے کا جواز واضح ہو جانے کے باوجود تا حال یہ سوال وضاحت کا طلب گار ہے کہ ان کے انتقال و وصال کے بعد اُن کا تصرّف و اختیار ماننا اور اُن سے مدد مانگنا کیسے جائز ہے جب کہ قرآن مجید میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مصطفےٰ کریم ﷺ سے فرما دیا کہ آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے۔ تو جب مُردے اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی مصطفےٰ ﷺ کا پکارنا بھی نہیں سن سکتے تو کسی اور کی پکار کیا سُنیں گے اور کیا مدد کریں گے؟

وضاحت: قرآن مجید کی جن آیات کریمہ سے استدلال کر کے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے انتقال اور وصال کے بعد اُن کے سُننے کا انکار کیا گیا ہے، آپ وہ آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیے اور ان میں غور و فکر کیجیے، حقیقت حال با آسانی واضح ہو جائے گی۔

☆ 01- اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ○ ﴿سورۃ النمل:80﴾

”بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مُردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں جب پھریں پیٹھ پھیر کر۔“

☆ 02- وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿سورۃ النمل:81﴾

''اور اندھوں کو گمراہی سے تم ہدایت کرنے والے نہیں۔ تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو وہ مسلمان ہیں''

☆ 03- فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿سورۃ الروم:52﴾

''اس لیے کہ تم مُردوں کو نہیں سناتے اور نہ بہروں کو پکارنا سناؤ جب وہ پیٹھ پھیر کر پھریں''

☆ 04- وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿سورۃ الروم:53﴾

''اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت پر لاؤ۔ تم تو اسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تو وہ گردن جھکانے والے ہیں''

☆ 05- وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿سورۃ فاطر:22﴾

''اور برابر نہیں زندے اور مُردے۔ بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں''

☆ 06- اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ﴿سورۃ فاطر:23﴾ ''تم تو ڈر سنانے والے ہی ہو''

اس حقیقت کی وضاحت سے پہلے کہ قبروں والے سنتے ہیں، ان آیات کریمہ کے حوالے سے وضاحت پیشِ خدمت ہے۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنا کہ مُردے نہیں سنتے، کئی وجوہ سے بالکل غلط ہے۔ چند وجوہات آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

ان آیات کریمہ میں۔ اَلْمَوْتٰی ﴿سورۃ نمل آیت نمبر 80، سورۃ روم آیت

نمبر 52﴾ اور ۔ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿سورۃ فاطر:22﴾ سے قبروں والے مُردے نہیں بلکہ کفار و مشرکین مُراد ہیں جو اگرچہ زندوں کی طرح چلتے پھرتے ہیں مگر حق قبول نہ کرنے کی وجہ سے مُردے ہیں اس لیے کہ:

1- آیت نمبر 81 سورۃ نمل...... وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ...... کے الفاظ ("اور آپ ہدایت نہیں دے سکتے اندھوں کو اُن کی گمراہی سے) یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ اَلْمَوْتٰی سے یہی گمراہ لوگ یعنی کفار مشرکین ہی مُراد ہیں۔

2- آیت نمبر 81 سورۃ نمل اور آیت نمبر 53 سورۃ روم کے الفاظ ملاحظہ کیجیے:

...... اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○

"آپ تو اُنھیں ہی سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے پس وہی گردن جھکائے ہوئے ہیں"

آپ خود سوچیے کہ جب ان الفاظ میں اہل ایمان کو سُننے والے فرمایا گیا ہے تو نہ سُننے والوں سے کفار و مشرکین کے علاوہ اور کون مُراد ہو سکتے ہیں؟ اہل ایمان کے بالمقابل کفار و مشرکین ہوتے ہیں یا مُردے؟

3- قرآن پاک میں حضور نبی کریم ﷺ کی نصیحت قبول کرنے والوں کو زندہ قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو یہ آیت کریمہ:

☆ 07- لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○

﴿سورۃ یٰس:70﴾

"تاکہ وہ (قرآن) اس شخص (مومن) کو آگاہ کردے جو زندہ ہے اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے"

دیکھیے اس آیت میں قرآن کی نصیحت قبول کرنے والے زندہ شخص (مومن) کے مقابل کن لوگوں کا ذکر ہے، کافروں کا یا قبر والے مُردوں کا؟

معلوم ہُوا کہ حقیقت میں زندہ وہی ہوتا ہے جو حق قبول کرنے والا ہو جیسا کہ شہداء کا موت کے بعد بھی زندہ ہونا قرآن کریم سے بھی ثابت ہے ﴿سورۃ البقرہ:154، سورۃ آل عمران:169﴾ اور احادیث مبارکہ سے بھی۔

اور جو حق سے منہ پھیرے وہ بظاہر زندہ ہوتے ہُوئے بھی حقیقت میں مُردہ ہی ہے۔

4- سورۃ فاطر کی آیات کریمہ 19 تا 21 ملاحظہ ہوں:

☆ 08 تا 10- وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝

''اور برابر نہیں اندھا اور آنکھوں والا۔ اور نہ اندھیریاں اور روشنی۔ اور نہ سایہ اور دھوپ''

اور اب ملاحظہ ہو اگلی آیتِ مبارکہ:

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ ﴿سورۃ فاطر:22﴾

''اور برابر نہیں زندے اور مُردے بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے اور تم نہیں سناتے اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں ہیں''

ان آیات مبارکہ سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہاں سُننے کی نفی کافروں سے ہے نہ کہ قبر والے مُردوں سے اس لیے کہ قرآن میں کئی مقامات پر کافروں کو اندھے اور بہرے اور مومنوں کو دیکھنے والے اور سُننے والے قرار دیا گیا ہے۔

5- ان آیات مبارکہ سے مُردوں کے سُننے کی نفی مُراد لی جائے تو اُن تمام احادیث صحیحہ کو ردّ کرنا پڑے گا (معاذ اللہ) جن سے مُردوں کا سُننا ثابت و واضح ہے۔

اب آپ خود ہی سوچیے کہ قرآن مجید کا کون سا مفہوم و نتیجہ حقیقت پر مبنی ہوگا......

وہ جس سے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث صحیحہ پر بھی ہمارا ایمان و اعتماد ثابت و برقرار رہے...... یا...... وہ جس سے احادیث صحیحہ متعددہ کا انکار کر بیٹھیں؟

رہا یہ سوال کہ جب ان آیات کریمہ سے قبر والوں کے سننے کی نفی ثابت نہیں ہوتی تو پھر کافروں کو مُردے کیوں قرار دیا گیا ہے؟

تو آئیے اس سوال کا جواب اور کافروں اور مُردوں کے درمیان تشبیہ کی وجہ تلاش کرتے ہیں نیز یہ کہ ان آیات مبارکہ کا صحیح مفہوم و مطلب کیا ہے؟

-1 ان آیات مبارکہ میں کافروں اور مُردوں دونوں کے مطلقاً سُننے کی نفی نہیں بلکہ ایسا سُننے کی نفی مُراد ہے جو سُننے والے کے لیے نفع بخش اور مفید ہو۔ صاف ظاہر ہے کہ اکثر کفار بہرے نہیں بلکہ سُننے والے تھے مگر یہ سُننا ان کے لیے تب مفید اور کارآمد ہوتا جب وہ حق سُنتے اور قبول کرتے۔ چونکہ انہوں نے نہ تو حق کو حق سمجھا اور نہ ہی قبول کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اُن کے سُننے کے باوجود بہرے قرار دیا۔

سورۃ لقمان کی آیت نمبر 07 کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیے:

☆ 11- وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَیْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝

''اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو تکبر کرتا ہوا پھرے جیسے ان کو سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں ڈاٹ ہے تو اُسے دردناک عذاب کی خبر دو''

روزمرہ زندگی میں بھی آپ مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب ایک بیٹا اپنے والدین کا کہا نہیں مانتا تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا بیٹا تو ہماری بات ہی نہیں سُنتا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ اسے سُنائی نہیں دیتا بلکہ اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ مانتا نہیں۔

یہی حال مُردوں کا ہے کہ انہیں حق قبول کرنے یا نہ کرنے، سیدھی راہ اختیار کرنے یا نہ کرنے، نیک اعمال کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے کوئی نصیحت کی جائے تو وہ اس نصیحت سے فائدہ اُٹھانے سے قاصر ہیں (اس لیے کہ اب اس کا وقت گزر چکا)۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ملاحظہ ہو:

اَیْ هُمْ بِمَنْزِلَةِ اَهْلِ قُبُوْرٍ اَنَّهُمْ لَا یَنْتَفِعُوْنَ بِمَا یَسْمَعُوْنَهُ وَلَا یَقْبَلُوْنَهُ

﴿تفسیر قرطبی ج14 ص 340﴾

"یعنی وہ (کافر) اہل قبور کی طرح ہیں کہ وہ سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اٹھاتے اور نہ اُسے قبول کرتے ہیں"

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

اَیْ لَا تُسْمِعُهُمْ شَیْئًا یَنْفَعُهُمْ ﴿تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 384﴾

"یعنی تو انہیں کوئی ایسی چیز نہیں سُنا سکتا جو ان کو نفع دے"

2- جب یہ واضح ہے کہ ان آیات مبارکہ میں اہلِ قبور کے سُننے کی نفی نہیں ہے تو رہا یہ سوال کہ حضور ﷺ سے کیوں فرمایا گیا کہ آپ انہیں سُنانے والے نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں کو ایسا سنانا کہ وہ سن کر لازمی طور پر ایمان قبول کرلیں، یہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اے محبوب ﷺ! جن لوگوں کا ایمان نہ لانا اللہ تعالیٰ کے علم میں مقدر ہو چکا ہے ان کو کوئی ایمان نہیں دے سکتا یعنی ایسا سُنانا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ گویا اُن کے مطلقاً سُننے کی نفی نہیں بلکہ اُن کے دلوں میں ایمان پیدا کردینے والے سننے کی نفی ہے۔

ملاحظہ ہوں سورۃ فاطر کی آیت نمبر 22 کے الفاظ:

...... اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ...... ○ "بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے"

ان الفاظ میں غور کرکے آپ یہ وضاحت بخوبی اور با آسانی سمجھ سکتے ہیں۔

3- بر تقدیرِ تسلیم اگر کوئی ان آیات مبارکہ سے قبروں والے مُردوں کا مطلقاً نہ سُننا ہی مُراد لینے پر اصرار کرے تو بھی ان آیات میں حضور ﷺ سے یہی تو فرمایا گیا ہے کہ آپ کے سُنانے سے مُردے نہیں سُنتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے سُنانے سے ہی سُنتے ہیں۔ اس سے ہمارے عقیدہ کی کہاں نفی ہوئی۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ کوئی زندہ ہو یا مُردہ، ہر ایک اللہ تعالیٰ ہی کے سُنانے سے سُنتا ہے۔

الغرض اس آیت میں سماع موتٰی یعنی مُردوں کے سُننے کی نہیں بلکہ اسماع یعنی (اپنی ذاتی صلاحیت سے) سُنانے کی نفی ہے۔

الحمد للہ! بخوبی وبآسانی واضح ہوا کہ ان آیات کریمہ کو اہل قبور کے سُننے کی نفی کی دلیل بنانا درست نہیں۔

سماعِ موتٰی / مُردوں کے سُننے......کا واضح ثبوت:

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ مرنے والوں کے سُننے کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا ہے۔

207- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے بدر میں قتل ہونے والوں (کفار و مشرکین) کو تین دن تک پڑے رہنے دیا۔ پھر آپ ﷺ اُن کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور انہیں پکار کر فرمایا: اے ابوجہل بن ہشام! اے اُمیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کا کیا ہوا وعدہ سچ پالیا؟ بے شک میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا، میں نے وہ سچا پایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سُن کر عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ (ﷺ) كَيْفَ يَسْمَعُوْا وَاَنّٰى يُجِيْبُوْا وَقَدْ جَيَّفُوْا۔

"یارسول اللہ ﷺ! یہ کیسے سُنیں گے اور کیسے جواب دیں گے حالانکہ یہ مُردہ اجسام ہیں؟"

فرمایا: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَقْدِرُوْنَ اَنْ يُّجِيْبُوْا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سُننے والے نہیں ہو لیکن یہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔

پھر آپ کے حکم سے ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔

﴿صحیح مسلم کتاب الجنة باب عرض مقعد المیت﴾

208- یہ حدیث پاک حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے:

﴿بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل ج 2 ص 566، مسلم ج 2 ص 387﴾

ایک شبہ و مغالطہ اور اس کا ازالہ:

مغالطہ: اس واقعہ کے حوالے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

209- اِنَّمَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ اَنَّ مَا كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ وَّقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى

﴿بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر۔ مسلم کتاب الجنائز﴾

"حضور ﷺ نے ان کافروں کے متعلق صرف یہ فرمایا تھا کہ بلاشبہ یہ کفراب جانتے ہیں کہ میں جو کچھ ان سے کہتا تھا وہ حق ہے۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی طرف سے یہ بھی فرمایا کہ) سورۃ روم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے پیغمبر تو مُردوں کو نہیں سنا سکتا"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

1- حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کفار تم سے زیادہ سنتے ہیں بلکہ فرمایا تھا کہ یہ کفار جانتے ہیں۔ اس لیے قلیب بدر والی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ کو مُردوں کے سننے کی دلیل بنانا درست نہیں۔

2- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تائیداً سورۃ روم کی آیت پیش کر کے حضور ﷺ کے مُردوں کو نہ سنا سکنے پر استدلال کیا۔

210- آپ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) بھول گئے ہیں۔

﴿نسائی کتاب الجنائز ارواح المومنین ص 293﴾

وضاحت: اگرچہ حدیث پر گہری نظر رکھنے والے اہل علم اس مغالطہ کی حقیقت وحیثیت سے بخوبی آگاہ ہیں تاہم اس بات کا اندیشہ ہے کہ کم پڑھے لکھے لوگ اس مغالطہ کا شکار ہو

جائیں اور مُردوں کے سننے کا انکار کر بیٹھیں اس لیے منکرین سماع موتٰی کے اس مغالطے کی حقیقت و اصلیت واضح کرنا نہایت ضروری ہے۔

ماہرین و شارحین حدیث نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے حوالے سے بہت تفصیلی گفتگو کی ہے جسے مندرجہ ذیل مقامات پر دیکھا جاسکتا ہے۔

﴿حاشیہ بخاری ج 2 ص 566۔ نووی شرح مسلم ج 2 ص 387۔ فتاویٰ ابن تیمیہ ج 2 ص 217۔ ج 4 ص 297-298۔ شفاء السقام علامہ سبکی ص 147۔ تفسیر قرطبی ج 13 ص 233۔ فتاویٰ عزیزی شاہ عبدالعزیز دہلوی ج 1 ص 88 (فارسی)۔ وفاء الوفا ج 2 ص 407۔ روح المعانی ج 6 ص 454۔ الحجۃ الوھبیہ ص 13۔ تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 438۔ فتح الباری امام ابن حجر عسقلانی ج 3 ص 477۔ ج 8 ص 305-306۔ روض الانف امام سہیلی ج 2 ص 74۔ تحفۃ الاحوذی ج 2 ص 136۔ عمدۃ الرعایۃ علامہ عبدالحی لکھنوی ج 2 ص 254۔ فتح الملہم شیخ شبیر احمد عثمانی ج 2 ص 478۔ کواکب الدراری شرح بخاری امام کرمانی ج 15 ص 167-168۔ عمدۃ القاری شرح بخاری علامہ بدر الدین عینی ج 08 ص 291 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔ تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی ج 7 ص 253﴾

چونکہ اکثر لوگوں کے لیے ان کتب کا تفصیلی مطالعہ ممکن نہیں اس لیے یہاں علماء کے تفصیلی جوابات کا خلاصہ پیش جاتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے درج ذیل چند نکات:

1- امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام بیہقی نے فرمایا کہ علم (جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُن مُردوں کے علم کا اعتراف کرتی

ہیں) سننے سے نہیں روکتا۔ رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مُردوں کے نہ سُننے والی آیت پیش کرنا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حالت میں نہیں سُنتے جب وہ مُردے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا حتّٰی کہ انہوں نے آپ ﷺ کا کلام سُنا جیسا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ﴿فتح الباری شرح بخاری ج 8 ص 305-306﴾

2- بدر کے مقتولین سے حضور ﷺ کے خطاب فرمانا اور اُن کا یہ خطاب سُننا بیان کرنے والی حدیث مبارکہ صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی نہیں بلکہ مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی الگ الگ یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ صحیح بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل ج 2 ص 566، صحیح مُسلم کتاب الجنۃ باب عرض مقعد المیت ج 2 ص 387 میں ہے

211- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی حدیث مبارکہ المعجم الکبیر ج 10 رقم الحدیث 10320، کتاب السنۃ رقم الحدیث 884 میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن سیدان سے بھی یہ حدیث مبارکہ مروی ہے۔

212- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ امام ابن اسحاق کی السیرۃ النبویہ ج 2 ص 250 میں ہے۔

اور دیگر متعدد احادیث مبارکہ بھی قلیب بدر والی اس حدیث مبارکہ کی شاہد و مؤید ہیں اور پوری صراحت کے ساتھ اہلِ قبور کا سُننا ثابت کرتی ہیں جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ ﴿تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 438﴾

جب کہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی روایت میں منفرد (اکیلی) ہیں اور پھر وہ یوم بدر کے اس موقع پر موجود ہی نہیں تھیں اس لیے کہ حضور ﷺ کی طرف ان کی رخصتی ہی اس واقعہ کے کئی سال بعد ہوئی ہے جبکہ سماعِ موتٰی ثابت کرنے والی حدیث مبارکہ بیان کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (سوائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے) اس موقع پر موجود تھے اور پھر

تھے اور پھر حضور ﷺ سے سوال کرنے والے بھی صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکیلے ہی نہیں تھے بلکہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث مبارکہ سے واضح ہے۔

ان تمام وجوہات کو سامنے رکھتے ہوئے جمہور علماء اسلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مقابلے میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث مبارکہ کو ترجیح دیتے ہوئے اہل قبور کے سننے پر استدلال کیا ہے۔

213- قارئین یہ جان کر حیران ہوں گے کہ حضرت امام ابن اسحاق نے یونس بن بکیر کی جید سند کے ساتھ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مثل ایک روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ "حضور ﷺ نے فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے تم ان (مردہ کافروں) سے زیادہ سننے والے نہیں ہو" ﴿السیرۃ النبویہ ج 2 ص 250﴾

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ روایت محفوظ ہو (اور جب اس کی سند جید اور حسن ہے تو گویا محفوظ ہی ہے) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سابقہ انکار سے رجوع فرما لیا تھا کیونکہ ان کے نزدیک دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے یہ امر ثابت و واضح ہو گیا تھا جو اس موقع پر حاضر تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر حاضر نہیں تھیں۔

اگرچہ اس روایت کے علاوہ بھی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی قلیب بدر والی حدیث مبارکہ کا قابل ترجیح ہونا خوب واضح ہے جس سے اہل قبور کا سننا ثابت ہے تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رجوع ثابت ہونے کی صورت میں تو سماع موتی کے منکرین کی یہ واحد دلیل بھی کام نہ آ سکی اور

بلا تردید یہ ثابت و واضح ہو گیا کہ........ مُردے سُنتے ہیں

سماع موتی کے ثبوت میں چند مزید احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں تاکہ

اطمینان قلب کا بھرپور سامان فراہم ہو جائے۔

214- حضرت انس بن مالک ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: بندہ کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب پیٹھ موڑ کر چلے جاتے ہیں تو مُردہ ان کی جوتیوں کے چلنے کی آواز سنتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اس کے بعد قبر میں سوال و جواب کا ذکر ہے۔

﴿بخاری کتاب الجنائز باب المیت یسمع خفق النعال، کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر ۔ مسلم کتاب الجنۃ۔ سنن ابوداؤد رقم الحدیث 3231۔ سنن نسائی رقم الحدیث 2048۔ صحیح ابن حبان رقم الحدیث 3118۔ المستدرک حاکم ج 1 ص 379 قدیم ۔ مسند البزار رقم الحدیث 873۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 3 ص 378﴾

215- حضرت ابوہریرہ ﷜ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان میں گئے اور فرمایا:
اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ "تم پر سلام ہو، اے مومنوں کی بستی میں رہنے والو!

﴿مسلم ج 1 ص 126 قدیم رقم الحدیث 249 جدید، سنن ابوداؤد ج 2 ص 105، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 4304، مسند احمد ج 2 ص 300، مشکوٰۃ ج 2 ص 105، مرقاۃ ج 8 ص 11﴾

216- حضرت ابوہریرہ ﷜ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اس شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا پھر اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہیں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

﴿شعب الایمان ج 7 ص 17، رقم الحدیث 9296 دار الکتب العلمیہ بیروت﴾

217- حضرت عبداللہ بن عباس ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص

بھی اپنے کسی ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

﴿الاستذکار امام ابن عبدالبر ج 2 ص 165 رقم الحدیث 1858 مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، احیاء العلوم امام غزالی ج 6 ص 127﴾

امام قرطبی نے اس حدیث مبارکہ کی ابو محمد عبدالحق اشبیلی سے تصحیح بیان کی ہے اور اسے ابن قیم جوزی نے بھی کتاب الروح ص 10-11 مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ میں بیان کیا ہے۔

218- امام عبدالرزاق بن ہمام حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر جس قبر کے پاس سے گزرتے، اسے سلام کرتے تھے۔

﴿المصنف ج 3 رقم الحدیث 6721﴾

نوٹ: امام قرطبی سماع موتیٰ پر بحث کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں۔ فَلَوْلَمْ يَسْمَعِ الْمَيِّتُ لَمْ يُسَلِّمْ عَلَيْهِ وَهٰذَا وَاضِحٌ ﴿تفسیر قرطبی ج 13 ص 233﴾

''پس اگر مردہ نہ سنتا ہو تو اسے سلام نہ کہا جاتا اور یہ بالکل واضح ہے''

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ سَمَاعُ الْمَيِّتِ لِلْاَصْوَاتِ مِنَ السَّلَامِ وَالْقِرَاءَةِ حَقٌّ

﴿اقتضاء الصراط المستقیم ص 181 مطبوعہ مصر﴾

''مردے کا سلام اور قرأت کی آواز سننا حق ہے''

219- خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا: ہم قبروں پر سلام کرنے کے لیے کیا کہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ ﴿المصنف ج 3 رقم الحدیث 6722﴾

''(اس) بستی والوں پر سلام ہو مومنوں اور مسلمانوں کی طرف سے اللہ ہمارے

اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے گا ان شاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں"

220- حضرت عبداللہ بن الاودی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہ باہلی کے پاس گیا۔ اس وقت وہ حالت نزع میں تھے۔ انہوں نے فرمایا: جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ اسی طرح کرنا جس طرح حضور انور ﷺ نے ہمیں مُردوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو تم اس کی قبر پر مٹی ہموار کر دینا۔ پھر تم میں سے کوئی اس شخص کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے پھر اسے چاہیے کہ یہ کہے یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانَۃَ! وہ یہ کلام سنے گا اور جواب نہیں دے گا۔ پھر کہے کہ یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانَۃَ! تو وہ اٹھ کر سیدھا بیٹھ جائے گا۔ پھر کہے: یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانَۃَ! تب وہ مُردہ کہے گا: اللہ تم رحم کرے ہماری راہ نمائی کرو۔ لیکن تمہیں (اُن کے کلام کا) شعور نہیں ہوتا۔ پس اسے چاہیے کہ کہے: یاد کرو جب تم دنیا سے گئے تھے تو یہ شہادت دیتے تھے کہ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اور تم اللہ کو رب مان کر راضی تھے اور اسلام کو دین مان کر اور (حضرت) محمد ﷺ کو نبی مان کر اور قرآن کو امام مان کر۔ پھر منکر اور نکیر میں سے ایک اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر کہے گا: اب یہاں سے چلو ہم اس شخص کے پاس نہیں بیٹھتے جس کو حجت کی تلقین کر دی گئی ہے۔ پھر ان کے سامنے اللہ حجت کرنے والا ہو گا۔ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر ہمیں اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس کو حوّاء کی طرف منسوب کرے اور کہے یَا فُلَانُ بْنُ حَوَّاءَ۔

﴿المعجم الکبیر ج 8 رقم الحدیث 7979، مجمع الزوائد ج 2 ص 202، تذکرہ ج 1 ص 119، تہذیب تاریخ دمشق ج 6 ص 424، کنز العمال رقم الحدیث 42406، 42934﴾

علامہ قرطبی نے حافظ ابو محمد عبدالحق اور شیبہ بن ابی شیبہ، امام غزالی اور بہت سے علماء کا اس حدیث سے استدلال کرنا بیان کیا ہے اور اہل علم کا اس حدیث مبارکہ پر عمل کرنا اس

کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے امام نووی سے نقل کیا ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک ضعیف حدیث اہل علم کے عمل سے قوی ہو جاتی ہے۔ ﴿مرقاۃ ج 2 ص 98﴾

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی سند کو صالح کہا ہے مشہور محدث ضیاء الدین ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد المقدسی نے جو حافظ الحدیث اور محدث شام تھے، علامہ برزالی، امام ابن النجار نے بھی اس حدیث کو قوی کہا ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر التلخیص میں کہتے ہیں کہ اس کے کئی شواہد موجود ہیں۔ ﴿ج 2 ص 136﴾

معلوم ہوا کہ...... مُردے سُنتے ہیں۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ اب تک اس موضوع پر جتنی بھی گفتگو ہوئی ہے وہ کفار ومشرکین یا عام اہل ایمان کے بارے میں ہے تو جب کفار ومشرکین یا عام اہل ایمان مرنے والے سُنتے ہیں تو شہداء کرام کا سننا اور جاننا کیسا وسیع اور مضبوط ہوگا جن کی موت کے بعد خاص شان وعظمت والی زندگی کی گواہی خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں دے رہا ہے۔

﴿سورۃ البقرہ آیت نمبر 154، سورۃ ال عمران آیت نمبر 169﴾

اور اس امر میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ اولیاء کرام ان عام شہداء کرام سے مقام و مرتبہ میں کہیں افضل وارفع ہیں تو اس سے اُن کی بعد وفات زندگی اور زندگی کے لوازمات و علامات یعنی سُننا دیکھنا جاننا وغیرہ کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے؟

رہے انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً ہمارے حضور ﷺ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ جن کے صدقے شہداء اور اولیاء کرام کو عظیم الشان زندگی اور اس زندگی کی اعلیٰ نعمتیں اور لوازمات حاصل ہوئے وہ خود نہ تو زندہ ہوں اور نہ ہی انہیں بعد وفات زندگی کی اعلیٰ نعمتیں اور اس کے لوازمات حاصل ہوں (معاذ اللہ)۔

صالح مومنین کو وفات کے بعد قیامت تک کے برزخی عرصہ میں قبر کی وسعت وفراخی

اور بہت بیش بہا اُخروی نعمتوں کا ملنا اور مجرموں کو عذاب و مصائب کا ملنا متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ جو اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے کہ مرنے کے بعد ہر انسان کی روح کا تعلق جسم کے ساتھ قائم رہتا ہے جس کی وجہ سے کسی کی روح کو ملنے والی راحت و نعمت کا لطف و فیض اور کسی کی روح کو دی جانے والی تنگی و مصیبت کی تکلیف جسم کو بھی پہنچتی ہے۔

کسی جاہل پر پوشیدہ ہو تو ہو، اہل علم جانتے ہیں کہ موت رُوح کے عدم و فنا کا نام نہیں بلکہ روح کے جسم سے علیحدہ ہونے کا نام ہے۔ جہاں تک علم و شعور، دیکھنے سُننے، محسوس کرنے اور دیگر صفات کا تعلق ہے تو یہ رُوح کی صفات ہیں۔ جب موت وارد ہونے کے باوجود روح زندہ رہتی ہے تو روح کی یہ صفات بھی موجود و برقرار رہتی ہیں اور ایک مرتبہ روح جسم سے الگ ہونے کے بعد اعلیٰ علّیین یا سجّین میں ہونے کے باوجود دوبارہ جسم سے خاص تعلق قائم کر لیتی ہے تو جسم پھر ان صفات کا اثر قبول و حصول کر لیتا ہے۔

قارئین محترم! اس حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ موت کے بعد عام صالح مومنوں کو دنیا کی نسبت زیادہ بہتر زندگی عطا کی جاتی ہے اور اُن کے روحانی مقامات و درجات بہت ترقی و کمال حاصل کر لیتے ہیں جس کے نتیجے میں ان کا علم و شعور، ان کے دیکھنے، سُننے اور محسوس کرنے کی صفات بہت بڑھ جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً ہمارے حضور ﷺ کے علم و مشاہدہ اور تصرّف و اختیار کی وسعت کا کیا عالم ہو گا۔ کیا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ سے یہ وعدہ نہیں فرمایا؟

☆ 12- وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ ﴿سورۃ الضحیٰ: 04﴾

"اور آپ کی ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے"

تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے علم و مشاہدہ و اور تصرّف و اختیار میں ہر لحظہ ترقی و اضافہ ہو رہا ہے۔ جب دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا بعد وصال حج کرنا، اپنی قبروں میں نماز پڑھنا،

شبِ معراج مسجد اقصیٰ اور پھر آسمانوں میں حضور ﷺ کا استقبال کرنا ثابت و مسلّم ہے تو اُن کی حیات بعد وفات اور اُن کے علم و مشاہدہ، سُننے دیکھنے، اور تصرّف و اختیار کا انکار کیوں؟

الغرض زیادہ نہیں تو یہ بات ہی ذہن نشین کر لینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو ان کی دنیوی زندگی میں سُننے، دیکھنے، جاننے کے ساتھ ساتھ تصرّف و اختیار کی وسیع اور پختہ صفتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں جن میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آسمانوں اور زمین کے وسیع مشاہدے ﴿سورۃ الانعام آیت نمبر 75﴾، حضرت سلیمان علیہ السلام کے چیونٹی کی گفتگو سُن لینے ﴿سورۃ النمل آیت نمبر 19﴾ اور آپ علیہ السلام کے صحابی حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کے پلک جھپکنے سے پہلے ملکہ سبا بلقیس کا تخت سینکڑوں میل سے لا حاضر کرنے ﴿سورۃ النمل آیت نمبر 40﴾، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیماروں کو شفا عطا کرنے ﴿سورۃ ال عمران آیت نمبر 49۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر 110﴾ اور حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مشکل کشائی کرنے کی چند جھلکیاں اس کتاب میں بھی پیش کی گئی ہیں۔

تو جب اُن کی دنیوی حیات میں اُن کی ان صفات کی شان و عظمت کا یہ حال ہے تو بعد وصال تو اُن کی روحانی لطافتوں میں برابر ترقی اور اضافہ ہی ہو رہا ہے تو پھر ان کی ان صفات کی شان و عظمت کا عالم کیا ہوگا؟

میرے بھائیو! دور و نزدیک اُن کا نہیں، ہمارا مسئلہ ہے۔ ابو جہل ہو یا ابولہب، جو اُن کا نہ ہُوا ہو وہ اُن کے قریب رہتے ہوئے بھی دور ہی تھا اور جو اُن کا ہو گیا وہ سینکڑوں میلوں پر بھی ہو تو ان کے قریب ہوتا ہے۔ آج بھی کتنے خوش نصیب ہیں جو کہیں بھی ہوں، اُن سے مربوط ہیں۔ اپنی کہہ لیتے اور ان کی سُن لیتے ہیں اور کتنے ایسے ہوں گے جو طعن و تنقید کے غبار سے اَٹے ہوئے دل لیے حاضرِ بارگاہ ہو کر بھی کرم و شفقت سے محروم رہ جاتے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ محبوبانِ الٰہی کی شان و عظمت سمجھنے اور ان کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

صحابہ ﷺ نے پکارا .... یا محمداہ (ﷺ)!

221-امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں 18ھ میں دوبارہ قحط واقع ہوا (اسے عام الرمادۃ کہتے ہیں)۔ حضرت بلال بن حارث مزنی ؓ سے ان کی قوم بنو مزینہ نے کہا: ہم مرے جا رہے ہیں، کوئی بکری ذبح کیجیے۔ انہوں نے بکری ذبح کی۔ جب اس کی کھال اُتاری اور نیچے سے صرف سرخ ہڈی نکلی...... فَنَادیٰ یَا مُحَمَّدَاہُ فَلَمَّا اَمْسٰی فَاَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ لَہٗ اَبْشِرْ بِالْحَیَاۃِ...... تو (حضرت بلال ؓ نے فریاد کرتے ہوئے) پکارا...... یا محمداہ۔ رات ہوئی تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ اُمت کے غم خوار، دو جہاں کے تاجدار، احمد مختار، سرکار عالی وقار ﷺ انہیں فرما رہے ہیں کہ تمہیں زندگی مبارک ہو (یعنی بارش ہوگی)

﴿تاریخ طبری ج 3 ص 192۔ البدایۃ والنہایۃ ج 7 ص 204 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔ تاریخ ابن اثیر ج 6 ص 556۔ حیاۃ الصحابہ اردو ج 3 ص 684﴾

222-امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے خادم عبدالرحمن ؓ فرماتے ہیں۔ خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ فَقَالَ یَامُحَمَّدَاہُ ...... حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کا پاؤں سن ہوگیا تو ایک شخص نے آپ ؓ سے عرض کیا کہ تمام لوگوں میں سے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اس کو یاد کیجیے تو حضرت ابن عمر ؓ نے کہا...... یا محمد (ﷺ)!

﴿الادب المفرد باب نمبر 347﴾

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پر جو عنوان قائم کیا ہے، وہ ملاحظہ کیجیے:

مَایَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا خَدِرَتْ رِجْلُہٗ ...... جب کسی شخص کا پاؤں سن ہو جائے تو کیا کہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عنوان قائم کر کے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو ہمیشہ کے لیے عموم پر رکھتے ہوئے سمجھا دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد وصال کبھی بھی بوقتِ مصیبت پکارنا جائز ہے۔

امام حافظ ابن السنیؒ (معوفی) نے بھی متعدد اسناد کے ساتھ اس روایت کو اپنی شہرہ آفاق کتاب "العمل الیوم واللیلۃ" میں اس طرح نقل فرمایا ہے:

قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَخَدِرَتْ رِجْلُهُ فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا لِرِجْلِكَ ؟ قَالَ اِجْتَمَعَ عَصَبُهَا مِنْ هٰهُنَا فَقُلْتُ اُدْعُ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ فَانْبَسَطَتْ۔

"(حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا تو ان کا پاؤں سُن ہو گیا تو میں نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! آپ کے پاؤں کو کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ اس کا پٹھے پر پٹھا چڑھ گیا ہے تو میں نے کہا: سب لوگوں میں سے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو، اُسے پکاریئے تو انہوں نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)...... تو وہ بھلے چنگے اور خوش و خرم ہو گئے" ﴿العمل الیوم واللیلۃ ص 67-68 مطبوعہ نور محمد کراچی﴾

223- امام ابن السنی نے ایسا واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی نقل فرمایا ہے۔

واضح رہے کہ امام ابن السنی نے بھی اس روایت پر وہی عنوان قائم کیا ہے جو امام بخاری نے کیا ہے اس سے امام ابن السنیؒ کا عقیدہ بھی معلوم ہوا۔ یہ واقعہ حضرت قاضی عیاض اندلسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "الشفاء" ص 249 مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت پر نقل فرمایا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل فرمایا ہے ﴿الاذکار ص 271 مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر﴾

الحمد للہ۔ اس روایت سے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ امام بخاری اور امام ابن السنی، قاضی عیاض مالکی اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہم جیسے اکابر محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا یہ عقیدہ بھی واضح ہوا کہ:

حضور ﷺ کو بعد وصال نداء کرنا یعنی پکارنا جائز ہے۔

اگر چہ مذکورہ روایت میں اُدْعُ کا لفظ یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ ہر پکار عبادت نہیں ہوتی اس لیے اسے شرک قرار دینا بالکل غلط ہے تاہم مزید ملاحظہ ہو۔

حافظ ابنِ کثیر کی شہادت:

224- جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کی ساٹھ ہزار فوج سے قلیل التعداد مسلمان معرکہ آراء تھے۔ مقابلہ شدید تھا۔ ایک دفعہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ سپہ سالار تھے۔ انہوں نے یہ حالت دیکھی تو۔ نَادٰی بِشِعَارِ الْمُسْلِمِیْنَ وَکَانَ شِعَارُھُمْ یَوْمَئِذٍ یَامُحَمَّدَاہُ...... انہوں نے مسلمانوں کی علامت (پہچان۔ معمول) کے ساتھ پکارا۔ اس دن مسلمانوں کی علامت تھی۔ یا مُحَمَّدَاہ۔

﴿تاریخ ابن اثیر ج 2 ص 364۔ البدایہ والنہایہ ج 6 ص 324 مکتبۃ المعارف بیروت﴾

نداءِ یا محمد صحابہ کرام ؓ کا معمول تھا:

یَامُحَمَّدَاہُ...... ھٰذَا مِمَّا تَعَاھَدُہٗ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ

﴿نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض ج 03 ص 355﴾

"یا محمد اہ (کہنا) اہل مدینہ کی عادت اور ان کا معمول ہوتا تھا"

نداءِ یا محمد ﷺ کے بارے میں اشرف علی تھانوی کا بیان:

یعنی آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد آپ کو اسم گرامی کے ساتھ ندا کرکے "یا محمد" کہنا سوء ادبی ہونے کی وجہ سے منع کیا جائے گا اور یہ ممانعت اس وقت باقی نہیں رہتی جب "یا محمد" کی ندا میں تعظیم کا کوئی قرینہ شامل ہو جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا کہ ہے کہ آپ نے ایک نابینا کو "یا محمد" سے ندا کرنے کی تعلیم دی۔

﴿امداد الفتاوٰی ج 04 ص 386 مطبوعہ کراچی﴾

امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استغاثہ:

آپ قصیدۃ النعمان میں عرض پرداز ہیں:

يَا مَالِكِيْ كُنْ شَافِعِيْ فِيْ فَاقَتِيْ ...... اِنِّيْ فَقِيْرٌ فِي الْوَرٰى لِغِنَاكَ

"اے میرے مالک (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ میری حاجت میں شفیع ہوں...... میں تمام مخلوق میں آپ کے غنا کا فقیر ہوں"

يَا اَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرٰى ...... جُدْلِيْ بِجُوْدِكَ وَاَرْضِنِيْ بِرِضَاكَ

"اے جن و انس سے زیادہ کریم، اے مخلوق کے خزانے ...... مجھ پر احسان فرمائیں اور اپنی رضا سے مجھے راضی فرمائیں"

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ ...... لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْاَنَامِ سِوَاكَ

"میں آپ کی بخشش کا امیدوار ہوں اور آپ کے سوا مخلوق میں ابو حنیفہ کا کوئی نہیں"

﴿قصیدۃ النعمان ص 103 تا 105 مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ﴾

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا استغاثہ:

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں نقل کرتے ہیں:

وَنَدَبَتْ زَيْنَبُ اَخَاهَا الْحُسَيْنَ وَاَهْلَهَا. فَقَالَتْ وَهِيَ تَبْكِيْ. يَا مُحَمَّدَاهُ. يَا مُحَمَّدَاهُ صَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ وَمَلَكُ السَّمَاءِ هٰذَا حُسَيْنٌ بِالْعَرَاءِ. مُزَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ، مُقَطَّعُ الْاَعْضَاءِ يَا مُحَمَّدَاهُ، وَبَنَاتُكَ سَبَايَا وَذُرِّيَّتُكَ مُقَتَّلَةٌ تَسْفِيْ عَلَيْهَا الصَّبَا. قَالَ فَاَبْكَتْ وَاللّٰهِ كُلَّ عَدُوٍّ وَصَدِيْقٍ

﴿البدایہ ج 08 ص 272 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

"اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے! امداد (دو مرتبہ) ۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل

فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں۔ یہ حسین میدان میں ہیں، خون میں نہائے ہوئے، اعضا کٹے ہوئے۔ یا محمد امداد۔ آپ کی بیٹیاں حراست میں ہیں۔ آپ کی اولاد شہید کر دی گئی۔ باد صبا اُن پر مٹی اُڑا رہی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اُن کی پُر سوز فریاد نے دشمن اور اپنے سب کو رُلا دیا"

حضرت ابی المواہب الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی فریاد:

اَنْتَ الْغِیَاثُ وَاَنْتَ الْمَلَاذُ فَاَغِثْنَا بِجَاهِكَ الْوَجِیْهِ الَّذِیْ لَا یَرُدُّہُ اللّٰہُ

﴿حسن الختام ص 234۔ تحقیق بسام محمد بارود ابوظبی﴾

"آپ میرے فریاد رس ہیں اور میری جائے پناہ ہیں۔ پس آپ میری مدد کیجیے اپنے وجاہت والے چہرے کے وسیلہ سے جسے اللہ بھی رد نہیں فرماتا"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فریاد:

وَصَلّٰی عَلَیْكَ اللّٰہُ یَا خَیْرَ خَلْقِہٖ ...... وَیَا خَیْرَ مَاْمُوْلٍ وَیَا خَیْرَ وَاہِبٖ

وَیَا خَیْرَ مَنْ یُّرْجٰی لِکَشْفِ رَزِیَّۃٍ ...... وَمِنْ جُوْدِہٖ قَدْ فَاقَ جُوْدَ السَّحَائِبٖ

وَاَنْتَ مُجِیْرِیْ مِنْ ھُجُوْمِ مُلِمَّۃٍ ...... اِذَا اَنْشَبَتْ فِی الْقَلْبِ شَرَّ الْمَخَالِبٖ

"اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اے تمام مخلوق سے بہتر! ...... اے بہترین جائے اُمید! اور اے بہترین عطا فرمانے والے ...... اور اے وہ بہترین ذات کہ جن سے مصیبت دور کرنے کی امید کی جاتی ہے ...... اور جن کی سخاوت بادلوں سے بلند و بالا ہے ...... آپ مصیبتوں کے وقت پناہ دینے والے ہیں ...... جب وہ اپنے بدترین پنجے دل میں گاڑ دیں"

﴿اطیب النغم از شاہ ولی اللہ دہلوی ص 22 مطبع مجتبائی دہلی﴾

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی فریاد:

آپ بہت سے علماء دیوبند کے پیر و مرشد ہیں، حضور ﷺ کی بارگاہ میں اس طرح فریاد کرتے ہیں:

شفیع عاصیاں تم ہو وسیلہ ء بے کساں تم ہو
تمہیں چھوڑ کر اب کدھر جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ ﷺ
جہازِ اُمت کا حق نے کر دیا آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ ﷺ
پھنسا کر اپنے دامِ عشق میں امداد عاجز کو
بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ ﷺ

﴿گلزارِ معرفت﴾

مناجات نالۂ امداد غریب میں عرض پرداز ہیں:

اے حبیب کبریا فریاد ہے...... یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
اے میرے مشکل کشا فریاد ہے...... سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل

ندا کے بارے میں حاجی صاحب کی تلقین:

فرماتے ہیں...... آنحضرت ﷺ کی صورت مثالیہ کا تصور کر کے درود شریف پڑھے اور داہنی طرف "یا احمد" اور بائیں طرف "یا محمد" اور "یا رسول اللہ" ایک ہزار بار پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ بیداری یا خواب میں زیارت ہوگی۔

﴿کلیات امدادیہ کا حصہ ضیاء القلوب ص 45 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی﴾

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں۔ یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے لہ الخلق والامر۔ عالم امر مقید بہ جہت طرف وقرب و بعد وغیرہ نہیں۔ پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔ ﴿امداد المشتاق ص 59﴾

حسین احمد ٹانڈوی کا بیان:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہمارے مقدس بزرگانِ دین اس صورت اور جملہ صور درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب وندا کیوں نہ ہو مستحب ومستحسن جانتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔

﴿شہاب ثاقب ص65﴾

تھانوی صاحب بھی پکار اُٹھے......

يَا شَفِيعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِيْ ‏ أَنْتَ فِي الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِيْ

غَشَّنِي الدَّهْرُ يَا ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ‏ كُنْ مُغِيثًا فَأَنْتَ لِيْ مَدَدِيْ

يَا رَسُوْلَ الْاِلٰهِ بَابُكَ ‏ مِنْ غَمَامِ الْغُمُوْمِ مُلْتَحَدِيْ

لَيْسَ لِيْ مَلْجَأٌ سِوَاكَ أَغِثْ

مَسَّنِيَ الضُّرُّ سَيِّدِيْ سَنَدِيْ

دستگیری کیجیے میرے نبی ‏ کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف ‏ اے میرے مولا خبر لیجیے مری

میں ہوں بس اور آپ کا در یا رسول ‏ ابر غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ

فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی

﴿نشر الطیب ص194 مطبوعہ تاج کمپنی﴾

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی فریاد:

يا سيدي يا عروتي ووسيلتي ...... يا عدتي في شدة ورخاء

انت المغيث برحمته وكرامته ...... في غمته وغوائل وبلاء

مالي وراء ك مستغاث فارحمن ...... يارحمة للعالمين بكائي

﴿ماثر صدیقی موسوم بہ سیرت والا جاہی۔ قصیدۃ العنبریہ فی مدح خیر البریہ۔ حاشیہ ہدیۃ المہدی از نواب وحید الزماں ص20﴾

1- اے میرے آقا، میرے سہارے، میرے وسیلے...... سختی اور نرمی میں میرے کام آنے والے!

2- آپ فریادرس ہیں اپنی رحمت اور اپنی کرامت کے ساتھ...... سختی، مشکلات اور بلائیں۔

3- آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے جس سے مدد مانگی جائے...... اے رحمۃ للعالمین! میری آہ و پکار پر رحم فرمایئے۔

یہی غیر مقلد نواب صدیق حسن بھوپالی، قاضی شوکانی اور ابن قیم سے ان کی وفات کے برسوں بعد یوں مدد مانگتے ہیں:

قبلۂ دین مددے، کعبۂ ایمان مددے

ابن قیم مددے، قاضی شوکاں مددے۔ ﴿حاشیہ ہدیۃ المہدی ص 23﴾

علاوہ ازیں ابن تیمیہ کے شاگرد ابنِ قیم نے جلاء الافہام کے ص 360 پر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ہر فرض نماز کے بعد تین مرتبہ صلی اللہ علیك یا محمد کہنے اور اس وجہ سے حضور ﷺ کا ان پر خاص عنایت کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت عبدالقادر جیلانی غوثِ اعظم ہیں...... اسماعیل دہلوی:

اسماعیل دہلوی نے ''صراطِ مستقیم'' ص 242 پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو غوث الثقلین (دونوں جہانوں کے فریادرس اور ص 95، 198، اور 218 پر غوث اعظم یعنی سب سے بڑے فریادرس) لکھا ہے اور سید احمد بریلوی کیلئے حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی مقدس ارواح کی عنایات اور توجہات کا بیان لکھا ہے۔

ان آثار و عبارات سے خوب واضح ہوا کہ:

حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کرنا (فریاد کرنا جیسا کہ ''یا محمداہ'' سے ظاہر ہے) اور آپ ﷺ کو صیغہ خطاب کے ساتھ ندا کرنا

(یا محمد، یا رسول اللہ پکارنا) نہ صرف جائز بلکہ حضرات صحابہ کرام اور علماء واولیاء اُمت ﷭ کا معمول و پسندیدہ رہا ہے۔ نیز یہ کہ صحابہ کرام اور علماء واولیاءِ اُمت ﷭ کا عقیدہ و معمول سامنے آنے کے بعد اس نداء کو شرک قرار دینا انتہائی جہالت و جسارت ہے۔

شرک کا فتویٰ صادر کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے کہ ایسی غیر محتاط فتویٰ بازی کی زد کہاں کہاں پڑتی ہے اور کون کون اس مشقِ ستم کا نشانہ بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب بندوں کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

224- حضرت علی ﷛ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ کے وصال کے تین دن بعد ایک اعرابی (دیہاتی) نے آپ ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر اپنے آپ کو گرا دیا اور خاک میں لوٹنے لگا اور عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! جو کچھ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے سنا ہے وہ ہم نے آپ ﷺ سے سنا اور جو کچھ آپ نے اللہ تعالیٰ سے سیکھ کر یاد کیا وہ ہم نے آپ سے سیکھ کر یاد کیا ہے اور آپ ﷺ پر جو نازل ہوا یعنی قرآن مجید اس میں یہ آیت بھی ہے۔

...وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ ﴿سورۃ نساء، 64﴾

''اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی سفارش فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں''

اور میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لیے استغفار فرمائیں ..... حضور ﷺ کے روضۂ انور سے آواز آئی ..... قَدْ غُفِرَ لَكَ ..... بے شک تیری مغفرت کر دی گئی۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت عتبی ﷫ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

﴿تفسیر ابن کثیر ج 1 ص 520۔ تفسیر مدارک التنزیل ج 1 ص 399۔ تفسیر قرطبی ج 1 ص 265۔ وفاء الوفا سمہودی ج 4 ص 1361۔ مواہب ج 4 ص 583۔ شفاء السقام امام سبکی ص 46۔ کتاب الاذکار امام نووی ص 185۔ المغنی ج 3 ص 577 ابن قدامہ۔ جذب القلوب ص 195۔ رسائل الارکان، بحر العلوم عبد العلی ص 280۔ نشر الطیب تھانوی ص 254﴾

قبولیت کی کنجی......آپ ﷺ کا وسیلہ:

225- حضرت ابن ابی شیبہ ؒ صحیح سند کے ساتھ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں قحط پڑ گیا تو ایک شخص حضور پر نور ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا...... اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِکَ فَاِنَّھُمْ قَدْ ھَلَکُوْا...... اپنی اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کیجیے کہ آپ کی اُمت ہلاکت کو پہنچ گئی ہے۔

اس کے بعد اس شخص نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ حضرت عمر ؓ کو خوش خبری دے دو کہ یقیناً پانی برسے گا۔

﴿مصنف ابن ابی شیبہ ج 12 ص 32۔ فتح الباری 2 ص 495-496 کنز العمال ج 4 ص 298۔ البدایہ والنہایہ ج 7 ص 205 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔ الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج 2 ص 464۔ الکامل فی التاریخ ابن اثیر ج 2 ص 389-390۔ تاریخ طبری ابن جریر ج 3 ص 196۔ دلائل النبوۃ امام بیہقی ج 7 ص 47 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ شفاء السقام سبکی ص 174۔ جذب القلوب شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ معارف القرآن از مفتی محمد شفیع ج 6 ص 460 بحوالہ بحر محیط﴾

حافظ ابن کثیر نے البدایہ میں اس روایت کی تصحیح بھی بیان کی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہونے والے صحابی حضرت بلال بن حارث ؓ تھے اور یہ کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔

ظفر احمد عثمانی کا بیان: حضرت بلال بن حارث والا واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے''

﴿اعلاء السنن ج 10 ص 330﴾

مفتی محمد شفیع کا بیان:

یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کے لیے دعاء مغفرت کردیں، اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں داخل ہے۔ ﴿معارف القرآن ج 6 ص 459﴾

سرفراز خان صفدر دیوبندی کا بیان:

اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر اور علامہ سمہودی وغیرہ اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں: یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی وفات حسرت آیات سے تقریباً سات آٹھ سال بعد پیش آیا۔ اس وقت بکثرت حضرات صحابہ کرام موجود تھے۔ خواب دیکھنے والے کوئی مجہول شخص نہیں تھے بلکہ جلیل القدر صحابی حضرت بلال بن حارث تھے۔ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب دعا اور سوال شفاعت شرک نہیں ورنہ یہ جلیل القدر صحابی یہ کاروائی ہرگز نہ کرتے۔

یہ معاملہ نرے خواب کا نہیں ہے بلکہ اس خواب کو خلیفہ راشد حضرت عمر کی تائید و تصویب حاصل ہے اور اس کاروائی کا حکم تو عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ

کے تحت سنیت کا ہوگا ورنہ استحباب اور اقل درجہ جواز سے کیا کم ہوگا۔

﴿تسکین الصدور ص 338 مطبوعہ ادارۃ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ﴾

اس عبارت کا واضح مفاد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت و اتباع میں حضور ﷺ سے بعد وصال سوال کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

227- حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور آپ کے گھر میں پانی کا جانا بالکل بند کیا ہوا تھا اور آپ پیاس کی بہت شدت محسوس کرتے تھے، میں آپ کی ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو آپ اس دن روزہ دار تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سلام! آج میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی ہے تو آپ ﷺ نے انتہائی شفقت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! ظالموں نے پانی بند کر کے تمہیں پیاس سے بے قرار کر دیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں تو آپ ﷺ نے فوراً دریچی میں سے ایک ڈول میری طرف لٹکا دیا جو نہایت میٹھے اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا۔ میں اس کو پی کر سیراب ہو گیا اور اب اس وقت بھی اس پانی کی ٹھنڈک میں اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔

پھر حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! اگر تم چاہو تو ان باغیوں کے مقابلہ پر میں تمہاری مدد و نصرت کروں اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر روزہ افطار کرو۔ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے خوش ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ کے دربارِ انوار میں حاضر ہو کر روزہ افطار کرنا، یہ زندگی سے لاکھوں درجے زیادہ عزیز ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد آپ سے رخصت ہو کر چلا آیا اور اسی رات میں باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ ﴿البدایہ والنہایہ اردو ج 7 ص 182﴾

واضح ہوا کہ حضور ﷺ وصال کے بعد بھی مدد فرماتے ہیں۔

مزید واقعات:

1- شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوبکر بن مقری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں محدث طبرانی اور ابوالشیخ کے ہمراہ حرم نبوی شریف میں حاضر تھا کہ ہم تینوں پر بھوک نے غلبہ کیا اور اسی حالت میں دو دن گزر گئے۔ جب عشاء کا وقت آیا، میں نے حضور ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) الجوع یعنی بھوک۔ فقط یہ کلمہ عرض کیا اور چلا آیا۔ پس میں اور حضرت ابوالشیخ تو سو گئے مگر محدث طبرانی جاگتے رہے۔

اچانک ایک مرد علوی نے دروازہ کھٹکھٹایا اس کے ہمراہ دو غلام تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں کھانے سے بھری ہوئی ایک زنبیل تھی۔ ہم نے دروازہ کھولا۔ وہ آیا اور کھانا ہمارے آگے رکھا اور ہمارے ساتھ کھانے میں شرکت کی۔ جو کھانا بچ گیا وہ ہمارے پاس چھوڑتے ہوئے کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے قوم! شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی تھی۔ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ ان لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ ﴿جذب القلوب۔ الوفا از محدث ابن جوزی﴾

2- حضرت ابن جلا ؒ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ مجھ پر ایک دو فاقے گزرے۔ میں نے سرکار ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہو کر عرض کیا...... انا ضیفک یا رسول اللہ ...... یارسول اللہ (ﷺ)! میں آپ کا مہمان ہوں ...... اس کے بعد میں سو گیا۔ دوران خواب میں دیکھا کہ حضور پرنور ﷺ نے میرے ہاتھ میں ایک روٹی عنایت فرمائی۔ نیند کے دوران ہی آدھی روٹی میں نے کھالی۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود تھی۔ ﴿جذب القلوب﴾

3- مشہور محدث امام محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے والد محترم کے پاس اسّی (80) دینار رکھ کر چلا گیا۔ میرے والد محترم کو ضرورت

آپڑی اور آپ نے وہ سارے دینار خرچ کر ڈالے۔ اب وہ شخص واپس آیا اور اس نے اپنے دینار طلب کیے تو والد محترم اس کی رقم ادا کرنے سے عاجز آ گئے۔

پس میرے والد محترم نے کہا کہ کل آنا۔ رات ہوئی تو میرے والد مسجد نبوی شریف حاضر ہوئے اور نہایت بے چینی کی حالت میں کبھی سرکار ﷺ کے منبر شریف کے مقام پر اور کبھی آپ ﷺ کے روضہ اطہر پر آپ ﷺ کی بارگاہ میں فریاد کرتے رہے۔ اچانک ایک شخص ظاہر ہوا اور اسی دینار کی ایک تھیلی میرے والد محترم کو دے کر چلا گیا۔ انہوں نے صبح ہوتے ہی اسی دینار اس شخص کو ادا کیے اور اس کے مطالبے سے خلاصی پائی۔ ﴿جذب القلوب﴾

4- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''انفاس العارفین'' میں لکھتے ہیں کہ میرے والد محترم شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے بخار ہو گیا اور بیماری طول پکڑ گئی حتٰی کہ زندگی سے ناامیدی ہو گئی۔ اس دوران مجھے غنودگی ہوئی تو میرے ہاں دو جہاں کے تاجدار، اُمت کے غم خوار، حضور پر نور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! کیا حال ہے؟ اس ارشاد گرامی کی مجھ پر ایسی لذت طاری ہوئی کہ مجھے وجد آ گیا۔ پھر مجھے میرے آقا و مولا ﷺ نے اس طرح گود میں لے لیا کہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک میرے سر پر تھی اور آپ کا لباس مبارک میرے آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ آہستہ آہستہ بے قراری کی یہ حالت سکون و اطمینان سے بدل گئی۔ اس کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ مدت سے حضور ﷺ کے مبارک بال حاصل کرنے کا تمنائی ہوں، کاش آج مجھے یہ دولت نصیب ہو جائے۔ حضور ﷺ میری اس خواہش پر آگاہ ہوئے اور آپ ﷺ نے اپنی مبارک داڑھی پر ہاتھ پھیر کر دو بال مجھے عطا فرما دیے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ بیدار ہونے کے بعد بھی یہ موئے مبارک میرے پاس رہیں گے یا نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹا یہ دونوں بال مبارک تیرے پاس رہیں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے درازی عمر اور صحت و تندرستی کی خوش خبری دی تو مجھے اسی وقت آرام ہو گیا۔

میں بیدار ہوا اور میں نے چراغ منگوا کر روشنی میں دیکھا تو موئے مبارک ہاتھ میں نہ پا کر میں غمگین ہو گیا اور پھر دوبارہ حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوا۔ پھر دیکھا کہ آپ ﷺ جلوہ افروز ہیں اور فرما رہے ہیں، بیٹا ہوش کرو۔ میں نے دونوں بال مبارک تکیے کے نیچے احتیاط سے رکھ دیے ہیں، وہاں سے لے لو۔ میں بیدار ہوا اور تکیے کے نیچے سے موئے مبارک لے کر پاکیزہ جگہ میں تعظیم وتکریم کے ساتھ محفوظ کر لیے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد محترم نے آخری عمر میں تبرکات تقسیم کیے تو ایک بال مبارک مجھے بھی عطا ہوا۔ ﴿انفاس العارفین ص 39﴾

5- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے دوران پیش آنے والا ایک واقعہ فرماتے ہیں: جب تیسرا دن ہوا۔ میں نے آپ ﷺ اور حضرات شیخین، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق ؓ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور درخواست کی کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! ہمیں اس میں سے کچھ عنایت ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے، ہم آپ ﷺ کی عطا کے شوقین ہیں اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں ..... تو آپ ﷺ نے میری طرف کمال توجہ فرمائی یہاں تک کہ میں نے یہ خیال کیا کہ آپ ﷺ کی بخشش کی چادر نے مجھے لپیٹ لیا اور ڈھانپ لیا۔ اچھی طرح چھپا لیا اور مجھ پر راز کی باتیں ظاہر فرمائیں اور مجھے خود پہچان کروائی اور میری بڑی اجمالی مدد فرمائی اور مجھے بتایا کہ کس طریقے سے آپ ﷺ سے اپنی حاجتوں میں مدد طلب کروں اور آپ ﷺ کس طرح جواب دیتے ہیں جب آپ ﷺ پر کوئی درود پاک پڑھے اور جو کوئی آپ ﷺ کی تعریف میں کوشش کرے یا آپ ﷺ سے فریاد کرے تو آپ کیسے خوش ہوتے ہیں۔ ﴿فیوض الحرمین﴾

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

"حضور ﷺ کا اپنی اُمت کے اعمال دیکھنا، اپنے اُمتیوں کے لیے گناہوں کی

مغفرت طلب کرنا اور ان سے بلائیں اور مصیبتیں دور کرنے کے لیے دعا کرنا اور نزول برکت کے لیے چلنا پھرنا اور اُمت کے صالحین یعنی اولیاء کرام کے جنازوں پر تشریف لانا، یہ امور آپ ﷺ کے برزخی اشغال میں سے ہیں جیسا کہ اس بارے میں احادیث مبارکہ اور آثار مبارکہ وارد ہیں'' ﴿انتباہ الاذکیاء ص 15﴾

حافظ ابن کثیر کا بیان:

228- حافظ ابن کثیر سورۃ توبہ آیت نمبر 105 کے تحت حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے فوت شدہ رشتہ داروں پر پیش ہوتے ہیں اور اگر اچھے نہ ہوں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! تو انہیں موت نہ دے جب تک تو انہیں بھی ایسی ہدایت نہ دے جیسی ہمیں دی تھی۔

﴿تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 387۔ بحوالہ ابوداؤد وطیالسی مسند احمد﴾

اس حدیث مبارکہ کو مجمع الزوائد ج 02 ص 327 میں حضرت ابوایوب انصاری اور ص 328 مطبوعہ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قبروں والے صالحین اہل دنیا کے اعمال سے آگاہ اور رب العزت میں ان کے لیے سفارش کرتے ہیں اور ان کا یہ سفارش کرنا اور ہماری بخشش کے لیے کوشاں رہنا ہماری مدد نہیں تو کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ! اپنے نیک بندوں کی سفارش ہمارے حق میں قبول فرمائے، آمین۔

229- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ کی احادیث مبارکہ تو مرد لے گئے۔ آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرمادیں، جس میں ہم آپ کے پاس حاضر ہوں اور آپ ہمیں ان چیزوں کی تعلیم دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم کی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم فلاں فلاں دن جمع ہونا۔

ہم عورتیں (اس مقررہ دن) جمع ہوئیں۔ پھر حضور ﷺ ان عورتوں کے پاس تشریف لائے اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تعلیم دی، آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت خود سے پہلے تین بچے روانہ کرے گی، وہ بچے اس کے لیے دوزخ کی آگ سے آڑ ہو جائیں گے۔ ایک عورت نے کہا: اور دو (02)؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اور دو، اور دو، اور دو

﴿بخاری کتاب الجنائز باب فضل من مات له ولد ج 01 ص 167۔
مسلم کتاب البر والصله والادب ج 02 ص 330﴾

معلوم ہوا کہ جائز و نیک کاموں کی انجام دہی کے لیے دن مقرر کرنا ہمارے پیارے آقا ﷺ کی سنت ہے اور اسے ناجائز و بدعت بتانا محض جہالت و حماقت ہے۔

230- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: چھوٹے بچے جنت کے کیڑے ہیں۔ ان میں سے جس کی ملاقات اپنے باپ یا ماں باپ سے ہوگی وہ اس کا ہاتھ یا اس کا دامن پکڑ لے گا جیسے میں تمہارا یہ دامن پکڑ رہا ہوں۔ پھر اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک کہ اس کو اور اس کے باپ کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل نہیں کر دے گا۔

﴿مسلم کتاب البر والصله ج 02 ص 331۔ مسند احمد ج 02 ص 510۔
مشکوٰۃ باب البکاء علی المیت ص 153﴾

231- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ناتمام بچہ (جو مکمل ہونے سے پہلے ساقط ہو جائے یعنی بہہ جائے) جب اپنے ماں باپ کو جہنم میں بھجواتے ہوئے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے گا تو اسے کہا جائے گا: اے جھگڑالو بچے! جا اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کر دے۔ وہ اپنے ماں باپ کو اپنی ناف سے گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا۔ ﴿سنن ابن ماجہ ص 115۔ مشکوٰۃ ص 153 باب البکاء علی المیت﴾

چوتھا باب

کیا آخرت میں کوئی کام نہیں آئے گا؟

ہمارے آخرت کے سہارے یہ بھی ہیں:

232- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ إِنِّي لِيْ هٰذِهِ؟ فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ ...... بیشک اللہ تعالیٰ جنت میں نیک شخص کا درجہ بلند فرماتا ہے تو وہ شخص عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب! میرے لیے درجے کی یہ بلندی کس وجہ سے ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لیے جو استغفار کیا ہے یہ اس کی وجہ سے ہے۔

﴿الادب المفرد امام بخاری ص 20-21۔ مسند امام احمد ج 02 ص 509 مطبوعہ دار صادر بیروت۔ تفسیر ابن کثیر زیر آیت نمبر 21 سورۃ طور ۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 10 صفحہ 397﴾

233- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعُ ذُرِّيَّةَ الْمُؤْمِنِ مَعَهُ فِي الْجَنَّةِ وَإِنْ لَّمْ يَبْلُغْهَا لِتَقَرَّ بِهِمْ عَيْنَهُ ثُمَّ قَرَءَ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا......

﴿آیت نمبر 21 سورۃ الطور۔ تفسیر ابن جریر ج 27 ص 39، تفسیر قرطبی ج 17 ص 113﴾

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بھی جنت میں وہ درجہ عطا فرمائے گا اگرچہ وہ اپنے عمل کے ذریعے وہاں رہنے کا حق دار نہ ہو اس لیے تا کہ اس مقام پر فائز دیکھ کر اس نیک بندے کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں“

234-امام بغوی حضرت سعد بن جبیر ﷺ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جب مومن جنت میں داخل ہوگا تو پوچھے گا: میرا باپ کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے؟ میرے بچے کہاں ہیں؟ اسے بتایا جائے گا کہ انہوں نے تیری طرح نیک اعمال نہیں کیے اس لیے وہ یہاں موجود نہیں تو وہ جنتی جواب میں کہے گا کہ میں اپنے لیے اور ان کے لیے نیک اعمال کرتا تھا۔ پھر کہا جائے گا کہ ان لوگوں کو بھی جنت میں داخل کردو۔ ﴿تفسیر مظہری﴾

تفسیر ابن کثیر میں بھی سورہ طور کی آیت 21 کی تفسیر میں بھی اس مضمون کی روایت منقول ہے۔ ﴿تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ ج 05 ص 191﴾

235- حضور ﷺ نے فرمایا: اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ۔ جب ابن آدم فوت ہوتا ہے اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے ﴿مسلم کتاب الوصیۃ باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ﴾

فرشتوں کا مدد کرنا:

236- حضور ﷺ فرماتے ہیں: جو مسلمان کسی مسلمان کا دل خوش کرتا ہے اللہ پاک اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف اور بزرگی بیان کرتا ہے۔ جب وہ مسلمان اپنی قبر میں جاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے پاس آکر کہتا ہے: کیا مجھے نہیں پہچانتا؟ وہ مسلمان پوچھتا ہے کہ تو کون ہے؟ فرشتہ کہتا ہے: میں وہ خوشی ہوں جو تو نے فلاں مسلمان کے دل میں داخل کی تھی۔ آج میں تیرا جی بہلا کر تیری وحشت دور کروں گا۔ میں تجھے تیری حجت سکھاؤں گا۔ میں تجھے نکیرین کے جواب میں حق بات پر ثابت قدم رکھوں گا۔ میں تجھے محشر کی بارگاہ میں لے جاؤں گا۔ میں تیرے رب کے حضور تیری سفارش کروں گا۔ میں تجھے جنت میں تیرا مکان دکھاؤں گا۔ ﴿ابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج۔ ابو الشیخ فی الثواب﴾

237- حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ فرشتہ بن کر جنت میں اُڑ رہے ہیں اور ان کے بازوؤں کے اگلے دونوں شہ پروں سے خون جاری ہے اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو میں نے ان سے کم مرتبہ پایا۔ میں نے کہا: مجھے گمان نہ تھا کہ زید کا مرتبہ جعفر سے کم ہوگا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: اِنَّ زَیْدًا بِدُوْنِ جَعْفَرَ وَلٰکِنَّا فَضَّلْنَا جَعْفَرَ بِقَرَابَتِہٖ مِنْکَ ...... حضرت زید، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کم نہیں مگر ہم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بڑھا دیا کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ قربت رکھتے ہیں۔

﴿طبقات ابن سعد ج 04 ص 38۔ مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ ج 03 ص 419 مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

238- حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کون ہے جو میرا کجاوہ درست کر دے، وہ جنت لے لے؟ یہ سنتے ہی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دوڑے اور کجاوہ درست کر دیا۔ حضور ﷺ سوار ہوئے اور ان سے فرمایا: یَا طَلْحَۃُ ھٰذَا جِبْرِیْلُ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اَنَا مَعَکَ فِیْ اَھْوَالِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی اُنْجِیَکَ مِنْھَا...... اے طلحہ! یہ جبریل علیہ السلام ہیں، یہ تمہیں سلام کہتے ہیں اور بیان کر رہے ہیں کہ میں قیامت کی ہولناکیوں میں تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ ان سے تمہیں نجات دوں گا۔

حضور ﷺ نے پنکھا جھلنے پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ھٰذَا جِبْرِیْلُ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اَنَا مَعَکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی اَذُبَّ عَنْ وَّجْھِکَ شَرَرَ جَھَنَّمَ ...... یہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ تمہیں سلام کہتے ہیں اور کہہ رہے ہیں میں قیامت کے دن تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمہارے چہرے سے جہنم کی اُڑتی چنگاریاں دور کروں گا۔

حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خدمت سے خوش ہو کر ان کیلئے ارشاد فرمایا: کَفَاکَ اللّٰہُ اَمْرَ دُنْیَاکَ وَاَمَّا اَمْرُ اٰخِرَتِکَ فَاَنَا لَھَا ضَامِنٌ ...... اللہ تعالیٰ تیرے دنیا کے کام درست فرما دے اور تیری آخرت کے معاملہ کا تو میں ذمہ دار ہوں۔

﴿طبرانی معجم اوسط۔ ابو نعیم فضائل الصحابہ۔ ابوبکر شافعی الغیلانیات۔ ابن عساکر تاریخ دمشق ج 18 ص 393-394 حدیث نمبر 4354﴾

امام المحدثین امام جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔

239- حدیث پاک میں یوں بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: هٰذَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَخْبَرَنِيْ اَنَّهٗ لَا يَرَاكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ هَوْلٍ اِلَّا اَنْقَذَكَ مِنْهُ

﴿مجمع الزوائد کتاب المناقب باب جامع فی مناقب طلحہ بن عبید اللہ ج 09 ص 146 بحوالہ طبرانی کبیر رقم 213﴾

"یہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ (اے طلحہ!) وہ قیامت کے دن تمہیں مصیبت سے ضرور بچائیں گے"

انبیاء و اولیاء آخرت میں ہمارے کام آئیں گے:

240- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نکلے تو احد والوں کے لیے نماز پڑھی جس طرح مُردوں پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر کی طرف آئے اور فرمایا:

اِنِّيْ فَرَطٌ لَّكُمْ فَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ عَلٰى حَوْضِيَ الْاٰنَ وَاِنِّيْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْمَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا

"بیشک میں تمہارا سہارا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور میں اس وقت اپنے حوض کو یقیناً دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں یا زمین کی کنجیاں بیشک اللہ کی قسم مجھے اپنے بعد تمہارے مشرک ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں بلکہ تمہارے دنیا میں پھنسنے کا ڈر ہے"

﴿بخاری کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الشہید ج 01 ص 179۔ کتاب الرقاق ج 02 ص 585﴾

241- حضرت جندب بن عبداللہ بجلی ﷛ نے فرمایا: کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ...... میں حوض کوثر پر تمہارا پیش خیمہ/سہارا ہوں۔

﴿بخاری کتاب الرقاق باب فی الحوض ج 02 ص 975 مسلم کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا، ج 02 ص 249﴾

242- حضور ﷺ نے سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: وَلَا اَرَى الْاَجَلَ اِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي فَاِنِّي نِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَكِ ...... میں دیکھتا ہوں کہ میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے اس لیے اللہ سے ڈرنا اور صبر سے کام لینا اور میں تمہارے لیے اچھا آگے جانے والا ہوں۔

﴿بخاری کتاب الاستئذان باب من ناجی بین یدی الناس ج 2 ص 930۔ مسلم کتاب فضائل صحابہ باب فضائل فاطمہ ج 2 ص 290﴾

243- حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری اُمت میں سے جس شخص کے دو پیش رو (دو فوت شدہ کم سن بچے) ہوں، وہ اسے جنت میں لے جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ ﷺ کی اُمت میں سے جس کا ایک پیش رو (فرط) ہو؟ فرمایا: اے صاحبہ خیرات! اس کو وہ ایک پیش رو ہی لے جائے گا۔ عرض کی: جس کا کوئی پیش رو نہ ہو؟ فرمایا: فَاَنَا فَرَطٌ...... اس کا فرط میں ہوں گا...... کیونکہ میری اُمت کو میری جدائی سے بڑھ کی کسی جدائی کی تکلیف نہیں پہنچی۔

﴿ترمذی ابواب الجنائز باب ما جاء فی ثواب من قدم ولدًا ج 1 ص 172﴾

تبصرہ: فرط کے معنی قصداً آگے بڑھ جانے کے ہیں اسی سے فارط ہے جس کے معنی ہیں ڈول وغیرہ درست کرنے کے لیے قافلہ سے پہلے پانی پر جانے والا اور اسے فرط بھی کہتے ہیں۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا: اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ...... میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں۔ ﴿مفردات راغب اردو ترجمہ ص 791 مطبوعہ اہل حدیث اکادمی لاہور﴾

امام نووی نے بھی شرح مسلم میں یہی لکھا ہے۔ ﴿مسلم ج 02 ص 249﴾

گویا فرط عربی میں اُسے کہتے ہیں جو کہیں جانے والے افراد (یا جماعت) سے پہلے پہنچ کر راستے کی مشکلات اور رکاوٹیں دور کرتا اور اُن کی ضروریات کا پیشگی بندوبست کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے آپ کو ہمارا فرط فرما کر گویا ہمارے لیے فرحت و اطمینان کا سامان کر دیا کہ میرے چاہنے والو! میں جس طرح دنیا میں تمہارا غم گسار اور خیر خواہ ہوں، اسی طرح آخرت کے مشکل مقامات پر تمہاری دست گیری و چارہ گری کروں گا۔ جس طرح یہاں تمہارا تکلیف میں مبتلا ہونا مجھ پر گراں گزرتا ہے ﴿آیت نمبر 128 سورۃ توبہ﴾ اسی طرح قیامت کی ہولناکیوں میں تمہارا پریشان ہونا مجھ پر گوارا نہیں۔ جس طرح میں یہاں تمہاری مشکلات آسان کرتا رہا اسی طرح تمہارے آنے سے پہلے ہی میں تمہارے لیے آسانی کا سامان و انتظام کر رکھوں گا۔

فرط کا یہ لفظ اور تصور ہمارے لیے اس اعتبار سے بھی مانوس ہے کہ جب ہم نابالغ بچے یا نابالغ بچی کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں...... اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطاً اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطاً ...... اے اللہ! اس بچے یا بچی کو ہمارے لیے فرط یعنی آخرت میں کام آنے والا اچھا پیش رو اور میر سامان بنا جو ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے ہماری آسانی اور کامیابی کے لیے انتظام کر رکھے۔

قیامت کی ہولناکیاں اور مشکلات پڑھ کر خوف سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کا پسینہ بہہ نکلے گا یہاں تک کہ بعض کا پسینہ زمین میں ستر گز تک پھیل جائے گا اور ان کے منہ کو بند کر کے کانوں تک جا پہنچے گا۔ ﴿بخاری﴾

ایسے مشکل وقت میں جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو اکٹھا کرے گا تو وہ کہیں گے، کاش پروردگار کی بارگاہ میں کوئی ہماری سفارش کرتا تا کہ ہم اس جگہ سے چھٹکارہ پاتے۔

﴿بخاری باب صفۃ الجنۃ والنار ج 02 ص 971﴾

ایسے مشکل وقت کے لیے ہمارے غم خوار آقا ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے چاہنے والو تا امید نہ ہونا، میں تمہارے کام آنے والا ہوں' تمہارا اچھا پیش رو تمہاری مشکلات میں تمہاری ضرورتوں اور آسانیوں کا پہلے سے بندوبست رکھنے والا تمہارا افرط ہوں۔

نیک اعمال کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم اپنی تمام کوشش کے باوجود بھی ایسے اعمال کرنے سے قاصر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بلند و عالی شان بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق ہوں اور جن پر کوئی مان کیا جا سکے۔ ہم تو اپنے محبوب آقا کو اپنا سفارشی اور حمایتی، اپنا فرط اور سہارا سمجھتے ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں یہی ہمارا آسرا ہے اور یہی ہماری اُمید۔

اے الہ العالمین! ہمیں حضور ﷺ کی سفارش و حمایت سے سرفراز فرمانا، آمین۔

ہمارے سرکار ﷺ قبر میں بھی کام آتے ہیں:

244- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو حضور ﷺ نے انہیں اپنی قمیض مبارک کا کفن دیا اور قبر تیار کرنے کا حکم فرمایا۔ جب قبر کھودی گئی تو حضور ﷺ اپنے مبارک ہاتھوں سے لحد کھودتے اور مٹی باہر نکالتے رہے۔ آپ ﷺ ان کی لحد میں لیٹ گئے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ تعالیٰ! میری ماں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بنت اسد کی بخشش فرما...... وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مُدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِي فَإِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ...... اور اس کیلئے اس کی قبر کو کشادہ فرما دے اپنے نبی (محمد مصطفیٰ ﷺ) اور ان انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلے سے جو مجھ سے پہلے گزر چکے۔ پس بے شک تو ہی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

﴿مجمع الزوائد ج 09 ص 304 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، بحوالہ طبرانی کبیر و اوسط﴾

245- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ نے ان کو اپنی قمیض مبارک کا کفن کس لیے عطا فرمایا؟ جواباً فرمایا: أَلْبَسْتُهَا قَمِيصِي لِتَلْبَسَ مِنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ

وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا فِیْ قَبْرِهَا لِأُخَفِّفَ عَنْهَا ضُغْطَةَ الْقَبْرِ ...... میں نے اپنی قمیض کا کفن ان کو اس لیے دیا تا کہ انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے اور میں ان کی قبر میں اس لیے لیٹا تا کہ انہیں قبر کی تنگی اور سختی کی تکلیف سے نجات دلاؤں۔

﴿معرفۃ الصحابہ ابو نعیم ۔ مسند الفردوس دیلمی ۔ معجم کبیر طبرانی ج 04 ص 278 ۔ معجم اوسط طبرانی ج 01 ص 153 ۔ صحیح ابن حبان ۔ مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ من مناقب علی بن ابی طالب ۔ جذب القلوب ۔ توسل ناصر الدین البانی ص 102 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۔ مجمع الزوائد ج 09 ص 304 ۔ وفاء الوفا سمہودی ج 03 ص 898-899 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت﴾

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

1- دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء کرام علیہم السلام و صالحین علیہم الرضوان کے وصال کے بعد بھی ان کا وسیلہ پیش کرنا نہ صرف جائز بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے انبیاء سابقین کے وسیلہ سے دعا کی۔

2- صالحین کے تبرکات دنیا تو دنیا، قبر میں بھی کام آتے ہیں۔

3- حضور ﷺ نے فرمایا: لِأُخَفِّفَ عَنْهَا ضُغْطَةَ الْقَبْرِ (میں ان کی قبر میں اس لیے لیٹا) تا کہ میں ان پر قبر کی تنگی کو آسان کروں...... اس سے بالوضاحت معلوم ہوا کہ حضور ﷺ قبر و آخرت کی مشکلات آسان فرماتے ہیں اور یہ مدد کرنا نہیں تو کیا ہے۔

4- افعال کی نسبت مخلوق کی طرف کرنا جائز ہے (لأُخفف...... کہ میں کم کروں)۔

5- انبیاء و صالحین کو مددگار اور مشکلات دور کرنے والے سمجھنا درست ہے۔

6- یہ بھی معلوم ہوا کہ جلیل القدر محدثین بھی حضور ﷺ کو نفع رساں و مددگار اور مشکلات دور کرنے والا سمجھتے تھے۔

7- ایسے پاکیزہ اعتقاد کو شرک قرار دینا نہایت جہالت و جسارت اور ان احادیث مبارکہ سے کھلا انحراف ہے۔

246- حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم رسول کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی رضی اللہ عنہا کو غسل دے کر فارغ ہوئیں۔ اَلْقٰی اِلَیْنَا حَقْوَہٗ فَضَفَرْنَا شَعْرَھَا ثَلٰثَۃَ قُرُوْنٍ وَاَلْقَیْنَاھَا خَلْفَھَا...... تو آپ ﷺ نے اپنا تہبند ہمیں عطا فرمایا۔ ہم نے ان کے بال تین مینڈھیوں میں کر لیے اور انہیں پیچھے کی جانب ڈال دیا۔

﴿بخاری کتاب الجنائز باب ج 01 ص 168﴾

247- مسلم شریف میں روایت اس طرح ہے...... فَاَلْقٰی اِلَیْنَا حَقْوَہٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَھَا اِیَّاہُ...... تو آپ ﷺ نے اپنا تہبند ہمیں عطا فرمایا اور فرمایا کہ اسے پہنا دو۔

﴿مسلم کتاب الجنائز ج 01 ص 304﴾

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اور اس کو اشعار بنانے میں یہ حکمت تھی کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اس سے برکت حاصل ہوتی رہے۔ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ صالحین کے آثار اور ان کے لباس سے برکت حاصل ہوتی ہے۔'' ﴿نووی علی المسلم ج 01 ص 304﴾

شفاعت بھی مدد ہی تو ہے:

سفارش کا دروازہ آپ ﷺ کے سوا کوئی نہیں کھولے گا:

248- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ مَنْ یَّشْفَعُ فِی الْجَنَّۃِ...... میں لوگوں میں سب سے پہلے جنت کے بارے میں سفارش کروں گا۔ ﴿مسلم ج 01 ص 112﴾

249- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور، شفیع معظم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میں سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی اور اس پر (مجھے) فخر نہیں۔ ﴿مسلم ج 02 ص 275﴾

خوش نصیب مومن...... بدنصیب کافر:

250- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر نبی علیہ السلام کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور ہر ایک نے یہ دعا دنیا میں خرچ کر لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری اُمت کے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا ﴿مسلم ج 1 ص 113﴾

251- حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام آیا اور مجھے اللہ پاک نے اختیار دیا کہ اللہ پاک میری نصف اُمت کو جنت میں داخل فرما دے یا میں شفاعت کروں۔ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا اور یہ شفاعت ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جس کی موت شرک پر نہ ہوئی ہوگی۔ ﴿ابن ماجہ ص 319﴾

252- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (آپ ﷺ کی شفاعت کے بعد) جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کو قرآن نے روک لیا ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے یعنی وہ لوگ رہ جائیں گے جن پر جہنم میں ہمیشہ رہنا لازم ہو چکا ہے۔ ﴿بخاری ج 02 ص 971۔ مسلم ج 01 ص 109﴾

253- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب شخص وہ ہوگا جس نے خلوصِ دل سے کلمہ پڑھا۔ ﴿بخاری ج 01 ص 30﴾

گناہ گاروں کا سہارا، ہمارا نبی ﷺ:

254- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ...... میری شفاعت اپنی اُمت کے کبیرہ گناہوں والوں کیلئے ہوگی۔ ﴿ترمذی﴾

گناہ گاروں کے لیے اُمید کا سورج:

255- حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷜ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی نصف اُمت جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کرنے کے درمیان اختیار دیا گیا تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا کیونکہ وہ زیادہ عام اور کافی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ پرہیزگاروں کے لیے ہے؟ نہیں۔ وہ گناہ گاروں اور خطا کاروں کے لیے ہے۔ ﴿ابن ماجہ ص 329﴾

256- حضرت عبداللہ ﷜ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی۔ ﴿مسلم ج 1 ص 166۔ ترمذی﴾

کاش موت مدینے میں عطا ہو:

257- حضرت عبداللہ بن عمر ﷜ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا فَاِنِّيْ اَشْفَعُ لِمَنْ يَّمُوْتُ بِهَا۔ جس شخص کو مدینہ طیبہ میں موت آسکے تو اسے یہاں ہی مرنا چاہیے کیونکہ میں یہاں مرنے والوں کی (خاص طور پر) سفارش کروں گا۔ ﴿ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل المدینۃ﴾

؎ ایمان پہ دے موت مدینے کی گلی میں...... مدفن میرا محبوب کے قدموں میں بنا دے

مدینے کے کانٹے بھی پھول ہیں:

258- حضرت عبداللہ بن عمر ﷜ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص مدینہ طیبہ کی سختی اور بھوک پر صبر کرے، میں قیامت کے دن اُس کا گواہ یا (فرمایا کہ) سفارشی ہوں گا۔ ﴿ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل المدینۃ﴾

اے گنبدِ خضراء کے زائر! عجب تیرا مقدر:

259- حضرت ابن عمر ﷜ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ...... جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو گئی۔ ﴿مسلم ج 1 ص 166۔ ترمذی ص 560۔ سنن دار قطنی ج 2 ص 278﴾

260- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ روز قیامت میں اس کے حق میں گواہی دوں گا اور اس کی سفارش کروں گا۔ ﴿وفاء الوفاج 4 ص 1345﴾

تاجِ شفاعت کس کس کے سر سجے گا؟

261- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تاجدار انبیاء حضور پرنور ﷺ نے فرمایا...... يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ اَلْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَآءُ.......... قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام)، پھر علماء کرام، پھر شہدا کرام (علیہم الرحمۃ)۔ ﴿ابن ماجہ ص 320﴾

262- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میری اُمت میں سے کچھ لوگ ایک گروہ کی سفارش کریں گے، کچھ ایک قبیلہ کی اور کچھ ایک جماعت کی اور کچھ ایک شخص کی حتی کہ وہ سب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ﴿ترمذی ص 351﴾

263- حضرت عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں ایک جماعت کے ساتھ تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میری اُمت میں سے ایک آدمی کی سفارش سے بنی تمیم کے افراد سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ کے علاوہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میرے علاوہ۔ ﴿ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ باب ماجاء فی الشفاعۃ ص 351﴾

حافظِ قرآن بھی کام آئے گا:

264- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قرآن پڑھا اور اسے حفظ کرلیا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمادے گا اور اس کو اس کے خاندان کے ان دس افراد کے لیے سفارش کرنے والا بنادے گا جن کے لیے جہنم واجب ہو چکا ہوگا۔ ﴿ترمذی۔ ابن ماجہ ص 19﴾

اللہ والے اپنے خدمت گاروں کو بھی بخشوالیں گے:

265- حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ کے مستحق افراد صف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ ایک جنتی شخص ان کے پاس سے گزرے گا تو ان میں سے ایک شخص کہے گا: کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ میں وہی شخص ہوں جس نے تجھے پانی پلایا تھا۔ بعض کہیں گے: ہم نے وضو کا پانی دیا تھا۔ وہ جنتی آدمی ان کی سفارش کرے گا اور وہ بھی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ﴿مشکوٰۃ باب الشفاعۃ ص494 بحوالہ ابن ماجہ﴾

مرنے والا مومنوں کی سفارش سے بخشا جاتا ہے:

266- حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی نماز جنازہ میں سو (100) مسلمان شریک ہوں اور اس کی سفارش کریں تو ان کی سفارش ضرور قبول کی جاتی ہے۔ ﴿مسلم کتاب الجنائز ج 01 ص 308﴾

267- حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ سرکار عالی وقار ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان شخص فوت ہو جائے اور اس کے جنازے میں چالیس (40) ایسے لوگ ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے شرک نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی سفارش قبول فرما لیتا ہے۔ ﴿مسلم کتاب الجنائز فصل فی شفاعۃ الاربعۃ الموحدین ج 01 ص 308﴾

حضرت انس ﷺ کا عقیدہ:

268- حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں: سَأَلْتُ النَّبِيَّ أَنْ يَشْفَعَ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ میں نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کیا آپ قیامت کے دن میری سفارش فرمائیں گے؟ فَقَالَ أَنَا فَاعِلٌ۔ فرمایا: ہاں میں کروں گا۔ ﴿ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ باب ماجاء فی شان الصراط﴾

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا عقیدہ:

269- حضرت صنابحی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ وہ قریب المرگ تھے۔ میں رو پڑا تو فرمایا: مَهْلًا لِمَ تَبْكِيْ فَوَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتُشْهِدْتُ لَأَشْهَدَنَّ لَكَ وَلَئِنْ شُفِّعْتُ لَأَشْفَعَنَّ لَكَ وَلَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَأَنْفَعَنَّكَ ...... الخ ...... ٹھہر جاؤ۔ کیوں روتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی قسم، اگر مجھ سے گواہی مانگی گئی تو تمہارے لیے ضرور گواہی دوں گا اور اگر میری سفارش قبول کی گئی تو ضرور تمہاری سفارش کروں گا اور اگر ہو سکا تو ضرور تمہیں نفع پہنچاؤں گا۔ ﴿ترمذی ابواب الایمان﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت عطا فرمادی:

حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب مہاجرین مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں کا پانی کھاری ہونے کے باعث انہیں پسند نہ آیا۔ بنی غفار کے ایک شخص کی ملکیت میں میٹھے پانی کا ایک چشمہ تھا جس کا نام رومہ تھا۔ وہ اس کا مشک بھر پانی نصف صاع میں بیچتے تھے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یہ چشمہ دے دو اور بدلے میں جنت کا ایک چشمہ لے لو۔ اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا اور میرے بچوں کا روزگار اسی میں ہے۔ مجھ میں یہ طاقت نہیں۔

یہ خبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ چشمہ مالک سے قیمتاً خرید لیا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے۔ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَجْعَلُ لِيَ الَّذِيْ جَعَلْتَ لَهٗ عَيْنًا فِي الْجَنَّةِ اِنِ اشْتَرَيْتُهَا ...... یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ جس طرح اس شخص کو جنت کا چشمہ عطا فرماتے تھے۔ اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی جنت کا چشمہ عطا فرمائیں گے؟ قَالَ نَعَمْ ...... حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ...... حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے بیر رومہ خرید لیا اور مسلمانوں پر وقف کر دیا۔

﴿طبرانی معجم کبیر۔ ابن عساکر ج 39 ص 71-72﴾

جنت تو ایک طرف اپنی رفاقت بھی عطا فرما دی:

خاص خدمت گار رسول حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَتَیْتُہٗ بِوُضُوْئِہٖ وَحَاجَتِہٖ ...... میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات کو حاضر رہتا۔ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (پانی وغیرہ) برائے وضو اور (دیگر) ضروریات لایا...... فَقَالَ لِیْ سَلْ (طبرانی میں یوں ہے...... فَقَالَ یَوْمًا یَا رَبِیْعَۃُ سَلْنِیْ فَاُعْطِیْکَ (ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: اے ربیعہ (رضی اللہ عنہ)! مجھ سے مانگ لے کہ میں تجھے عطا فرماؤں) قَالَ فَقُلْتُ اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ فَقَالَ اَوَ غَیْرَ ذٰلِکَ قُلْتُ ھُوَ ذَاکَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ ...... میں نے عرض کیا: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے جنت میں اپنی رفاقت خاص عطا فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ اور؟ ...... میں نے عرض کیا میں تو یہی مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو میری اعانت کر اپنے نفس پر سجدوں کی کثرت سے۔

﴿مسلم کتاب الصلوۃ باب فضل السجود و الحث علیہ ج 01 ص 193﴾

نوٹ: اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف و اختیار کے بارے میں حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہا کا مثبت عقیدہ معلوم ہوا۔

270- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا لَکَ الْجَنَّۃُ عَلَیَّ یَا طَلْحَۃُ غَدًا ...... اے طلحہ! کل تمہارے لیے جنت میرے ذمہ پر ہے۔

﴿فضائل صحابہ ابو نعیم﴾

بنی اسرائیل کی بڑھیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اختیار:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قاسمِ نعمت، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم حنین میں ہوازن کی نعمتیں تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے مجھ سے کچھ وعدہ فرمایا تھا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو نے سچ کہا۔ اب جو جی میں آئے کہہ دے۔ وہ شخص عرض کرنے لگا: اسّی (80) دُنبے اور انہیں چرانے والا ایک غلام عطا فرما دیجیے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تجھے عطا ہوا اور تو نے بہت تھوڑی چیز مانگی اور بے شک وہ عورت تجھ سے زیادہ سمجھ دار تھی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت بتایا تھا جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے اختیار عطا فرمایا تھا کہ جو چاہے مانگ لے۔ اس عورت نے کہا: حُكْمِىْ اَنْ تَرُدَّنِىْ شَابَّةً وَّاَدْخُلُ مَعَكَ الْجَنَّةَ...... میں تو قطعی طور پر یہی مانگتی ہوں کہ آپ میری جوانی لوٹا دیں اور میں آپ کے ساتھ جنت میں داخل ہوں۔ اسی طرح ہوا کہ وہ ضعیفہ عورت فوراً نوجوان ہوگئی، اس کا حسن و جمال واپس ملا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جنت میں رفاقت کا وعدہ بھی فرمایا۔

﴿صحیح ابن حبان۔ مستدرک حاکم ج 2 ص 571۔ امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے﴾

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی شخص سوال کرتا، اگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہوتا تو "نَعَمْ" یعنی "ہاں" فرما دیتے اور منظور نہ ہوتا تو خاموشی اختیار فرماتے۔ کسی چیز کو "لا" یعنی "نہیں" نہ فرماتے تھے۔

ایک روز ایک اعرابی نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اعرابی نے پھر سوال کیا، سرکار اس مرتبہ بھی خاموش رہے۔ اس نے تیسری دفعہ سوال کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالت کے ساتھ فرمایا............ سَلْ مَا شِئْتَ يَا اَعْرَابِىُّ...... اے اعرابی! جو تیرا جی چاہے مانگ لے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَغَبَطْنَاهُ فَقُلْنَا الْآنَ يَسْأَلُ الْجَنَّةَ...... ہمیں اس اعرابی پر رشک آیا۔ ہم نے کہا: اب یہ تاجدار جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگے گا...... اعرابی نے کہا: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کا ایک اونٹ مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو عطا ہوا۔ اس اعرابی نے پھر عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر کا سامان مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی عطا ہوا...... ہمیں اس کے سوالوں پر تعجب ہوا (کہ ایسے سخی بادشاہ سے مانگا بھی تو کیا مانگا)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا فرق ہے اس اعرابی اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کے سوال میں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بڑھیا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں اُترنے کا حکم ہوا آپ علیہ السلام دریا کے کنارے تک پہنچے۔ سواری کے جانوروں کے منہ اللہ تعالیٰ نے پھیر دیئے کہ وہ خود بخود پلٹ آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا: یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا کہ تم اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے پاس ہو، ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتہ معلوم کرنے کے لیے بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا کی طرف آدمی بھیجا۔ بڑھیا سے مدعا بیان کیا اور اس نے بتایا کہ ہاں مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر معلوم ہے۔ فرمایا: مجھے بتادو۔ بڑھیا نے عرض کیا...... لَا وَاللّٰهِ حَتّٰى تُعْطِيَنِيْ مَا أَسْأَلُكَ ...... اللہ تعالیٰ کی قسم، میں نہ بتاؤں گی جب تک کہ آپ مجھے منہ مانگی چیز عطا نہ فرمادیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ذَالِكَ لَكِ۔ تیری عرض منظور ہے۔ قَالَتْ فَإِنِّيْ أَسْأَلُكَ أَنْ أَكُوْنَ مَعَكَ فِي الدَّرَجَةِ الَّتِيْ تَكُوْنُ فِيْهَا فِي الْجَنَّةِ...... بڑھیا نے عرض کیا: میں آپ سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ اس درجے میں ہوں جس میں آپ ہوں گے...... قَالَ سَلِي الْجَنَّةَ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ (فقط) جنت مانگ لو بڑھیا نے عرض کیا: اللہ کی قسم، میں نہ مانوں گی سوائے اس کے کہ آپ کے ساتھ

ہوں...... فَجَعَلَ مُوْسٰی یُرَدِّدُهَا فَاَوْحٰی اَنْ اَعْطِهَا ذٰلِكَ فَاِنَّهٗ لَنْ یَّنْقُصَكَ شَیْئًا فَاَعْطَاهَا ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے یہی ردو بدل کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! بوڑھیا جو مانگ رہی ہے تم اسے وہی عطا کر دو کہ اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے وہی عطا فرما دیا۔ اس بوڑھیا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کا پتہ بتا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کا جسم مقدس ساتھ لے کر دریا پار کر گئے۔ ﴿طبرانی معجم اوسط۔ خرائطی مکارم الاخلاق﴾

تبصرہ:

1- حضور ﷺ نے کسی شے کی قید و تخصیص کے بغیر فرمایا۔ سَلْ مَا شِئْتَ یَا اَعْرَابِی ...... اے اعرابی! جو تیرا جی چاہے مانگ لے...... اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کائنات کی ہر شے کا مالک و مختار بنایا ہے اور آپ جسے جو چاہیں عطا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں ورنہ بغیر ملکیت اور اختیار کے ایسی کھلی پیش کش کرنے کا کیا معنیٰ؟

2- ...... فَغَبَطْنَاهُ فَقُلْنَا الْاٰنَ یَسْاَلُ الْجَنَّةَ...... ہمیں اس اعرابی پر رشک آیا پھر ہم نے کہا: اب یہ اعرابی حضور ﷺ سے جنت مانگے گا...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس جملے سے واضح ہوا کہ آپ اور وہاں پر موجود دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور ﷺ جنت کے مالک ہیں اور آپ ﷺ جسے چاہیں جنت عطا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، نیز یہ کہ آپ ﷺ سے دیگر نعمتوں کے علاوہ جنت مانگنا بھی جائز ہے۔

3- بنی اسرائیل کی بڑھیا (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحابیہ رضی اللہ عنہا) نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواباً یہ نہ فرمایا کہ میں جنت یا جنت میں اپنی رفاقت دینے کا اختیار نہیں رکھتا اور یہ کہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے بلکہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: سَلِی الْجَنَّةَ ...... مجھ سے (جنت میں رفاقت کی بجائے) جنت مانگ لو۔ اور بوڑھیا کے عقیدے کی توثیق کر دی۔

4۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کتنا فرق ہے اعرابی کے سوال اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کے سوال میں۔ پھر آپ ﷺ نے پورا واقعہ بیان فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبوبانِ خدا کے تصرف واختیار اور اُن کی نفع بخشی کے عقیدے کو حضور ﷺ کی تصدیق وتوثیق حاصل ہے۔

5۔ اے موسیٰ (علیہ السلام)! بڑھیا کو جنت کی رفاقت عطا کردو...... اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر واضح فرما دیا کہ محبوبانِ خدا کے تصرف وتسلط، ملکیت واختیار کا عقیدہ رکھنا اور انہیں نفع رساں اور مددگار سمجھنا درست ہے۔

مزید احادیث مبارکہ

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا جب لوگ اُٹھائے جائیں گے اور میں ان کا پیشوا ہوں گا جب بارگاہ میں پیش ہوں گے اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے اور میں اُن کا سفارشی ہوں گا جب وہ حبس زدہ ہوں گے اور میں خوش خبری دینے والا ہوں گا جب وہ نا اُمید ہوں گے۔

مزید فرمایا: اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي ...... عزت اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی اور حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ ہوگا۔

﴿شرح السنہ ج 13 ص 203۔ سنن دارمی باب ج 01 ص 30۔ مشکوۃ ص 514۔ مرقاۃ ج 10 ص 36 المکتبۃ التجاریہ مکہ مکرمۃ﴾

گزشتہ صفحات میں آپ سورۃ احزاب کی آیت نمبر 37 ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ...... ''اے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی اور اے محبوب (ﷺ) اتم نے اسے نعمت دی''

اللہ تعالیٰ بھی انعام فرماتا ہے اور حضور ﷺ بھی:

271۔ حضرت اُسامہ بن زید فرماتے ہیں: میں (حضور ﷺ کی بارگاہ میں) بیٹھا ہوا تھا

حضرت علی اور حضرت عباس (رضی اللہ عنہما) حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: اسامہ اجازت لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگو۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! حضرت علی اور حضرت عباس (رضی اللہ عنہما) اجازت مانگتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو وہ کیوں آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: میں جانتا ہوں، انہیں آنے دو۔ چنانچہ دونوں اندر داخل ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم یہ بات پوچھنے کیلئے حاضر ہوئے ہیں کہ اہل بیت میں سے آپ کو کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے عرض کیا: ہم محض گھر والوں کے بارے میں پوچھنے نہیں آئے...... قَالَ اَحَبُّ اَهْلِيْ اِلَيَّ مَنْ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْهِ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ...... فرمایا: میرے اہل بیت میں سے وہ زیادہ محبوب ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور میں نے بھی انعام کیا، وہ اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہ) ہیں...... انہوں نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے اپنے چچا کو آخر میں رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آپ سے ہجرت میں سبقت رکھنے والے ہیں۔

﴿ترمذی ابواب المناقب باب مناقب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ﴾

اللہ تعالیٰ بھی احسان فرماتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی:

272- حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حنین کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: اے گروہ انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔ تم بکھرے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے درمیان اُلفت پیدا کر دی۔ تم محتاج تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہیں غنی فرما دیا...... كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمَنُّ...... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے تو انصار کے لوگ عرض کرتے کہ اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بہت احسان ہے ......الخ۔ ﴿بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ طائف 02 ص 620﴾

اللہ تعالیٰ بھی مددگار ہے اور حضور ﷺ بھی:

273- حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مَوْلٰی مَنْ لَا مَوْلٰی لَہٗ ...... جس کا کوئی نگہبان و مددگار نہ ہو، اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نگہبان و مددگار ہیں۔ ﴿ترمذی۔ ابن ماجہ ص 189﴾

274- حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: انصار، مزینہ، جہینہ، غفار، اشجع، اور وہ لوگ جو بنو عبد اللہ ارسے ہیں...... مَوَالِیَّ لَیْسَ لَھُمْ مَوْلٰی دُوْنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ مَوْلَاھُمْ ...... (وہ) ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اللہ کے سوا اُن کا کوئی مددگار نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اُن کے مددگار ہیں۔

﴿مسلم کتاب فضائل صحابہ ج 02 ص 302۔ ترمذی ابواب المناقب﴾

275- حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو حضور پر نور ﷺ تشریف لائے اور ان کے یتیم بچوں کو یاد فرمایا۔ وہ حاضر ہوئے تو میری والدہ نے ہماری یتیمی کے بارے میں عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا...... اَلْعَیْلَۃَ تَخَافِیْنَ عَلَیْھِمْ وَاَنَا وَلِیُّھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ...... کیا تم ان بچوں پر محتاجی و تنگ دستی کا اندیشہ کرتی ہو۔ حالانکہ میں دنیا و آخرت میں ان بچوں کا کارساز و مددگار ہوں۔

﴿مسند احمد ج 1 ص 204 مطبوعہ دار صادر بیروت طبرانی ابن عساکر ج 27 ص 256﴾

اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اس کا رسول ﷺ:

276- حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مسیح کذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اَبْشِرُوْا فَاِنْ یَّخْرُجْ وَاَنَا فِیْکُمْ فَاللّٰہُ کَافِیْکُمْ وَرَسُوْلُہٗ...... خوش ہو کہ اگر وہ (مسیح کذاب) نکلا اور میں تم میں تشریف فرما ہوا تو تمہیں اللہ کافی ہے اور اللہ کا رسول کافی ہے۔ ﴿مجمع الزوائد ج 07 ص 347 بحوالہ طبرانی﴾

حضرت جبریل علیہ السلام اور دیگر فرشتے بھی مدد کرتے ہیں:

277- حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ لَيَدْعُو اللّٰهَ تَعَالَىٰ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ لِجِبْرِيْلَ لَا تُجِبْهُ فَإِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَ صَوْتَهُ وَإِذَا دَعَاهُ الْفَاجِرُ قَالَ يَا جِبْرِيْلُ اقْضِ حَاجَتَهُ فَإِنِّيْ لَا أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَ صَوْتَهُ ...... بے شک مومن بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اس کی دعا کو قبول نہ کر اس لیے کہ میں اس بندے کی آواز سننا محبوب رکھتا ہوں اور جب فاجر دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اے جبریل! اس کی حاجت پوری کر دے اس لیے کہ میں اس کی آواز سننا نہیں چاہتا۔ ﴿ابن النجار﴾

278- حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم جب والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی جہاد میں روانہ فرماتے تو آپ کے دائیں جانب حضرت جبریل علیہ السلام اور بائیں جانب حضرت میکائیل علیہ السلام ہوتے تھے اور آپ وہ جنگ جیت کر واپس آتے تھے۔

﴿مصنف ابن ابی شیبہ ج 12 ص 68۔ کنز العمال ج 06 ص 412﴾

279- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز مغرب کے بعد دس مرتبہ یہ کلمات کہے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ"...... الخ ...... اللہ تعالیٰ اس کے لیے فرشتوں کی ایک فوج بھیج دیتا ہے جو صبح تک شیطان سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ ﴿ترمذی ابواب الدعوات﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے مددگار ہیں:

280- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَعَلِيٌّ وَلِيُّهُ ...... جس کا میں کارساز و مددگار ہوں علی (رضی اللہ عنہ) اس کے کارساز و مددگار ہیں۔

﴿مسند احمد ج 05 ص 361-358۔ ترمذی۔ ابواب المناقب۔ نسائی۔ مستدرک حاکم ج 03 ص 110﴾

اشرف علی تھانوی شجرہ چشتیہ صابریہ امدادیہ میں لکھتے ہیں:

ہادی ء عالم علی مشکل کشا کے واسطے۔ ﴿ص 06 مطبوعہ آرمی پریس دہلی﴾

اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

"اے میرے مرشد! میرے مولی! میری وحشت کے انیس میری دنیا کے میرے دین کے اے جائے پناہ"

اے میرے فریادرس! مجھ پر ترس کھاؤ کہ میں آپ کی محبت کے سوا رکھتا نہیں کوئی توشہ راہ میرے سردار! خدا کے واسطے کچھ تو دیجیے۔ آپ معطی ہیں میرے، میں ہوں سوالی للہ"

﴿تذکرۃ الرشید مکتبہ بحر العلوم کراچی ج 01 ص 114﴾

اللہ والے کیا کیا نعمتیں عطا فرماتے ہیں؟

281- حضرت ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ اِلٰی ذَوِی الرَّحْمَةِ مِنْ اُمَّتِیْ تُرْزَقُوْا ...... میرے رحم دل امتیوں سے حاجتیں مانگو رزق پاؤ گے ﴿طبرانی اوسط ج 5 ص 361۔ العقیلی فی الضعفاء الکبیر ج 3 ص 3﴾

282- انہی حضرت ابو سعید خدری ؓ سے مروی ہے...... اُطْلُبُوا الْمَعْرُوْفَ مِنَ الرُّحَمَاءِ اُمَّتِیْ تَعِیْشُوْا فِیْ اَكْنَافِهِمْ فَاِنَّ فِیْهِمْ رَحْمَتِیْ ...... (رسول کریم ﷺ نے فرمایا) میری امت کے رحم دل لوگوں سے فضل طلب کرو، ان کے دامن میں آرام سے رہو گے کہ میری (خاص) رحمت ان لوگوں میں ہے۔

﴿ابن حبان فی الضعفاء ج 2 ص 286۔ خرائطی۔ مسند قضاعی ج 1 ص 407۔

مستدرک حاکم فی التاریخ ج 4 ص 321۔ مجمع الزوائد ج 8 ص 195﴾

283- حضرت علی ؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اُطْلُبُوا الْمَعْرُوْفَ مِنَ الرُّحَمَاءِ اُمَّتِیْ تَعِیْشُوْا فِیْ اَكْنَافِهِمْ ...... میرے رحم دل امتیوں سے بھلائی طلب کرو۔ ان کی پناہ میں چین کرو گے۔ ﴿مستدرک حاکم ج 04 ص 321﴾

محبوبانِ خدا مخلوقِ خدا کے حاجت روا ہوتے ہیں:

284- حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا اِسْتَعْمَلَہٗ عَلٰی قَضَاءِ حَوَائِجِ النَّاسِ ...... اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے۔

﴿بیہقی فی الشعب الایمان ج 07 ص 426، ج 06 ص 117﴾

حضرت انس ﷛ سے مسند الفردوس میں بھی اسی طرح کے مضمون پر مبنی روایت منقول ہے۔ ﴿فردوس الاخبار دیلمی ج 01 ص 300﴾

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ و عمل:

آپ فرماتے ہیں...... اِنِّیْ لَاَتَبَرَّکُ بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَجِیْءُ اِلٰی قَبْرِہٖ فَاِذَا عَرَضَتْ لِیْ حَاجَۃٌ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ وَسَاَلْتُ اللّٰہَ عِنْدَ قَبْرِہٖ فَتُقْضٰی سَرِیْعًا ...... میں امام ابو حنیفہ ﷛ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں۔ پس جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو میری حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔ ﴿مقدمہ شامی﴾

285- حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اِنَّ لِلّٰہِ خَلْقًا خَلَقَھُمْ لِحَوَائِجِ النَّاسِ تَفْزَعُ النَّاسُ اِلَیْھِمْ فِیْ حَوَائِجِھِمْ اُولٰٓئِکَ الْاٰمِنُوْنَ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ ...... اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں۔ یہ بندے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امان میں ہیں۔

﴿معجم طبرانی کبیر بسند حسن رقم حدیث 13334۔ مجمع الزوائد جلد 08 صفحہ 250 باب فضل قضاء الحوائج﴾

اولیاءِ کرام کو مدد کے لیے پکارنا شرک نہیں:

286- حضرت عتبہ بن غزوان ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اِذَا اَضَلَّ اَحَدُکُمْ شَیْئًا وَاَرَادَ عَوْنًا وَّھُوَ بِاَرْضٍ لَّیْسَ بِھَا اَنِیْسٌ فَلْیَقُلْ یَاعِبَادَاللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَاللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ وَفِیْ نُسْخَۃٍ اَغِیْثُوْنِیْ فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادٌ لَا نَرَاھُمْ وَقَدْ جُرِّبَ ذَالِکَ...... جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ مدد چاہتا ہو اور ایسی جگہ ہو جہاں اس کا کوئی ساتھی ہمدم نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ پکارے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو ......تو اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جنہیں ہم نہیں دیکھتے۔ اور یہ تجربہ شدہ ہے۔

﴿طبرانی کبیر ج 10 ص 218۔ مجمع الزوائد ج 10 ص 138 بحوالہ طبرانی جلد 17 صفحہ 118 برجال الثقاۃ۔ شعب الایمان بیہقی ج 1 ص 183﴾

287- حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کراماً کاتبین کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں۔ فَاِذَا اَصَابَ اَحَدُکُمْ عَرْجَۃٌ بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ فَلْیُنَادِ اَعِیْنُوْا عِبَادَاللّٰہِ...... جب تم میں سے کسی شخص کو سرزمین جنگل میں کوئی مصیبت پیش آئے تو وہ پکارے، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

﴿مصنف ابن ابی شیبہ ج 10 ص 390۔ کشف الاستار عن زوائد البزار ج 04 ص 34۔ مجمع الزوائد ج 10 ص 138 بحوالہ طبرانی برجال الثقاۃ﴾

288- حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا: جب جنگل میں (کسی کا) جانور چھوٹ جائے اُسے چاہیے کہ ندا کرے (پکارے)...... یَا عِبَادَاللّٰہِ اِحْبِسُوْا...... اے اللہ کے بندو (اسے) روک دو۔

﴿عمل الیوم واللیلۃ ابن السنی ص 126۔ مسند ابو یعلیٰ رقم حدیث 5247۔ مجمع الزوائد ج 10 ص 139﴾

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجھ سے میرے بعض اساتذہ نے بیان کیا جو بہت بڑے تھے کہ ایک مرتبہ ریگستان میں ان کی سواری بھاگ گئی۔ ان کو اس حدیث پاک کا علم تھا۔ انہوں نے یہ کلمات کہے (اے اللہ کے بندو! اسے روک دو) اللہ تعالیٰ نے اس سواری کو اسی وقت روک دیا۔

علامہ نووی مزید فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھا۔ اس جماعت کی ایک سواری بھاگ گئی۔ وہ اسے روکنے سے عاجز آ گئے۔ میں نے یہ کلمات کہے تو بغیر کسی اور سبب کے صرف ان کلمات کی وجہ سے وہ سواری اسی وقت رک گئی۔

﴿کتاب الاذکار امام نووی ص 201﴾

حصن حصین میں ہے جب کسی آدمی کا چوپایہ کسی جنگل میں گم ہو جائے تو اسے چاہیے کہ کہے، اے اللہ کے بندو! اسے روک دو۔ اللہ کے بندوں سے فرشتے مراد ہیں یا نمازی جن یا مردان غیب (اولیاء کرام) جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔

مزید لکھا ہے کہ یہ حدیث پاک حسن ہے۔ مسافروں کو اس کی حاجت ہوتی ہے اور بے شک یہ تجربہ شدہ ہے (حصن حصین)

مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں سے مدد حاصل کرنے پر دلیل ہے جو نظر نہ آتے ہوں۔ جیسے فرشتے اور صالح جن اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ سواری کھسک جائے یا بھاگ جائے تو انسانوں سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔ ﴿تحفۃ الذاکرین 182﴾

مسئلہ استعانت

یوں تو قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام (علیہم السلام و علیہم الرحمۃ) کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی مدد کرنے کا اذن و اختیار عطا فرمایا ہے اور ان سے استعانت کرنا قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے تاہم مسئلہ کی نزاکت و اہمیت کے پیش نظر مسئلہ استعانت کی مزید وضاحت مناسب ہوگی۔

استعانت کے معنی ہیں مدد طلب کرنا۔ اس کی دو اقسام ہیں، ایک استعانتِ حقیقی جو خاص ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اور دوسری استعانتِ مجازی جو مخلوق سے کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے استعانت کرتے وقت یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ وہ مستعان حقیقی مدد کرنے میں مستقل بالذات ہے اور مدد کرنے کے لیے کسی کا محتاج و پابند نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد طلب کرتے وقت یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ وہ مدد کرنے میں مستقل بالذات نہیں بلکہ ایک سبب اور ذریعہ و وسیلہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادے کا محتاج و پابند ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کی مدد نہ کرنا چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و مرضی اور اس کے ارادے کے خلاف کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔

واضح رہے کہ اگر کوئی شخص مخلوق میں سے کسی کو ویسا ہی مددگار سمجھے جیسا کہ اللہ کو سمجھتا ہے یعنی مستقل بالذات اور بے نیاز و غیر محتاج تو یہ شرک ہوگا۔ اسی طرح یہ بھی واضح رہے کہ جب تک کوئی شخص مخلوق میں سے کسی کے مدد کرنے کی اہلیت و قدرت کو اللہ تعالیٰ کی عطا اور استعانت حقیقی کا ذریعہ و وسیلہ سمجھتا ہے تو اس اعتقاد کا شرک سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور اسے شرک قرار دینا متعدد قرآنی آیات اور سینکڑوں احادیث سے روگردانی ہے۔

اشرف علی تھانوی کی وضاحت:

جو استعانت و استمداد باعتقاد علم وقدرت مستقل حاصل ہو وہ شرک ہے اور جو اعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو تو جائز ہے خواہ مستمد منہ (جس سے مدد طلب کی جائے) حی (زندہ) ہو یا میت ﴿امداد الفتاوی کتاب العقائد والکلام ج 4 ص 99﴾

محمود الحسن دیوبندی کی وضاحت:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ......کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت شریف سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطۂ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کر لے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

امام غزالی اور شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہما کی وضاحت:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے وفات کے بعد بھی مدد مانگی جائے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ چار شخصوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبروں میں بھی وہی تصرف کرتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے یا اس سے زیادہ۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہوتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ فوت شدہ کی امداد زیادہ قوی ہوتی ہے اور اولیاء کرام کو جہانوں کی حکومت حاصل ہے اور یہ حکومت ان کی روحوں کو ہی تو حاصل ہے اس لیے کہ روحیں باقی ہیں۔ ﴿اردو ترجمہ اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور﴾

تحت الاسباب اور فوق الاسباب کا مغالطہ اور اس کی وضاحت:

مغالطہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ مخلوق کے ایک دوسرے سے عام ضرورت کی اشیاء نمک، مرچ، مصالحہ وغیرہ، عام کاموں بیماری تکلیف میں ڈاکٹر حکیم سے دوا دارو، قانونی امور و معاملات میں وکیل و منشی سے اور مالی ضروریات و مشکلات میں دوست احباب سے مدد و معاونت...... ماتحت الاسباب مدد ہے اور یہ جائز ہے۔

جب کہ مندرجہ بالا اُمور و حالات اور مسائل و مشکلات کے حل کیلئے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں حتی کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے مدد طلب کرنا۔ ﴿اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۞﴾ سورۃ الفاتحہ: 04﴾ کی خلاف ورزی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس کی زندگی میں یا بعد وفات دور سے دیکھنے، سننے اور مدد کرنے کی نہ کوئی اہلیت و صلاحیت عطا فرمائی ہے اور نہ کوئی اذن و اختیار۔

وہ لوگ جو باذن الٰہی سے طلب کی جانے والی مدد کو مافوق الاسباب / ماوراء الاسباب قرار دیتے ہوئے مشرکین کے بتوں سے مدد طلب کرنے کی مثل ٹھہراتے اور شرک قرار دیتے ہیں۔

وضاحت:

پہلی بات تو یہ ہے کہ مذکورہ امور میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے طلب کی جانے والی مدد کو مافوق الاسباب مدد قرار دینا ہی وضاحت طلب ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بھی دراصل سبب اور ذریعہ ہی ہوتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر حکیم، وکیل منشی اور دوست احباب، یہ حلِ مشکلات کا ظاہری و عادی ذریعہ و سبب ہیں جبکہ

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے حلِ مشکلات کا باطنی اور غیر عادی ذریعہ وسبب ہیں۔ بہر حال ان امور وافعال اور حالات وکیفیات میں طلب کی جانے والی مدد کو کوئی نام دینا اصل مسئلہ نہیں بلکہ اصلاً تو یہ دیکھنا مقصود ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کو ان امور وحالات اور مسائل ومشکلات کے حل کے حوالے سے کوئی تصرف واختیار عطا فرمایا ہے یا نہیں؟ اور اگر عطا فرمایا ہے تو ان سے مدد طلب کرتے وقت کیا عقیدہ اختیار کرنا ضروری ہے؟

چونکہ دوسرے باب میں محبوبانِ الٰہی کے تصرف واختیار کے حوالے سے درجنوں قرآنی آیات باحوالہ وباترجمہ پیش کردی گئی ہیں اس لیے یہاں صرف چند آیات کریمہ کے بیان پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

01- قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ○ ﴿سورۃ النمل:38﴾

''(سلیمان) نے فرمایا: اے درباریو! تم میں سے کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے اس سے پہلے کہ میرے حضور فرماں بردار ہو کر حاضر ہوں''

02- قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ○ ﴿سورۃ النمل:39﴾

''ایک قوی ہیکل جن بولا کہ میں وہ تخت آپ کے حضور حاضر کر دوں گا اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں اور بے شک میں اس پر قوت والا امانت دار ہوں''

03- قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ...... ○

﴿سورۃ النمل:40﴾

''اُس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اُسے آپ کے حضور حاضر کر دوں گا آپ کے پلک جھپکانے سے پہلے تو جب سلیمان نے تخت اپنے پاس رکھا دیکھا، فرمایا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے''

آیئے ان آیات مبارکہ کے حوالے سے چند نکات ملاحظہ کیجیے:

1- کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے متعدد ظاہری اسباب و ذرائع کی ضرورت پڑتی ہے۔ آنے جانے، ایک وسیع و عریض تخت کو اُٹھانے، لادنے اور دوسری جگہ پہنچانے کے لیے بڑی گاڑی یا جہاز اور کئی افراد کی مدد درکار ہوتی ہے۔

آپ یہ آیات پوری توجہ اور انہماک سے خود پڑھ لیجیے اور کسی بڑے سے بڑے زیرک، نکتہ رس اور دُور بین شخص کو اپنے غور و فکر کے عمل میں شریک کر کے بتایئے۔

کیا حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے ایک بہت بڑا تخت بہت جلد لا حاضر کرنے کے لیے کوئی ظاہری سبب اور ذریعہ فراہم کیا؟

2- حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے کسی درباری نے آپ کو یاد نہیں دلایا کہ کسی مخلوق کو اتنا دور دراز دیکھ لینے، عام سفری ذرائع کے بغیر آنے جانے اور کسی اور شخص کی مدد کے بغیر خود ہی اتنا بڑا تخت اُٹھا لانے کا اذن اور طاقت و اختیار اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمایا مگر اصل بات یہی ہے کہ وہاں محبوبانِ الٰہی پر نکتہ چینی کرنے والا کوئی ایسا بد نصیب ہوتا تو کرتا۔

3- حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے صحابی (جن کا نام حضرت آصف بن برخیا (رضی اللہ عنہ) بتایا جاتا ہے) نے یہ مافوق الاسباب کام پلک جھپکنے سے پہلے کر لینے کا ارادہ و دعویٰ کیا تو کیا اعتراض کرنے والوں کے مطابق انہوں نے خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کر دیا؟

4- ......ھٰذا من فضل ربی...... کے اظہار تشکر پر مبنی الفاظ سے حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے یہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو اس قسم کے کام انجام دینے کا وسیع تصرف و اختیار عطا فرماتا ہے۔

5- حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کے ارادہ و دعویٰ اور اس کام کی کامیاب انجام دہی سے یہ بھی واضح ہُوا کہ اُن کو اپنی طاقت کے ظہور و صدور میں کیسا اختیار حاصل تھا۔

6- جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک صحابی کے طاقت و اختیار کا یہ عالم ہے تو خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی طاقت و اختیار کا کیا عالم ہو گا؟ اس لیے کہ ولی کی شان و عظمت اس کے نبی کی شان و عظمت کا ظل اور پرتو ہی ہوتا ہے۔

7- محبت و حقیقت کی نظر سے دیکھنے والے اس سے اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے محبوب، ہمارے حضور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عظیم الشان صحابہ و اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کے علم و مشاہدہ کی وسعت اور تصرف و اختیار کی عظمت کا اندازہ کریں۔

مشکل کشائی/حاجت روائی اور مدد و استمداد کی قرآنی جھلک:

04- وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ ﴿سورۃ ال عمران: 49﴾

"اور (مسیح ابن مریم) رسول ہو گا بنی اسرائیل کی طرف (یہ فرماتا ہوا کہ) میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو"

آیت بالا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ ...... اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ ......

''اور میں شفا دیتا ہوں پیدائشی اندھے اور سفید داغ والے کو'' ...... میں غور کیجیے اور دیکھیے کہ

1- ان الفاظ میں جن لوگوں کا ذکر و بیان ہے، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ضرورت کی عام چیزیں نمک، مرچ، مصالحہ وغیرہ لینے یا دینی مسائل پوچھنے نہیں بلکہ آنکھوں کا نور اور کوڑھ سے شفا حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔

2- قرآن پاک میں متعدد مقامات پر بیان ہونے والا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صفاتی نام مسیح ...... یہ واضح کر دینے کے لیے کافی ہے کہ آپ ان بیماروں کو کوئی دوا دارو نہیں دیتے تھے بلکہ اُن پر اپنا ہاتھ پھیر کر شفایاب کر دیتے تھے۔

3- اس آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شفا دینے والا فرمایا گیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں غور و فکر کرنے سے مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوئیں۔

1- اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو ان امور و حالات اور مسائل و مشکلات میں مدد و معاونت کرنے کا اذن و اختیار عطا فرمایا ہے جیسا کہ بِاِذْنِ اللّٰهِ (آیت بالا) اور بِاِذْنِیْ ﴿سورۃ المائدہ: 110﴾ سے واضح ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے تصرف و اختیار کو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ، مجازی اور اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء کا پابند اور محتاج سمجھنا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد و اعانت کا سبب، ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے ہوئے ان سے مدد طلب کرنا شرک نہیں۔

3- افعال (کاموں) اور نتائج کو اسباب کی طرف منسوب کرنا کہ فلاں کام فلاں نے کیا ہے، بالکل درست ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں پیدائشی اندھوں کو آنکھیں اور کوڑھ والوں کو شفا دیتا ہوں۔ کاموں کو اسباب کی طرف منسوب کرنے کی یہ واحد مثال نہیں بلکہ قرآن مجید ہی میں اس کی متعدد مثالیں ہیں۔

4- آپ ﷺ کو شفا بخشی کا یہ اذن و اختیار وقتی و عارضی نہیں بلکہ دائماً و مستمراً حاصل تھا جیسا کہ صفت مشبہ اور مضارع کے بارے میں جاننے والا ہر شخص با آسانی سمجھ سکتا ہے۔

چند اہم سوالات:

اب جب کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا وسیع تصرف و اختیار اور اُن کو اپنا مددگار سمجھنے کا جواز روزِ روشن سے بھی زیادہ اُجلا ہو کر ثابت و واضح ہو چکا ہے، اس مرحلہ پر مناسب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے اس تصرف و اختیار کا انکار کرنے والوں اور ان سے مدد طلب کرنے کو شرک قرار دینے والوں سے مندرجہ ذیل نہایت اہم سوالات کا جواب طلب کیا جائے۔

1- کیا آپ قرآن پاک کی کوئی ایسی آیت یا آیات مبارکہ اور احادیث صحیحہ پیش کر سکتے ہیں، جن میں واضح طور پر امور کو مافوق الاسباب / ماوراء الاسباب...... اور...... ماتحت الاسباب دو قسموں میں تقسیم کر کے مخلوق سے ایسی مدد مانگنے سے منع کیا گیا ہو؟

2- چونکہ آپ حقیقت و مجاز کے فرق کو نظر انداز کر کے امور کو ان دو قسموں میں تقسیم کرنے پر بضد ہیں۔ تو آپ بتائیے کہ ان دونوں آیات میں جس تصرف و اختیار اور مدد و استمداد کا بیان ہے، وہ تحت الاسباب یا فوق الاسباب۔ اگر تحت الاسباب ہے تو پھر آپ کے نزدیک بھی اس کا اعتقاد بغیر کسی شک و اعتراض کے جائز ہونا چاہیے اور اگر فوق الاسباب ہے تو آپ کو تمام شکوک و اعتراضات چھوڑ کر شرح صدر سے محبوبانِ الٰہی کے اس تصرف و اختیار کو تسلیم کر لینا چاہیے۔

3- اس لیے ہم یہ سوال کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ آپ جن امور کو تحت الاسباب قرار دیتے اور ان امور میں مخلوق سے مدد طلب کرنا جائز قرار دیتے ہیں، اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کو قدیم و مستقل اور حقیقی مددگار سمجھتے ہوئے ان امور میں اس سے مدد طلب کرے تو شرک ہوگا یا نہیں؟

اگر آپ شرک قرار دیں گے تو ایک طرف تو آپ کا امور کو ان دو اقسام میں تقسیم کرنا باطل ثابت ہوا تو دوسری طرف یہ بھی ثابت و واضح ہُوا کہ توحید و شرک کی بنیاد اس تقسیم پر نہیں بلکہ قدیم و مستقل، ذاتی و حقیقی ...... اور...... مخلوق و حادث اور عطائی و مجازی پر ہے۔

کاش آپ اِیَّاكَ نَعْبُدُ ...... اور ...... اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ O ﴿سورۃ الفاتحۃ:04﴾ کے ایک ساتھ بیان ہونے کی واضح حکمت کو اہمیت دیتے اور یہ سمجھنے کی پر خلوص کوشش کرتے کہ یہاں اِیَّاكَ کے ذریعے اُس استعانت (مدد طلب کرنے) کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کو الٰہ/معبود سمجھنے پر ہے یعنی جس طرح عبادت کا حق دار صرف اور صرف تجھے ہی مانتے ہیں اس طرح الٰہ سمجھتے ہُوئے مدد بھی صرف اور صرف تجھ ہی سے طلب کرتے ہیں۔

حاصلِ کلام:

1- اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی مرضی پوری فرماتا ہے۔

2- محبوبانِ الٰہی کے کام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کام قرار دیا ہے۔

3- اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو دنیا و آخرت کے امور میں وسیع تصرف و اختیار عطا فرمایا ہے۔

4- دنیا و آخرت کے امور و حالات، مصائب و مشکلات میں اُن سے مدد طلب کرنا بالکل جائز ہے اور اس کا شرک سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

5- توحید و شرک کا مدار و انحصار فوق الاسباب/وراء الاسباب ...... اور ...... تحت الاسباب کی تقسیم پر نہیں بلکہ اس پر ہے کہ آپ جس سے مدد طلب کر رہے ہیں، اس کے بارے میں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟

6- محبوبانِ الٰہی کو جیسا تصرف و اختیار اُن کی دُنیوی زندگی میں حاصل ہوتا ہے، ویسا ہی

بلکہ اس سے زیادہ وسیع اُن کے انتقال و وصال کے بعد حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ توحید و شرک کا مدار و انحصار دُنیوی و اُخروی زندگی پر نہیں جو اعتقاد ان کی دنیوی زندگی میں شرک نہ ہو وہ بعد از اں کیسے شرک ہو سکتا ہے اور الحمد اللہ یہ حقیقت بھی متعدد احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام ﷡ سمیت دیگر متعدد مسلمہ اکابر ﷬ کی عبارات سے واضح ہو چکا ہے۔

7- اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو مشرکوں کے بتوں کی طرح عاجز و مجبور محض اور لاچار و بس اور ناکارہ و بے کار قرار دینا (معاذ اللہ) قرار دینا حماقت و جہالت تو ہے ہی، انتہائی سنگین گستاخی و بے باکی بھی ہے۔

8- اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے تصرّف و اختیار کا عقیدہ رکھنے اور اُن سے مدد طلب کرنے کو مشرکین کے عقیدہ کی مثل قرار دینا دراصل توحید و شرک کے حقیقی فہم و تصور سے جہالت کا واضح ثبوت ہے۔

اگر آپ مخلوق کو قدیم و مستقل اور ذاتی و حقیقی طور پر مختار و متصرف اور مددگار سمجھتے ہیں تو اُلوہیت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری کا اعتقاد لازم آنے کی وجہ سے شرک ہوگا چاہے آپ اس سے نمک مرچ مصالحہ اور دیگر معمولی اشیاء ہی طلب کریں اور اگر مخلوق کو قدیم و مستقل اور ذاتی و حقیقی مددگار سمجھے بغیر اس سے مدد طلب کریں گے تو اس سے اُلوہیت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری کا امکان نہ ہونے کی وجہ سے بالکل جائز ہوگا جیسا کہ اس تفصیلی بیان کی آیات اور احادیث مبارکہ سے خوب ثابت و واضح ہے۔

خبردار......ہوشیار

واضح رہے کہ اس کتاب میں قرآن وحدیث کے روشن دلائل سے جس وسیلہ وتوسل، تصرف واختیار اور مدد طلب کرنے کو جائز ثابت کیا گیا ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اولیاء وصالحین عظام علیہم الرضوان سے ہے اور اس کا ایسے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں جو دعویٰ تو اسلام کا کرتے ہیں مگر محبوبانِ الٰہی کی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔ دن رات دین وشریعت کی کھلی نافرمانی کرتے ہیں۔ سفلی عملیات وغیرہ کے ذریعے شعبدہ بازیوں کو کرامات مشہور کرتے اور پیری مریدی کا دھندہ کرتے ہیں۔ ضعیف الاعتقاد لوگ اُن کے حضور حاضریاں بھرتے اور وہ ان کی مشکلات حل کرنے کا چکمہ دے کر اُن سے رقمیں بٹورتے ہیں۔ خود تو بدعقیدہ وبدعمل ہوتے ہی ہیں، نادان عقیدت مندوں کو بھی بدعقیدہ و بدعمل بناتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے اُلٹے سیدھے عملیات اور نفسیاتی حربوں سے کسی کی کوئی دنیوی مسئلہ ومشکل تو حل ہوجائے مگر ان کے ذریعے اُخروی نجات و مغفرت اور قربت وقبولیت کا اعتقاد وابستہ کرنا سوائے جہالت وبربادی کے کچھ نہیں۔

جہالت کے یہ چلتے پھرتے شاہکار، لوگوں کی نادانی وضعیف الاعتقادی کے باعث اپنی تجوریاں بھرنے والے ماہر فنکار ہماری جانب سے اصلاح وخیر خواہی کے حق دار تو ہیں، عقیدت واحترام کے قطعی حق دار نہیں۔

یہ تو بات ہے اُن لوگوں کی جن کے حلیے اور کردار سے شریعت کی مخالفت ظاہر وعیاں ہے جب کہ ایسے لوگوں کی بھی بہت بڑی تعداد موجود ہے جن کے حلیے اور ظاہر داری سے دین و شریعت کی پاس داری کا تاثر ملتا ہے مگر محبت وعقیدت کے جال میں گرفتار لوگوں کی جیبوں پر نظر

رکھنا اور مال سمیٹنا ان ہم وزر کے غلاموں کا بھی محبوب مشغلہ اور مفید کاروبار ہے۔

ان میں سے بہت سوں کو لوٹ مار کا یہ حق و اختیار محض اس لیے حاصل ہے کہ یہ صاحب زادگان کسی آستانے کے سجادہ نشین ہیں اور وراثت میں کوئی مزار ان کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ گویا سجادہ نشینی اور مجاوری کیا ملی، سونے کی کان کے مالک بن گئے۔ اسے کہتے ہیں وراثت کا فیض اور فیض بھی ایسا کہ عمر بھر کوئی کام کاج نہیں کرتے اور ہاتھ توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں تو بھی ختم نہیں ہوتا بلکہ بہت بڑھ کر اگلوں کو منتقل ہوتا ہے اس لیے کہ عقیدت مندوں کو ان بابوں اور حضرتوں کی دُعاؤں اور شفقتوں کا جو تاوان ادا کرنا پڑتا ہے، اُس میں برکت ہی بہت ہے۔

علاوہ ازیں بہت سے دینی حلیے کے حامل مسکین صورت ''صالحین'' اور ''اللہ والے'' اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام علیہم الرضوان کی گستاخی کا عقیدہ کلمہ، نماز، روزہ، دعوت و تبلیغ وغیرہ عبادات کی اوٹ میں چھپائے سادہ لوح مسلمانوں کے لیے گھات لگائے بیٹھے ہوتے ہیں۔

لہٰذا ہم جس طرح محبوبانِ الٰہی کے تصرف و اختیار اور اُن سے مدد طلب کرنے کا انکار کرنے والوں کی تردید کرتے ہیں اس طرح لوگوں کی دنیوی و اُخروی مشکلات کے حل اور ان کی نجات و مغفرت کی گارنٹی دینے والے اُن تمام لُٹیرے پیروں کی بھی پرزور مذمت کرتے ہیں۔

رہا یہ سوال کہ ان سب فنکاروں سے کیسے بچا جائے؟ اس سلسلے میں اہلِ ایمان کو یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ اور ولیِ کامل وہی ہو سکتا ہے جس کا عقیدہ سچا اور عمل اچھا ہو چاہے اُس سے کوئی کرامت ظاہر و صادر نہ ہو اور سچے عقیدے اور اچھے عمل کی اصلیت کا شعور علماءِ حق کی قربت و رفاقت سے ہوتا ہے۔ لہٰذا عوام الناس کے لیے علماءِ حق سے باقاعدہ رابطہ و راہنمائی کا ضرور اہتمام رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے طفیل ہمارے ایمان و عمل کی حفاظت فرمائے، آمین۔

تعارف تحریکِ مطالعۂ قرآن

مقصد ○ ماضی ○ حال ○ مستقبل

بدعقیدگی و بدعملی، ذہنی وفکری انتشار، فحاشی وعریانی، بے راہ روی اور دین بیزاری کا سیلاب ہر گھر کے ہر فرد کی طرف جس تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے، اس کے تباہ کن اثرات کسی بھی ہوش مند اور باشعور شخص سے پوشیدہ نہیں۔ ہر دردمند فکر مند ہے کہ اس سیلاب کا راستہ کیسے روکا جائے؟ ایمان کیسے بچایا جائے اور اخلاق کیسے سنوارے جائیں؟

بے سوچے سمجھے کوئی جو چاہے کہہ دے مگر بیماری کے صحیح علاج کیلئے بیماری کا سبب جاننا بہت ضروری ہے۔ آپ ایک بار نہیں ہزار بار غور کرلیجیے۔ ہوسکتا ہے فروعی اور ذیلی اسباب تو بہت ہوں مگر اس خرابی و بیماری کا بنیادی سبب ایک ہی ہے، کتابِ انقلاب قرآن مجید اور مصلحِ اعظم حضور محمد مصطفےٰ ﷺ سے فکری وعملی دوری۔ دوری بھی ایسی ہے کہ ہمارا مسٹر ہو یا مولوی، سو (100) کیا ہر ہزار میں، فقط چند کے سوا باقی سب نہ قرآن سے راہنمائی لیں اور نہ صاحبِ قرآن ﷺ کو راہنما بنائیں۔ دعوے ہیں، نعرے ہیں اور پروپیگنڈے جن میں ایک سے بڑھ کر ایک۔ بھلا دعووں، نعروں یا پروپیگنڈے سے بھی کبھی خطرات ٹلتے اور حالات سنورتے ہیں۔ خطرات کی روک تھام اور حالات کی تبدیلی کیلئے تو ایسی پُرخلوص انفرادی واجتماعی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے جو وقتی اور عارضی نہیں بلکہ بھرپور اور مسلسل ہو۔

اس جدوجہد کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے 2003ء میں چند دردمند احباب نے اللہ تعالیٰ اور اُسکے محبوب ﷺ کی حمایت ونصرت کے بھروسے پر تحریکِ مطالعۂ قرآن کی بنیاد رکھی اور المرکز الاسلامی والٹن روڈ لاہور کینٹ میں مرکزی دفتر قائم ہوا۔

جدید خطوط پر قرآنی تعلیمات عام کرنا اور صحیح معنوں میں قرآنی معاشرے کی تشکیل کے لیے جدوجہد کرنا تحریک کا بنیادی مقصد قرار پایا۔

کارکردگی:

1- لوگوں کی بڑھتی ہوئی مصروفیات کے پیشِ نظر فہم قرآن کا نہایت آسان اور دلچسپ تعلیمی طریقہ متعارف کروایا گیا جس کے ذریعے ملک کے مختلف علاقوں سے سینکڑوں افراد بہت کم وقت صرف کر کے گھر بیٹھے بغیر فیس قرآن مجید کا فہم حاصل کر رہے ہیں۔

2- تعلیمات قرآنی کے فروغ کے لیے مختلف مقامات پر اجتماعی مطالعۂ قرآن پر مشتمل درسِ قرآن کا اہتمام کیا گیا جن میں فیصل آباد اور مرکز تحریک لاہور میں قرآن مجید کا مطالعہ مکمل ہوا اور لاہور ہی میں جامع مسجد درس بڑے میاں مغل پورہ، جامع مسجد قاسم خاں صدر کینٹ، جامع مسجد ابوبکر نقشبندیہ مین بازار قینچی اور جامع مسجد چوک دالگراں برانڈرتھ روڈ میں منتخب مطالعۂ قرآن پر مشتمل درسِ قرآن جاری رہا۔

3- عوامی تربیت کیلئے دیگر پروگراموں کے علاوہ گزشتہ سالوں میں رمضان المبارک میں اجتماعی اعتکاف کا اہتمام کیا گیا۔

4- افرادِ معاشرہ میں دینی کتب کے مطالعہ کا شوق پیدا کرنے اور دینی تعلیمات کے فروغ کے لیے عوامی لائبریریوں کے نیٹ ورک کے قیام کے سلسلے میں ابتدائی قدم کے طور پر مین بازار قینچی لاہور میں مطالعۂ قرآن عوامی لائبریری قائم کی گئی ہے۔

5- وقتاً فوقتاً اہم موضوعات پر مفید و مختصر کتابچے شائع کر کے مفت تقسیم کیے گئے۔

6- دورِ حاضر کی انسانی ضروریات و نفسیات اور ماحول سامنے رکھتے ہوئے قدیم و جدید موضوعات پر تحقیقی لٹریچر کی تیاری کیلئے سینکڑوں کتب پر مشتمل ریسرچ سنٹر قائم کیا گیا ہے جہاں نومبر 2008ء سے اہل افراد کی خدمات حاصل کر کے تحقیقی کام شروع ہے۔

عنقریب آغاز کے منتظر پروگرام:

❶ علمی و تعلیمی مواد پر مشتمل ویب سائیٹ کا اجراء ❷ آن لائن دینی راہنمائی کا اہتمام

❸ ریسرچ لائبریری کیلئے مزید کتب کا حصول ❹ ریسرچ سکالرز کی تعداد میں اضافہ

❺ تحریک کے اشاعتی ادارہ/مکتبہ کا قیام

علاوہ ازیں مکمل اور طویل المیعاد منصوبہ بندی کا تفصیلی خاکہ بھی تحریر اً تیار ہے اور دلچسپی رکھنے والے احباب کو برائے ملاحظہ و تبادلۂ خیال پیش کیا جا سکتا ہے۔

قارئین محترم! جذبے، لگن، صلاحیت اور منصوبہ بندی کی اہمیت اپنی جگہ مگر اہل افراد کی دستیابی اور مالی وسائل کی فراہمی کے بغیر یہ سب کچھ زبانی جمع خرچ کے سوا کیا ہے؟

آپ جانتے ہیں کہ ہماری مساجد میں تعلیم و تعلم پر کتنا وقت اور سرمایہ خرچ ہوتا ہے اور محراب و مینار اور در و دیوار کی شیشہ گری و مینا کاری پر کتنے سال لگتے اور کتنا مال خرچ ہوتا ہے۔

جہاں اہل علم غیر علمی مشاغل پر مطمئن ہوں اور اہل دولت کے کثیر وسائل مروجہ محافل، نذرانوں، مزارات کی تزئین و آرائش، عرسوں، سوئم و چہلم وغیرہ پر ترجیحاً خرچ ہوں وہاں درس قرآن و حدیث، تعلیم و تعلم، لائبریری، کتاب وغیرہ کے سلسلے کیا فروغ پائیں گے۔

تحریکِ مطالعۂ قرآن کو بھی اپنی علمی کتب کی طباعت و اشاعت، ریسرچ لائبریری کی کتب میں اضافے، ریسرچ سکالرز کی تعداد میں توسیع اور اپنے دیگر علمی منصوبہ جات کی تکمیل کے لیے اسی مشکل کا سامنا ہے۔

آپ علماء ہوں یا مشائخ، تاجر ہوں یا ملازم، افسر ہوں یا ماتحت، سیاست دان ہوں یا عسکری، امیر ہوں یا غریب......سب سے یہی درخواست ہے کہ......

آگے بڑھیے !!! اور تحریک مطالعۂ قرآن کا پاکیزہ پروگرام ہر سو عام کرنے کے لیے اپنے علم و تجربہ، اپنے وقت، اپنے مال اور اپنی محنت کے ذریعے ہمارا ساتھ دیجیے۔

معاونت کی عملی صورتیں:

1- اہلِ علم درسِ قرآن وحدیث کے فروغ اور تحقیق وتحریر کیلئے اپنا وقت عنایت فرمائیں۔

2- اہلِ ثروت لائبریریوں کے نیٹ ورک اور کتابوں کی تعداد میں توسیع، ریسرچ سکالرز کی تنخواہوں، کتابوں کی طباعت واشاعت، تعلیم وتربیت کے پروگراموں کے انعقاد و اہتمام، اخباری اشتہارات اور ماہانہ اخراجات کے لیے دل کھول کر مالی معاونت کریں۔

3- تحریکِ مطالعۂ قرآن کی کتب کی اشاعت کے لیے عطیات دے کر بھی آپ علم کے فروغ میں ہمارا ساتھ دے سکتے ہیں۔

4- چوں کہ ان کتب کی آمدن شعبۂ تحقیق کی خود کفالت اور شعبۂ طباعت واشاعت کے قیام واستحکام کا ایک ذریعہ ہے اس لیے احباب میں تقسیم کرنے کے لیے آپ زیادہ سے زیادہ تعداد میں کتب خرید کر ہماری ان کوششوں میں معاونت کر سکتے ہیں۔ یہ علمِ دین کی خدمت بھی ہے اور اپنے پیاروں کے ایصالِ ثواب کا بہترین دائمی ذریعہ بھی۔

کاش! اپنے سارے مالی وسائل غیر علمی کاموں پر خرچ کر دینے والے احباب بھی علمِ دین کی تبلیغ واشاعت کی ضرورت وفضیلت جان لیں۔

---------- حدیثِ رسولِ مقبول ﷺ ----------

حضور ﷺ نے فرمایا: اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ...... جب ابن آدم فوت ہوتا ہے اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

﴿مسلم کتاب الوصیۃ باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ﴾

تحریک مطالعۂ قرآن کی کتب کی نمایاں خصوصیات

تحقیقی مواد | مستند حوالے | آسان اسلوب | مہذب انداز

عظمتِ قرآن کا ایک اہم باب

لفظِ قرآن کی معنوی تحقیق

پروفیسر احمد رضا خاںؒ

اہلِ علم اور عوام کے لیے یکساں مفید

مسئلۂ تقدیر اور عوامی مسائل

علامہ محمد تصدق حسینؒ

لاجواب دلائل کا مختصر مجموعہ

ہم میلاد کیوں منائیں؟

پروفیسر احمد رضا خاںؒ

گستاخِ رسول کی سزا اور فقہاءِ احناف

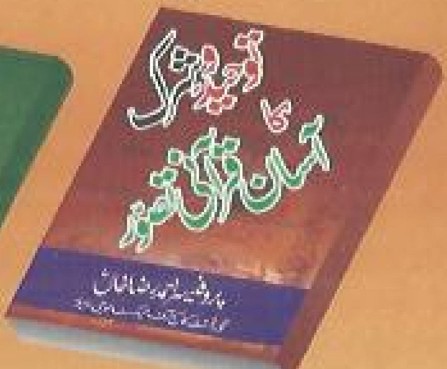
علامہ محمد تصدق حسینؒ

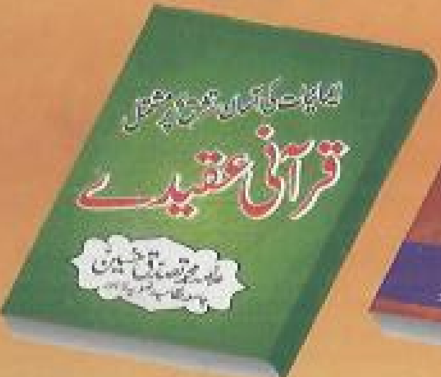
یزید... حدیث و تاریخ کے آئینے

پروفیسر احمد رضا خاںؒ

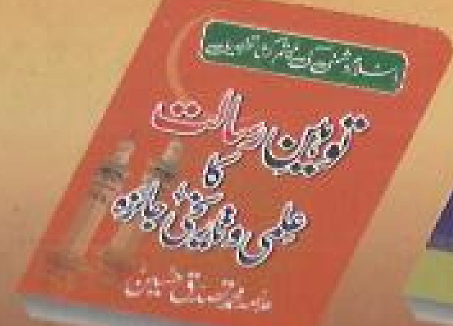
قرآنی تصورات
کے آسان فہم پر مشتمل

مفید کتابیں









تحریک مطالعہ قرآن

پرنٹرز: جے ایم آرٹ پرنٹرز 0302-4329566